مثالی فکر انگیز

واقعات و لطائف

آپ کا ہمدرد ہمسفر آپ کو رلانے اور ہنسانے والے مختلف و دلچسپ اور حیرت و فکر انگیز
معلومات، واقعات سبق آموز قصے اور علمی لطائف کا منتخب مجموعہ

مولانا عبد الرحمٰن راشد

تقریظ
حضرت مولانا نور البشر صاحب
استاد حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی
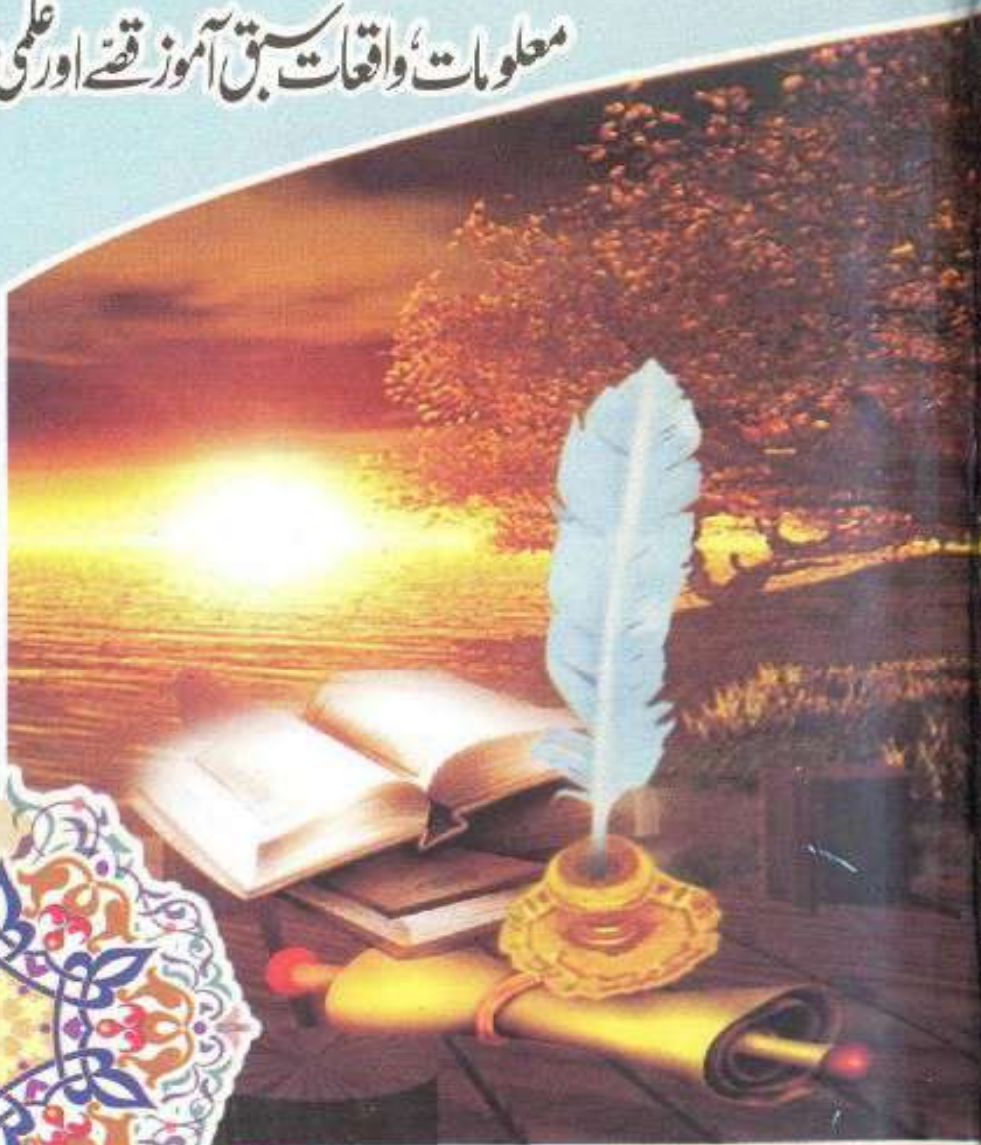
مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مثالی فکرانگیز

واقعات و لطائف

آپ کا ہمدرد، ہمسفر آپ کو رُلانے اور ہنسانے والے
مختلف و دلچسپ اور حیرت و فکرانگیز معلومات، واقعات
سبق آموز قصے اور علمی لطائف کا منتخب مجموعہ

مولانا عبدالرحمٰن راشد

تقریظ
حضرت مولانا نورالبشر صاحب
استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کتاب کا نام .... مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف

باہتمام .... فیاض احمد

تاریخ اشاعت جدید ..... جمادی الاوّل ۱۴۲۸ھ بمطابق مئی ۲۰۰۸ء

تعداد ۱۱۰۰

صفحات ۲۲۴

ناشر .... مکتبہ عمر فاروقؓ۔

شاہ فیصل کالونی نمبر۴، کراچی۔

فون: 021-4594144 - 0334-3432345

ملنے کے دیگر پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

ادارۃ القرآن، لسبیلہ چوک کراچی

مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور

مکتبۃ الحسن، اردو بازار لاہور

مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور

کتب خانہ رشیدیہ، راولپنڈی

مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

دارالقرآن اکیڈمی، محلہ جنگی، پشاور

ضروری گزارش

تمام قارئین کی خدمت میں عاجزانہ گزارش ہے کہ اس کتاب میں حتی الامکان حوالہ جات اور تصحیح کی بھرپور کوشش کی گئی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی آپ کو نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں۔ ہم آپ کے نہایت شکر گزار ہوں گے اور آئندہ ایڈیشن میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس غلطی کی اصلاح کردی جائے گی۔

فہرست

❀❀❀❀❀❀

فکر انگیز لطائف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی یاد

ویسے تو اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام ہیں لیکن ان میں سے ایک نام (اللہ) اسم ذات ہے، اور باقی سب اسماء صفات ہیں، یہ ذاتِ نام اس وقت بھی تھا جب کائنات میں کچھ نہ تھا اور یہ اس وقت بھی ہوگا جب کچھ بھی باقی نہ ہوگا، یہ نام کائنات کی روح وجان اور شان ہے، یہ دنیا اس وقت تک قائم رہے گی جب تک کسی ایک کی زبان پر بھی یہ مقدس و پاک نام جاری رہے گا، اور اگر کوئی ایک زبان بھی "اللہ اللہ اللہ" کہنے والی باقی نہ رہی تو بساط عالم کو سمیٹ دیا جائے گا، آسمان کو لپیٹ کر رکھ دیا جائے گا دریاؤں اور سمندروں کا پانی خشک کر دیا جائے گا، سورج و چاند اور ستاروں کو اندھیروں میں کر دیا جائے گا، پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے زمین کو بالکل برابر یعنی چٹیل میدان کر دیا جائے گا پھولوں کا تبسم عنادل کا معصوم شور، حسین صبحوں کی انگڑائیاں، ٹھنڈی راتوں کا سکوت اور زندگی کے لبھاتے ہوئے نظارے سب کے سب موقوف کر دیئے جائیں گے۔

یہ نام ایسا ہے کہ ہر مذہب کی زبان پر جاری رہتا ہے، اگر ہوش وحواس کے ساتھ سنا جائے تو پھولوں کی مسکراہٹ، چڑیوں کی چہچہاہٹ، پتوں کی سرسراہٹ، کرنوں کی جگمگاہٹ، دریاؤں کی موجیں اور سمندروں کی لہروں میں "اللہ اللہ اللہ" کی آواز سنائی دیگی۔

حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار پیغمبروں کی صحبت اور خدمت میں رہ کر جو کچھ ان سے سنا اس کا خلاصہ آٹھ نصیحتیں ہیں اور ان آٹھ میں سے ایک ہے "اللہ کو ہمیشہ یاد رکھنا" یعنی اللہ کی یاد اپنے دل میں زندہ رکھوں، اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے

اور اس کی معرفت سب سے بڑی نعمت ہے اور ہم دنیا میں اللہ ہی کو یاد کرنے کے لئے آئے ہیں، جن حضرات کو اللہ کی یاد نصیب ہو جاتی ہے ان کا یہ حال ہوتا ہے ؎

جگ میں آکر اِدھر اُدھر جب بھی دیکھا
تو ہی تو آیا نظر جدھر بھی دیکھا

یعنی جس چیز کو بھی دیکھا جس چیز پر بھی نظر گئی بس یہی تصور میں آیا کہ اس کا تخلیق کرنے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہے ؎

گلستان میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا
جدھر بھی دیکھا ادھر تو ہی تو ہے

ہر چیز یہی کہہ رہی ہے کہ "اللہ" موجود ہے، لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اللہ پاک کو دیکھا ہے ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اللہ کو دیکھا نہیں لیکن اس کا انکار بھی نہیں کروں گا بہر حال "اللہ" کی یاد سب چیزوں کی سردار ہے، سب سے زیادہ محبوب ہے اور سب سے بڑا مقصود ہے، جب دل میں اللہ کی محبت بھر جائے تو پھر حضرت مجذوبؒ کا شعر یاد آتا ہے جس میں اللہ کی یاد اور اپنے دل کا حال بھی مذکور ہے۔

یاد میں تیرے سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم میں تیرے دل شاد رہے
اپنی نظر سے سب کو گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تا دم آخر وردِ زبان پر اے میرے اللہ
لا الہ الا اللہ ، لا الہ الا اللہ

(مجذوبؒ)

درود وسلام ہو آقا ﷺ پر

درود وسلام ہواس آقا پر جو خدا کی طرف سے ہدایت کے شاہد بن کر نیکو کاروں کو فلاح وسعادت کی بشارتیں سنانے آئے ہیں اور بے خبروں کو ہشیار اور بیدار کر کے ڈرانے آئے ہیں ،سلام ہو اس آقا پر جو بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف بلاتا ہے،سلام ہواس آقا پر جو خدا کا شاہد ومبشر اور نذیر بن کر آیا ہے،سلام ہواس آقا پر جس کی پیدائش شیر خوارگی ،بچپن،ہوش وتمیز،جوانی تجارت،آمدورفت،احباب قبل نبوت،قریش کے ساتھ لڑائی،قریش کے ساتھ معاہدے میں شرکت،امین بننا،خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا رفتہ رفتہ تنہائی پسندی،غارحرام کی گوشہ نشینی ،وحی،اسلام کا ظہور،دعوت وتبلیغ ،مخالفت ،سفر طائف ،معراج ،ہجرت،غزوات،حدیبیہ کی صلح ،دعوت اسلام کے نامۂ پیام ،اسلام کی اشاعت،تکمیل دین حجۃ الوداع،اور وفات محفوظ ہو۔سلام ہواس آقا پر جس کا اٹھنا بیٹھا،سونا جاگنا،شادی بیاہ،بال بچے،دوست واحباب،نماز وروزہ،دن رات کی عبادات،صلح اور جنگ،سفر وحضر،نہانا دھونا،کھانا پینا،ہنسنا،رونا،پہننا اوڑھنا،اور اتارنا،چلنا رکنا،ہنسی مذاق،سننا سنانا،خلوت جلوت،ملنا جلنا،طوروطریق،رنگ وبو،خط وخال،قد وقامت یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہمخوابی وطہارت کے واقعات گویا کہ ہر چیز پوری کی پوری مکمل طور پر معلوم اور محفوظ ہو،سلام ہواس آقا پر جس پر جو حکم نازل ہوا اس کو آپ نے پہلے خود عمل کر کے بتلایا یعنی ایمان،توحید،نماز اور حج، زکوٰۃ،صدقہ ،خیرات،جہاد،ایثار،قربانی،عزم،استقلال،صبر،شکر اور اس کے علاوہ حسن عمل اور تحسین اخلاق کی باتیں جس قدر آپ نے بتلائیں ہیں اور سب سے پہلے آپ نے نمونہ پیش کیا اس کے بعد امت مسلمہ کو ان کے کرنے کا حکم فرمایا،سلام ہواس آقا پر جو کچھ قرآن میں وہ سب کچھ مجسم ہو کر جس کی زندگی میں نظر آئے ،سلام ہواس آقا پر جس

کی سیرت کا ایک پہلو یہ ہے کہ بحیثیت ایک پیغمبر کے اپنے صحابہؓ کو خدا کی یاد اور محبت کی نصیحت کر کے صحابہ کی زندگیوں کو ایسا کیا کہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، پہنتے، اتارتے گویا ہر حالت میں اور ہر وقت خدا کا ذکر اور اسکی حمد وثناء، زبان مبارک پر جاری رہتا تھا۔ سلام ہو اس آقا پر جس کی زبان خدا کی محبت، عظمت، جلالت، خشیت بیاں ہے، جس سے ہر وقت زبانِ اقدس تر رہتی ہے، سلام ہو اس آقا پر جو تمام جہانوں کے لئے رحمت اللعالمین بن کر آئے اور سلام ہو اس آقا پر جس کی یہ سیرت اور جس کا نامِ اقدس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت میں بہت کچھ ہے مگر ہم نے کچھ بھی نہ کہا ہے۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

❁❁❁❁❁❁

انتساب

میں اس کتابچے کی صورت میں چند اوراق کو منسوب کرتا ہوں اپنے والدین کی طرف جن کی خدمت کرنے سے نبی کریم ﷺ نے جنت واجب قرار دی ہے جن کی آہ سحر کی بدولت مجھے شاہرہ علم پر گامزن ہونے کی توفیق ملی جن کی تربیت سے دینی شعور اجاگر ہو رہا ہے جن کا وجود جہان فانی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسان سے میرے لئے سایہ رحمت ہے جن کی دعاؤں سے جہان فانی میں راحت و رفعت نصیب ہو رہا ہے اور ہر ظلمت ضیاء میں تبدیلی آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت اور ہم پر ان کا سایہ شفقت تا دیر برقرار رکھے۔ آمین ثم آمین

عبدالرحمٰن راشد

ساکن میرپور خاص سندھ

عرضِ مؤلف

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسُولہِ الکریم امابعد!

الحمداللہ" جدید کتابت وطباعت سے مزیّن ہوکر آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے،اس کتاب کا نام بہت اہم اور مستند ہے۔اس جدید کتاب کی تصحیح کا کافی الامکان پورا پورا اہتمام کیا گیا ہے۔لیکن پھر بھی اس میں اغلاط کا قوی اندیشہ ہے۔اس لئے قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی آپ حضرات کی نظر سے گزرے تو بغرضِ ثواب مذکورہ پتہ اور موبائل نمبر پر اطلاع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن کے لئے اس غلطی پر نظر ثانی کی جاسکے۔

لکھنے میں غلطی ہوسکتی ہے پڑھنے میں نہ کرنا
گر پایا میرا زخم مگر دل کو زخمی نہ کرنا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اکابرین علماء حق کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین

خاکسار وطالبِ گارِ دعا

عبدالرحمٰن راشد اقراء اصلاح الاطفال ہیرا آباد میرپورخاص

تقریظ

مولانا محمد صدیق ارکانی صاحب

استاذ الحدیث جامعہ احتشامیہ ومدیر ماھنامہ حق نوائے احتشام

جیکب لائن کراچی

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔امابعد! اس وقت میرے سامنے کتاب ''مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف'' کا کمپوز شدہ رف مسودہ ہے جو لگ بھگ 208 صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے مؤلف عزیز م محترم حضرت مولانا عبدالرحمٰن راشد صاحب مقیم حال میر پور خاص صوبہ سندھ ہیں۔

کشکول کی شکل میں کتابیں ترتیب دینے کا رواج عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے،زیر نظر کتاب بھی کشکول کی شکل میں ہے،اس میں پسندیدہ واقعات،سبق آموز شذرات،علمی نکات وباریکیاں،دلچسپ لطائف،عبرت وفکر انگیز حکایات وافعال ہیں جنہیں مختلف النوع کتابوں،جریدوں اور رسالوں سے اخذ کر کے خاص انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ماشاء اللہ کتاب کافی حد تک پر مغز،جاندار اور سبق آموز ہے۔چونکہ ہر مضمون کا حوالہ درج ہے۔

اس لئے کتاب مستند ومعتمد علیہ بھی ہوگئی ہے،لہذا شائقین حضرات کے لئے یہ ایک انمول تحفہ،گرانقدر ھدیہ اور قابل قدر علمی خزانہ ہے۔

امید ہے کہ قارئین کرام اس سے استفادہ کریں گے اور مؤلف کو دعاؤں سے نوازیں گے۔اللہ تعالیٰ مؤلف کو بہت ہی جزائے خیر دے اور مزید ہمت دے۔آمین

اخوکم فی اللہ

(مولانا) محمد صدیق ارکانی

بتاریخ ۱۸ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ ۹ جنوری 2007ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

﴿الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذی نصطفی﴾

اما بعد!

آج سے تقریباً ساڑے چودہ سو (۱۴۵۰) سال قبل کفر، ظلم وضلالت اور جہالت کی تاریکیوں میں مکہ مکرمہ کی سرزمین پر رشد وہدایت کے پیکر اور آفتاب نبوتؐ جب طلوع ہوا تو اس وقت سے اب تک مسلمانوں کی تاریخ کو جب ہم کھنگال کر دیکھتے ہیں تو ہمیں سرکار دو عالم ﷺ کے معجزات، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء اللہ، بزرگان دین، صالحین اور متقین حضرات کے دلچسپ، پسندیدہ دل ہلا دینے والے، حیرت انگیز فکر انگیز واقعات ملتے ہیں جن کے مطالعہ سے حیرت سو شتر رہجاتی ہے، اور جب ہم مسلمانوں کی عزت وعظمت، شان وشوکت، رعب ودبدبہ کی چودہ سو سالہ تاریخ پر سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا جائزہ لیتے ہیں، تو ہمیں لوگ مختلف قسم کے قصے، کہانیوں، ناولوں، اور جھوٹی حکایتوں پر اکتفا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جو لوگ ناولوں ڈائجسٹوں، رسالوں اور جھوٹی کہانیوں، قصوں کی کتابوں کی شکل میں خرافات اور فواحشات کو پھیلانے میں کوشاں ہیں، درحقیقت یہی لوگ مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصے، واقعات اور حکایات، وغیرہ یقیناً تفتیش کے قابل نہیں لیکن حوالہ دیکھنا قابل قبول ہے جس کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہے آیا وہ کتاب قابل قبول ہے یا نہیں؟ کیونکہ بہت سی کتابیں ایسی بھی چھپی ہیں جو جھوٹی کہانیوں

اور ناولوں کی صورت میں موجود ہیں جن کا پڑھنا جائز ہی نہیں چہ جائے کہ قابل قبول ہو، لیکن کتابوں کا حوالہ دیکھنا ضروری اور لازمی ہے۔

الحمد اللہ راقم الحروف نے اس کتابچے کی تیاری کے لئے ناولوں، غیر اسلامی رسالوں ڈائجسٹوں اور غیر اسلامی کتابوں سے حتی الامکان اجتناب کیا ہے، بلکہ راقم الحروف نے اپنے اسلاف کی کتابوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اکتفا کیا ہے۔

راقم الحروف نے اپنی دلچسپی، توجہ، دل لگی، اور اپنے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے دنیا کے عظیم لوگوں کے فکر انگیز واقعات کو یک کتابی شکل میں جمع کر کے جن سے بڑے چھوٹے طلباء اور ہر خاص و عام اشخاص کو کما حقہ، فائدہ ضرور حاصل ہوگا۔

قارئین محترم! آپ کے ہاتھوں میں موجود کتابچے کی صورت میں ''مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف'' کے نام سے جو چند اوراق ہیں یہ درحقیقت بندہ ناچیز کی تیسری کاوش ہے اس سے قبل راقم الحروف شہدائے ناموس صحابہؓ واہلبیتؓ اور قائدین اہلسنت والجماعت کے ولادت سے شہادت تک کے حالات سوانح پر مشتمل ''تذکرہ مثالی شہداء'' کے نام سے تحریر کر چکا ہے جو کہ تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے راقم الحروف نے تذکرہ مثالی شہداء کو سولہ حصوں میں منحصر کر کے اس میں سولہ شہدائے ناموس صحابہؓ کا تذکرہ کیا ہے، ''تذکرہ مثالی شہداء'' کو حالات کے ناسازگار ہونے کی وجہ سے حالات کے سازگار ہونے تک راقم الحروف نے اپنے پاس محفوظ کر رکھا ہے اب انشاء اللہ جلد از جلد ''تذکرہ مثالی شہداء'' کو شائع کر دیا جائے گا۔

اس کتاب کے بعد راقم کی دوسری کتاب ''صحابہ کرامؓ کی رشتہ داریاں'' کے نام سے (لاہور سے) شائع ہوئی۔

''مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف'' یہ راقم الحروف کی تیسری کاوش ہے ویسے تو علماء حق اور بزرگان دین کے منتخب واقعات پر مشتمل مختلف ناموں سے مختلف علماء کرام کی بے پناہ تصانیف موجود ہیں احقر نے بھی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی بھرپور

کوشش کی ہے۔ نہ کہ ان سے مقابلے کی غرض بلکہ ہماری مثال ایسی ہے (وان لـــم یدرک الظالع شاء وا الضلیع) اگر چہ لنگڑا بیل قوی گھوڑے کی رفتار کو نہیں پا سکتا، احقر تو ان کے مقابلے کی تو دور کی بات ان کے پاؤں کی دھول کے بھی برابر نہیں ہے۔

اسی وجہ سے احقر نااہل ہے۔

راقم الحروف نے علماء حق اور اسلاف دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے علمی مطالعے سے سنجیدگی اور عاجزی کے ساتھ چند حیرت وفکر انگیز دلہلا دینے والے..... درد بھرے پسندیدہ اور دلچسپ واقعات اور لطائف کو قلم بند کیا ہے۔

''مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف'' یہ دور طالبعلم کا ایک انمول خزانہ ہے جو کہ اپنے اساتذہ کرام ہمسفر ساتھیوں اور اپنے حاصل مطالعے کے ذریعے سے قلم بند کیا گیا ہے، ان میں سے بعض کو اصل کتب کی طرف مراجعت کی ہے، بعض کو اپنے حافظے کی مدد سے محفوظ کیا ہے، راقم الحروف نے دلچسپ واقعات کو ایک سو اعداد تک اور لطائف علمیہ یعنی ''فکر انگیز لطائف'' کو پچاس اعداد تک محدود رکھا ہے، زیر نظر کتابچے کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ سو واقعات پر اور دوسرا حصہ پچاس لطائف پر مشتمل ہے۔

راقم الحروف کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ واقعات اور لطائف کو پرانی اردو لغات سے نکال کر روزمرہ کی آسان اور عام فہم اردو میں منتقل کیا جائے تا کہ ہر خاص وعام اشخاص کو کماحقہ فائدہ موصول ہو۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت کرنا ضرورت محسوس کر رہا ہوں کہ اس کتاب ''مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف'' میں واقعات، حکایات، اور لطائف، وغیرہ کو بلا اتفاق جمع کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، اسی وجہ سے عین ممکن ہے کہ بڑی شخصیت کے واقعات آخر میں اور چھوٹی شخصیت کے واقعات شروع میں آگئے ہوں، اسی وجہ سے کتاب کے لیے احقر نے سینکڑوں کتابوں، رسائل اور اسلامی ڈائجسٹوں کے مطالعے سے جو کچھ حاصل کیا ہے یہ ایک موضوع پر طواف نہیں کرتے بلکہ

مختلف موضوعات پر گشت کرتے رہتے ہیں۔ تمہید وتعارفی کلمات کے بعد اس بات کی بھی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اولاً اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد عمران (دہلوی) دامت برکاتہم (استاد جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی) کا بہت شکرگزار ہوں کہ جن کی خصوصی توجہ، مشورے، سرپرستی سے یہ مجموعہ زیر طبع سے آراستہ ہو کر منظر پر آیا اس کے بعد برادر عزیز، برخوردار ''مولانا حافظ ڈاکٹر محمود عثمانی (مولانا) یٰسین عرف جان، مولانا حافظ محمد امجد علی اور حافظ محمد ارشد جمیل'' کا بھی شکر بجا حق رکھتا ہوں کہ جن کے تعاون، مدد اور مفید مشورے سے یہ مرحلہ طے ہوا ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس چھوٹی سی کاوش کو قبول ومنظور فرما کر عوام الناس کے لئے نافع اور ہمارے لئے دونوں جہان میں کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ بنائے اور ہمیں سرکار دوعالم ﷺ کے محبوبوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہم سب کو شہادت والی موت عنایت فرمائے (آمین ثم آمین)

''خاکسار بزرگان دین واہل حق''

والسلام

عبدالرحمٰن راشد

ناظم ومدرس اقراء اصلاح الاطفال

میرپورخاص سندھ

۞۞۞۞۞۞

حصہ اول

حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کا عبرت ناک واقعہ

سنہ ہجری کی دوسری صدی ختم ہو رہی تھی آفتاب نبوت کو غروب ہوئے بھی بہت زیادہ مدت بھی نہیں گذری تھی لوگوں میں امانت دیانت اور تقویٰ کا جذبہ غالب تھا، اسلام کے ہونہار فرزند جن کے ہاتھوں میں اسلام کو سربلند کرنے کا جھنڈا لہرا رہا تھا اور کچھ ہونہار فرزندانِ اسلام تربیت پا رہے تھے، آئمہ دین کا زمانہ تھا ہر ایک شہر بستی قریہ علماء دین وصلحاء اور متقین سے بھرپور آباد تھا، خصوصاً بغداد (عراق) جو اس وقت مسلمانوں کا دارالسلطنت تھا اپنی ظاہری اور باطنی آرائشوں سے آراستہ ہو کر گلزار بنا ہوا تھا، ایک طرف اگر اس کی دلفریب عمارتیں اور ان میں گذرنے والی نہریں دل لبھانے والی تھیں تو دوسری طرف علماء، صلحاء کی مجلس درس و تدریس کے حلقے بنے ہوئے تھے، جن میں ذکر و اذکار اور تلاوت کی دلکش آوازیں سنائی دیتی تھیں، خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کی دلجمعی کا یہ ایک کافی سامان تھا، فقہاء، محدثین اور عابدین و ذاکرین کا یہ ایک عجیب و غریب منظر تھا اور مجمع تھا اس مبارک مجمع میں ایک بہت بڑے بزرگ حضرت ابو عبداللہ اندلسیؒ کے نام سے موجود تھے جو کہ اہل عراق کے پیرومرشد اور استاد محدث بھی تھے، حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی، حضرت ابوعبداللہ اندلسیؒ کا ایک عبرت ناک واقعہ کتاب ''اکابر کا سلوک و احسان'' میں میری نظروں کے سامنے سے گذرا تو بندہ ناچیز نے اس واقعہ کو ہدیہ ناظرین و قارئین کرنا ضروری و لازمی سمجھا ہے، حضرت کا یہ واقعہ پرانی اردو کے موافق تھا اس کو عام فہم اردو میں

نقل کیا جا رہا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ اندلسیؒ بہت بڑے بزرگ، زاہد، عابد اور عارف باللہ کے علاوہ حدیث و تفسیر، میں بھی ایک مایہ ناز جلیل القدر امام اور مفسر محدث تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کو تیس ہزار (۳۰۰۰۰) حدیثیں حفظ یاد تھیں، اور قرآن مجید کو تمام روایات میں (قرات سبعہ عشرہ) پڑھتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے سفر کا ارادہ کیا آپ کے تلامذہ اور مریدین کی جماعت میں سے بہت سے تلامذہ اور مریدین بھی آپ کے ساتھ چلنے لگے جن میں حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شبلیؒ بھی تھے، حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ ہمارا قافلہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے نہایت امن و امان اور آرام سکون اور اطمینان کے ساتھ منزل بمنزل مقصود کی طرف جا رہا تھا، اور آگے بڑھ رہا تھا ہمارا گزر عیسائیوں کی ایک بستی پر ہوا نماز کا وقت ہو چکا تھا، لیکن پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے ہم اب تک نماز ادا نہ کر سکے تھے ہم نے بستی میں پہنچ کر پانی تلاش کیا ہم نے پوری بستی کا چکر لگایا، اس دوران ہم چند مندروں اور گرجا گھروں پر پہنچے، جن میں آفتاب پرستوں، یہودیوں اور صلیب پرستوں، نصرانیوں کے رہبان اور پادریوں کا مجمع تھا، کوئی آفتاب کو پوجتا کوئی آگ کی پوجا کرتا تھا اور کوئی صلیب کو اپنا قبلہ حاجات بنائے ہوئے تھا، ہم نے جب یہ دیکھا تو ہم سب کو تعجب ہوا اور ہم ان لوگوں کی کم عقلی اور گمراہی پر حیرت کرتے ہوئے آگے بڑھے آخر ہم گھومتے گھومتے بستی کے کنارہ پر ایک کنویں پر پہنچے جس پر چند نوجوان لڑکیاں پانی (بھر کر ایک دوسرے کو) پلا رہی تھیں، اتفاق سے شیخ مرشد حضرت ابو عبداللہ اندلسیؒ کی نظر ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی پر پڑی جو کہ اپنے خداداد حسن و جمال میں سب لڑکیوں سے ممتاز ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت زیور اور لباس سے بھی آراستہ تھی شیخ کی آنکھیں اس کی آنکھوں کے ساتھ چار ہوتے ہی حالت بدلنے لگی اور چہرہ بدلنے لگا اس انتشار طبع کی حالت میں شیخ اس کے پاس موجود لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، یہ کس کی لڑکی ہے؟ لڑکیوں نے جواب دیا کہ یہ اس بستی کے سردار کی لڑکی ہے

شیخ نے کہا پھر اس کے باپ نے اس کو اتنا ذلیل کیوں بنا رکھا ہے کہ کنویں سے خود ہی پانی بھرتی ہے، کیا اس کا باپ اس کے لئے کوئی نوکر نہیں رکھ سکتا؟ جو اس لڑکی کی خدمت کرے۔ لڑکیوں نے کہا! کیوں نہیں، مگر اس کا باپ ایک نہایت عقیل اور سمجھدار آدمی ہے اس کا مقصود یہ ہے کہ یہ لڑکی اپنے باپ کے مال ومتاع، خشم وخدم پر تکبر کرتے ہوئے کہیں اپنے فطری اخلاق خراب نہ کر بیٹھے اور نکاح کے بعد شوہر کے یہاں جا کر اس کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ اس کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے، اور پورے تین دن اسی طرح گزر گئے کہ نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور نہ کسی سے بات وغیرہ کرتے ہیں اسی حالت میں تین دن گزر گئے، البتہ جب نماز کا وقت آتا تھا تو نماز ادا کرتے تھے، مریدین اور تلامذہ کی کثیر تعداد جماعت شیخ کے ساتھ تھی، لیکن سب سخت پریشانی میں تھے کوئی تدبیر نظر نہیں آتی تھی، حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ تیسرے دن یہ حالت دیکھ کر میں نے آگے قدم بڑھایا تعجب اور پریشان حال میں کہا کہ کچھ تو فرمائیں کیا وجہ ہے؟ شیخ نے (قوم کی طرف متوجہ ہوکر) فرمایا میرے عزیزوں! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپا سکوں گا، پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب ہو چکی ہے کہ میرے تمام اعضاء وجوارح پر اسی کا تسلط ہے اب یہ ناممکن ہے کہ میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا اے میرے آقا! آپ اہل عراق کے پیرومرشد ہیں اور علم وفضل اور زہد وعبادت میں شہرہ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد اس وقت بارہ ہزار ہے، بہت ہو چکا ہے قرآن مجید کے طفیل سے ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے۔

شیخ نے فرمایا! میرے عزیزو! میرا اور تمہارا فیصلہ تقدیر خداوندی ہو چکا ہے، مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور مجھ سے ہدایت کی علامات اٹھالی گئی ہیں، شیخ نے یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا اور فرمایا اے میری قوم! فیصلہ قدرت کی طرف سے ہو چکا

ہے اب یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب وغریب واقعہ پر بڑا تعجب ہوا اور ہم نے حسرت سے رونا شروع کر دیا، شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے، یہاں تک کہ زمین آنسوؤں کے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہوگئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے لوگ ہمارے آنے کی خبر سن کر شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کی زیارت کے لئے شہر بغداد سے باہر استقبال کے لئے آئے اور لوگ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کو ہمارے درمیان نہ دیکھ کر سبب دریافت کیا کہ شیخ صاحب کیوں نہیں آئے؟ وہ کہاں ہیں؟ ہم نے سارا واقعہ لوگوں کو بتا دیا، واقعہ سن کر لوگوں میں کہرام مچ گیا شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کے مریدوں میں سے کثیر تعداد جماعت اسی غم وحسرت میں اسی وقت عالم آخرت کو سدھار گئے، اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلب القلوب! ہمارے شیخ کو ہدایت دے اور پھر اپنے مرتبے پر لوٹا دے۔ شیخ کے جانے کے بعد بغداد کی تمام خانقاہیں بند ہوگئیں، اور ایک سال تک اسی غم وافسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے، خبر تو لیں کہ کہاں ہیں کس حال میں ہیں؟ چنانچہ ہماری ایک جماعت نے شیخ کی طرف سفر کیا اور اس گاؤں میں پہنچ کر وہاں کے لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ تو جنگل میں سور چرا رہے ہیں ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ گاؤں والوں نے بتایا کہ شیخ نے سردار کی لڑکی سے منگنی کرنا چاہی تو اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ جنگل میں سور چرایا کرے گا، شیخ نے ہاں کر دی چنانچہ شیخ سور چرانے کی خدمت پر مامور ہے۔

ہم یہ سن کر حقہ بقہ ہوگئے، اور غم سے ہمارے کلیجے پھٹنے لگے آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈ نے لگا، بمشکل ہم اپنے دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جہاں شیخ سور چرا رہے تھے ہم نے دیکھا کہ شیخ پر نصاریٰ کی ٹوپی ہے اور کمر میں زنار باندھی ہوئی ہے اور اس لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس

لاٹھی سے وعظ وخطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے شیخ کی اس حالت نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنا سر جھکا لیا ہم نے قریب پہنچ کر "السلام علیکم" کہا، شیخ نے (دبی ہوئی آواز میں) وعلیکم السلام کہا،

حضرت شبلیؒ! اے شیخ اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوتے ہوئے بھی آج آپ کا یہ حال ہے،

شیخ اندلسیؒ! میرے بھائیوں یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کیا میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا ہی کر دیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا مجھے اپنے دروازے سے دور پھینک دیا اور اس کے فیصلے کو کون ٹال سکتا ہے، اے میرے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہوں (اس کے بعد شیخ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا) اے میرے مولیٰ میرا گمان تیرے بارے میں تو ایسا نہ تھا کہ تو مجھے ذلیل وخوار کر کے اپنے دراز ے سے نکال دے گا (اور یہ کہہ کر خدا سے استغاثہ کرنا) اور رونا شروع کر دیا۔

شیخ نے آواز دے کر کہا کہ اے شبلیؒ! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو (حدیث میں ہے السعید من وعظ بغیرہ) یعنی نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو نصیحت کرے، حضرت شبلیؒ نے (رونے کی وجہ سے لہراتی ہوئی آواز سے) نہایت دردناک لہجہ میں کہا اے پروردگار ہم تجھ ہی سے طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں ہر کام میں ہم کو تجھ پر ہی بھروسہ ہے ہم سے اس مصیبت کو دور فرما دے اس مصیبت کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں، خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہیں سب کے سب وہیں جمع ہو گئے اور زمین پر مرغ بسمل کی طرح لوٹنا تڑپنا اور چلانا شروع ہو گئے چنانچہ یہ میدان، میدان حشر کا نمونہ بن گیا، ادھر حضرت شیخ حسرت کے عالم میں زار وقطار رو رہے تھے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا! شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأت سے

پڑھا کرتے تھے، اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے۔

شیخ نے فرمایا: اے عزیزو! مجھے قرآن کی دو آیات کے سوا کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ وہ آیتیں کون سی ہیں؟ شیخ نے فرمایا ایک تو یہ ہے ﴿ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل مایشاء﴾ ''جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔'' اور دوسری آیت یہ ہے ﴿ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل﴾ ''جس نے ایمان کے بدلے میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستے سے گمراہ ہوگیا۔''

حضرت شبلیؒ نے فرمایا: اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں بمع اسناد کے زبانی یاد تھیں اب بھی ان میں سے کوئی ایک حدیث یاد ہے؟

شیخ نے فرمایا ہاں ایک حدیث یاد ہے اور وہ یہ ہے ﴿من بدل دینہ فاقتلوہ﴾ ''جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو۔''

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم شیخ کا یہ حال دیکھ کر بعد حسرت وغم کے شیخ کو وہیں چھوڑ کر واپس ہوئے اور بغداد کی طرف کا قصد کیا، ابھی ہم تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور با آواز بلند شہادتیں ﴿اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ﴾ پڑھتے جا رہے تھے، اس وقت ہماری خوشی کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جس کو مصیبت سے پہلے ہماری مصیبت اور حسرت وغم کا اندازہ ہو۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ نے (قریب پہنچ کر) مجھے کہا پاک کپڑے دو، اور کپڑے لیکر سب سے پہلے نماز کی نیت باندھی اور ہم منتظر رہے کہ شیخ نماز سے فارغ ہوں تو مفصل واقعہ سنیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ نماز سے فارغ ہوئے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ ہم اس خدائے قدیر وعلیم کا ہزار بار شکر گزار ہیں جس نے آپ کو ہم سے جدا کر کے پھر ملایا اور ہماری جماعت کی رونق بکھر جانے کے بعد پھر درست فرمادی آپ ذرا بیان تو فرمائیں کہ شدید انکار کے باوجود پھر آپ کا آنا کیسا ہوا؟

شیخ فرماتے ہیں: میرے دوستو! جب تم مجھے چھوڑ کر واپس ہوئے تو میں نے خدا کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اللہ سے دعا کی کہ خداوندا مجھے اس مصیبت سے نجات دے میں تیرا خطا کار بندہ ہوں، خداتعالیٰ نے میری آواز سن لی، میرے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کیا آپ کے اس آزمائش کا کوئی سبب تھا؟

حضرت شیخ نے فرمایا: ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گزر ہوا، آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحدین اور یہ کمبخت کیسے جاہل اور احمق ہیں کہ بے حس بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز آئی کہ یہ ایمان وتوحید جو کچھ بھی تمہارا ذاتی کمال نہیں یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو جو ان کو حقیر سمجھتے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا کہ ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو کہ درحقیقت ایمان تھا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد ہمارا قافلہ نہایت خوشی اور کامیابی کے ساتھ بغداد پہنچا سب مریدین شیخ کی زیارت اور ان کے دوبارہ قبول اسلام سے خوشیاں منا رہے تھے خانقاہیں اور حجرے کھول دیئے گئے، بادشاہ وقت شیخ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا اور کچھ ہدایات پیش کیں، شیخ پھر اپنے قدیم شغل میں مشغول ہو گئے اور وہی حدیث وتفسیر وعظ وتذکیر تعلیم وتربیت کا دور شروع ہو گیا، خداوند عالم نے شیخ کو بھلایا ہوا علم پھر عطاء فرمادیا بلکہ اب نسبتاً پہلے سے ہر علم وفن میں ترقی تھی تلامذہ کی تعداد

چالیس ہزار ہوگئی اور اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی ایک روز ہم صبح کی نماز پڑھ کر شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی شخص نے حجرے کا دروازہ کھٹکھٹایا، میں دروازے پر گیا تو دیکھا کہ ایک شخص سیاہ کپڑوں میں لپٹا ہوا کھڑا ہے۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کیا مقصود ہے؟ آنے والے نے کہا! اپنے شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ سے کہہ دو کہ وہ لڑکی جس کو آپ فلاں گاؤں میں چھوڑ کر آئے تھے آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہو چکی ہے جب کوئی خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو سارا جہاں اس کا ہو جاتا ہے اور جو اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے تو ہر چیز اس سے منہ موڑ لیتی ہے۔

حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں شیخ کے پاس گیا واقعہ بیان کیا حضرت شیخ سنتے ہی زرد ہو گئے، اور خوف سے کانپنے لگے، اس کے بعد اس لڑکی کو اندر آنے کی اجازت دی گئی، لڑکی شیخ کو دیکھتے ہی زار و قطار رونے لگی، شدتِ غم دم لینے کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ یہ کچھ کلام کرے۔

شیخ نے (لڑکی سے مخاطب ہو کر) فرمایا تمہارا یہاں کیسے آنا ہوا اور یہاں تک تمہیں کس نے پہنچایا، لڑکی نے کہا: اے میرے سردار جب آپ ہمارے گاؤں سے رخصت ہوئے اور مجھے خبر ملی تو میری بے چینی اور بے قراری جس حد تک پہنچی تھی اس کو میرا دل ہی جانتا ہے، نہ بھوک رہی نہ پیاس نیند تو کہاں آتی میں رات بھر اسی اضطراب میں رہ کر صبح کے قریب ذرا لیٹ گئی تھی اور اس وقت مجھ پر نیند غالب آگئی اسی حالت میں میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ اگر تو مومنات میں داخل ہونا چاہتی ہے تو بتوں کی عبادت چھوڑ دے اور شیخ کی اتباع کر اور اپنے دین سے توبہ کر کے شیخ کے دین میں داخل ہو جا۔

لڑکی کہتی ہے کہ میں نے (اسی عالم خواب میں اس شخص کو مخاطب ہو کر) کہا شیخ کا دین کیا ہے؟ تو اس شخص نے بتایا کہ اس کا دین اسلام ہے میں نے کہا اسلام کیا چیز

ہے؟ اس نے کہا کہ اس بات کی دل اور زبان سے گواہی دینا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے برحق رسول اور پیغمبر ہیں، میں نے کہا تو ٹھیک ہے میں شیخ کے پاس کس طرح پہنچ سکتی ہوں؟ اس شخص نے کہا ذرا آنکھیں بند کرلو اور اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو، لڑکی نے کہا ٹھیک ہے یہ کہا اور میں کھڑی ہوگئی اور ہاتھ اس شخص کے ہاتھ میں دیدیا وہ شخص میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھوڑی دور چل کر بولے بس کھول دو چنانچہ میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے آپ کو دجلہ (ایک نہر ہے جو بغداد کے نیچے بہتی ہے) کے کنارے پر پایا، اب میں پریشان ہوگئی اور میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی کہ میں چند منٹوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی اس شخص نے حجرے کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ سامنے شیخ کا حجرہ ہے وہیں چلی جاؤ اور شیخ سے کہہ دو کہ آپ کا بھائی (حضرت خضر علیہ السلام) آپ کو سلام کہتا ہے، میں اس شخص کے اشارے کے موافق، یہاں پہنچ گئی اور اب آپ کے خدمت کے لئے حاضر ہوں مجھے مسلمان کرلیجئے۔

شیخ ابوعبداللہ اندلسیؒ نے اس لڑکی کو مسلمان کرکے اپنے پڑوس کے ایک حجرے میں ٹھہرالیا کہ یہاں عبادت کرتی رہو، لڑکی عبادت میں مشغول ہوگئی اور زہد وعبادت میں اپنے شریک کثیر لوگوں سے سبقت لے گئی، دن بھر روزہ رکھتی اور رات بھر اپنے مالک وخالق بے نیاز کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی، محنت سے بدن ڈھل گیا، ہڈی اور چمڑے کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا آخر اسی میں مریض ہوگئی اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ موت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آنے لگا اور اب اس کا سفر آخرت آن پہنچا اس کے دل میں اس کے سوا کوئی حیرت باقی نہیں رہی ایک مرتبہ شیخ کی زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرلی جائیں، کیونکہ جس وقت سے اس حجرے میں مقیم ہوئی تھی اسی وقت سے نہ شیخ نے اس کو دیکھا اور نہ ہی شیخ کی زیارت ہوسکی جس سے آپ چند گھڑی کے مہمان کی حسرت وغم کا اندازہ کرسکتے ہیں آخر شیخ کو بلوا بھیجا کہ موت سے پہلے ایک مرتبہ میرے پاس آکر شیخ کی زیارت ہوجائے۔

شیخ یہ سن کر فوراً تشریف لائے جہاں وہ لڑکی حسرت بھری نگاہوں سے شیخ کو زیارت کے لئے ترس رہی تھی مگر آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی آنکھیں اسے ایک نظر بھی دیکھنے کی مہلت نہیں دیتیں لیکن اس لڑکی کی زبان بے زبان یہ کہہ رہی تھی ۔

دمِ آخر ہے ظالم دیکھ لینے دے نظر بھر کر
سدا پھر دیدۂ تر کرتے رہنا اشک افشانی

آخر شیخ صاحب آئے تو لڑکی نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان اور بیٹھی ہوئی آواز سے اتنا لفظ کہا ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

شیخ نے (شفقت آمیز آواز سے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا) تم گھبراؤ نہیں انشاء اللہ عنقریب ہماری ملاقات جنت میں ہونے والی ہے۔

لڑکی شیخ کے ناصحانہ کلمات سے متاثر ہوکر خاموش ہوگئی اور اب یہ خاموشی اور مُہر سکوت صبح قیامت سے پہلے نہ ٹوٹے گی اس خاموشی پر کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ مسافر آخرت نے اس دار فانی کو خیر باد کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ اس لڑکی کی وفات پر غم زدہ ہوئے مگر شیخ کی حیات بھی دنیا میں چند روز سے زائد نہیں رہی حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں چند ہی روز کے بعد شیخ صاحب اس عالم فانی سے رخصت ہوئے، کچھ دنوں کے بعد میں نے شیخ کو خواب میں دیکھا کہ جنت کے ایک پرفضاء باغ میں مقیم ہیں، اور ستر (۷۰) حوروں سے آپ کا نکاح ہوا ہے جن میں پہلی وہ عورت ہے جس کے ساتھ دنیا میں نکاح ہوا وہ عورت یہی لڑکی تھی اور اب وہ دونوں ابدالآباد جنت کی بیش قیمتی نعمتوں میں خوش وخرم ہیں۔ ''ذالک فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم.''

(اکابر کا سلوک واحسان ص ۶۷ سے ۶۷ تک)

حفاظت قرآن پر مامون الرشید کے دربار کا واقعہ

قرآن پاک کو جہاں دیگر خصوصیات وامتیاز حاصل ہیں وہ کسی اور کتاب میں نہیں ان میں سے ایک خصوصیت امتیاز یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خودلیا ہے چودہ صدیوں سے زائد کا وقت گزر جانے کے باوجود قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں اسی آب وتاب کے ساتھ موجود ہے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتیں باوجود ہزار کوششوں کے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی تاریخ کتب میں حفاظت قرآن کے بڑے بڑے بہت سے واقعات ملتے ہیں ان مختلف واقعات میں سے ایک مامون الرشید کے دور کا ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے یہ واقعہ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

(دیکھئے تفسیر الجامع القرآن جلد ۱ ص:۵)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے بھی اپنی تفسیر (معارف القرآن جلد نمبر ۵ ص ۲۹) میں نقل کیا ہے اسی واقعہ کو حضرت مفتی تحریر فرماتے ہیں

امام قرطبیؒ نے اس جگہ سند متصل کے ساتھ امیر المومنین مامون الرشید کے دربار کا ایک واقعہ نقل کیا ہے مامون الرشید کی عادت تھی کہ وہ اپنے دربار میں علمی مسائل پر بحث ومباحثہ اور مذاکرے کرایا کرتے تھے جس میں ہر اہل علم کو آنے کی اجازت تھی۔

ایسے ہی ایک مذاکرے میں ایک یہودی آیا جو کہ بہت ہی خوبصورت شکل ولباس وغیرہ کے اعتبار سے بھی ممتاز آدمی معلوم ہوتا تھا جب گفتگو کی تو وہ بھی فصیح اور بلیغ اور عاقلانہ گفتگو تھی جب مجلس ختم ہوگئی تو مامون الرشید نے اسے بلا کر پوچھا کہ تم اسرائیلی ہو؟ اس شخص نے اقرار کیا، مامون الرشید نے (امتحان لینے کے لئے) کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے۔

اس نے جواب دیا کہ میں تو اپنے اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو نہیں چھوڑ سکتا

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ پھر ایک سال کے بعد یہی شخص مسلمان ہو کر آیا مجلس مذاکرہ میں فقہ اسلامی کے موضوع پر بہترین تقریر کی اور عمدہ تحقیقات پیش کیں مجلس ختم ہونے کے بعد مامون الرشید نے پوچھا کیا تم وہی شخص ہو جو گزشتہ سال آئے تھے؟ جواب دیا جی ہاں وہی ہوں، مامون الرشید نے پوچھا کہ اس وقت تم نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا پھر اب مسلمان ہونے کا کیا سبب (بنا) ہے؟

اس شخص نے کہا کہ جب میں یہاں سے گیا تو میں نے موجودہ تمام مذاہب کی تحقیق کرنے کا ارادہ کیا، میں ایک خطاط اور خوشنویس آدمی ہوں اور میں کتابیں لکھ کر فروخت کرتا ہوں تو اس سے مجھے اچھی قیمت مل جاتی ہے، میں نے امتحان لینے کے لئے تورات کے تین مختلف نسخے لکھے جس میں میں نے بہت جگہ اپنی طرف سے کمی بیشی کی اور میں یہ نسخے لیکر کنیسہ میں پہنچا، یہودیوں نے بڑی رغبت سے ان نسخوں کو خرید لیا پھر اسی طرح میں نے انجیل کے تین نسخے کمی بیشی کے ساتھ کتابت کی اور اس کو فروخت کیا تو اس کو بھی میں نصاریٰ کے عبادت کے خانوں میں لے گیا وہاں بھی عیسائیوں نے بڑی قدر ومنزلت کے ساتھ مجھ سے وہ نسخے خرید لیے، پھر یہی کام میں نے قرآن مجید کے ساتھ کیا اس کے بھی تین نسخے عمدہ کتابت کے ساتھ کمی بیشی کی ان نسخوں کو لیکر جب میں فروخت کرنے کے لئے نکلا تو جس کے پاس لے گیا تو اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں جب کمی بیشی نظر آئی تو انہوں نے واپس کر دیا۔

اس واقعہ سے میں نے یہ سبق سیکھ لیا کہ یہ قرآن مجید محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی حفاظت فرمائی ہے، اس لئے میں مسلمان ہو گیا۔

قاضی یحییٰ بن اکثم اس واقعہ کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ اتفاقاً اسی سال مجھے حج کے ادا کرنے کی توفیق ہوئی، وہاں سفیان بن عیینہ سے ملاقات ہوئی تو یہ قصہ ان کو سنایا انہوں نے فرمایا بے شک ایسا ہی ہونا چاہئے تھا کیوں کہ اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے یحییٰ بن اکثم نے پوچھا کہ قرآن کی کون سی آیت میں ہے؟ تو فرمایا کہ قرآن نے

جہاں تورات انجیل کا ذکر کیا ہے اس میں فرمایا ﴿بما استحفظوا من کتٰب اللہ﴾ یعنی یہود ونصاریٰ کو اللہ نے تورات انجیل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب یہود ونصاریٰ نے حفاظت کا فریضہ ادا نہ کیا تو یہ کتابیں مسخ ومنحرف ہوکر ضائع ہوگئیں، بخلاف قرآن کریم کے کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وانا لہ لحفظون﴾ یعنی ہم ہی اس کے محافظ ہیں، اسی وجہ سے اس کی حفاظت خدا تعالیٰ نے خود فرمائی تو دشمنوں کی ہزاروں کوششوں کے باوجود بھی اس کے ایک لفظ میں بھی فرق نہ آسکا۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ آج عہد رسالت کو بھی تقریباً چودہ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے تمام دینی اور اسلامی امور میں مسلمانوں کی کوتاہی اور غفلت کے باوجود قرآن کے حفظ کرنے کا سلسلہ تمام دنیا کے مشرق ومغرب ممالک میں اسی طرح قائم ہے ہر زمانہ میں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے بچے جوان بوڑھے لڑکے لڑکیاں موجود ہیں جن کے سینوں میں پورا قرآن محفوظ ہے کسی بڑے سے بڑے عالم کی بھی مجال نہیں کہ ایک حرف غلط پڑھ دے اسی وقت بڑے اور بچے اس کی غلطی پکڑ لیں گے۔

(معارف القرآن جلد نمبر ۵ ص:۲۶۹)

امام کرخی کا وظیفہ اور اس کا جنازہ

فقہائے احناف میں سے ایک بہت بڑے فقیہ گزرے ہیں جس کا نام عبداللہ بن حسین رحمۃ اللہ اور کنیت ابو الحسن ہے، عبداللہ بن حسین عراق کی ایک نواحی لبستی ''کرخ'' کی طرف سے نسبت کی وجہ سے کرخی کہلاتے تھے، آپ نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ومعروف تھے، امام ابو بکر جصاص رازیؒ اور امام ابو الحسن قدوریؒ جیسی مشہور شخصیات کے استاد ہیں، مولانا عبدالحی لکھنویؒ آپ کے حالات میں تحریر فرماتے

ہیں۔

آپؒ بڑی کثرت کے ساتھ نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے تھے آخر عمر میں آپ پر فالج نے حملہ کیا اور آپ فالج کے حملے کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے، آپؒ کے کچھ شاگردوں نے (وقت کے بادشاہ) سیف الدولہ بن حمدان کو لکھا کہ امام کرخی (عبداللہ بن حسین) کے لئے بیت المال سے کچھ وظیفہ متعین کر دیا جائے تاکہ وہ فارغ البالی کے ساتھ اپنی عمر کے آخری ایام بسر کر سکیں امام کرخیؒ بن حسین کو جب شاگردوں کی اس تحریک کا علم ہوا تو بیحد روئے اور بولے ﴿اللھم لاتجعل رزقی الا من حیث عوتنی﴾ ''اے اللہ مجھے میرا رزق بس اسی جگہ سے عطا کر جس کا آپ نے مجھے عادی بنا رکھا ہے۔''

(مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے) لکھا ہے سیف الدولہ کا دس ہزار دراہم کا عطیہ امام کرخی کے لئے اس کے پاس پہنچ رہا تھا، اور دوسری طرف لوگ اس علم و عمل کے پیکر کو کندھوں پر اٹھائے تہہ خاک سلانے کے لئے جا رہے تھے۔

امام ابوالحسن عبداللہ بن حسین کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات شعبان کی پندرویں شب ۳۴۰ھ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بحوالہ ماہنامہ انوار مدینہ جولائی 1997ء)

بڑھیا کا ایک درہم سب سے برتر

ایک مرتبہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ حج سے (فارغ ہوکر) بغداد واپس آئے تو اہل بغداد کی ایک بڑی جماعت ان کے پاس آئی اور ہر ایک نے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اپنی طرف سے کچھ نقد و جنس ہدیہ پیش کئے، اور ایک بہت ہی زیادہ ضعیف بڑھیا بھی آئی اس نے اپنی چادر میں سے ایک درہم نکالا اور پیش کیا حضرت شہاب الدین سہروردیؒ نے اس درہم کو تمام نذرانوں اور ہدیوں کے اوپر نمایاں

طور پر رکھ دیا، پھر تمام حاضرین سے کہا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ ان نذرانوں کے ڈھیر میں سے جو کچھ لینا چاہتا ہے تو اپنی اپنی پسند کی چیزیں لے لیں، اس موقع شیخ جلال الدین تبریزیؒ بھی موجود تھے شہاب الدین سہروردیؒ نے ان سے فرمایا کہ تم بھی جو کچھ لینا چاہتے ہو لے لو، شیخ جلال الدینؒ نے بڑھیا کا پیش کردہ درہم اٹھالیا شیخ سہروردیؒ نے یہ دیکھ کر کہا کہ تم نے تو سب کچھ لے لیا۔ (اخبار الاخیار ص ۱۰۳ اردو)

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ قضاء وقت کے درمیان مکالمہ

حضرت حاتم اصمؒ تیسری صدی ہجری کے بزرگ تھے حضرت شفیق بلخیؒ کے شاگردوں میں سے تھے اور حضرت احمد بن خضرویہ کے استاد تھے حضرت حاتم زہد وتقویٰ میں یکتا روزگار تھے مخلوق کی خیرخواہی وعظ ونصیحت آپ کا مشغلہ تھا بقول علامہ ذہبیؒ کے آپ کو اس امت کا حکیم لقمان کہا جاتا تھا۔

ابونعیم اصفہانیؒ نے حلیۃ الاولیاء میں اور حالات ومقالات صوفیہ میں تفصیل سے آپ کے حالات لکھیں ہیں اس کے اندر ابونعیم نے حضرت حاتم اور قاضی رئی محمد بن مقاتل کے درمیان پیش آنے والا ایک طویل مکالمہ تحریر کیا ہے اور اس مکالمہ کو کتاب کے حوالے سے ذکر کیا جارہا ہے جو کہ ہمارے لئے سبق آموز اور عبرت وفکر انگیز بھی ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بلخ سے (حضرت) حاتم حج کے ارادے سے نکلے راستے میں شہر رے دیکھ کر ٹھہر گئے (آپ) ایک تاجر کے مہمان تھے تاجر نے ایک دن ان سے کہا کہ شہر کے ایک (بہت بڑے) عالم بیمار ہیں میں ان کی عیادت کے لئے جارہا ہوں، حضرت حاتم نے کہا کہ اگر عالم ہے تو میں بھی چلتا ہوں کیونکہ فقیہ کی عیادت کی بڑی فضیلت ہے بلکہ ﴿النظر الی الفقیہ عبادۃ﴾ فقیہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

دراصل یہ کے قاضی القضاۃ محمد بن مقاتل تھے اس زمانے میں بیمار ہوگئے تھے

جب حضرت حاتم اس (مہمان) تاجر کے ساتھ قاضی   ب کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ کیا ہے؟ وہ تو ایک بڑی عظیم الشان ڈیوڑھی کا استانہ ہے حضرت حاتم سوچ فکر میں پڑ گئے اور بولے کہ "**باب عالم علی هذه الحال؟**"۔ایک عالم کے دروازے کا یہ حال ہے؟

تھوڑی دیر بعد اندر سے بلاوا آیا جب ڈیوڑھی میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ

پھولوں کا چمن ایک طرف ہے فوارے سے پانی اچھل رہا ہے اور ہر ایک کمرے کے سامنے پردے پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایک مجمع ہے (یعنی نوکروں اور چاکروں کا مجمع ہے)

حضرت حاتمؒ کی حیرت بڑھتی جارہی تھی آخر کار قاضی صاحب کے سامنے پہنچے دیکھا کہ ایک مکلّف گدا بچھا ہوا ہے اس پر قاضی صاحب آرام فرمارہے ہیں قاضی صاحب سرہانے لائنیں بنائے ہوئے غلام کھڑے ہیں، مہمانوں کو دیکھ کر قاضی صاحب اپنی مسند پر بیٹھ گئے اور حضرت حاتمؒ سے بھی کہا کہ تشریف لائیں بیٹھیں لیکن وہ کھڑے ہی رہے جب قاضی صاحب نے بیٹھنے پر اصرار کیا اور ان کو دیکھا کہ انکار پر انکار کررہے ہیں تو قاضی نے حاتم اصمؒ سے پوچھا کہ آپ کسی ضرورت سے تشریف لائے ہو؟ حضرت حاتم نے کہا کہ ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے کہا پوچھئے، ذرا اطمینان کے ساتھ بیٹھ جائیں غلام سامنے کھڑے تھے۔ تکیے قاضی صاحب کے پیٹھ کے پیچھے رکھ دیئے گئے اور قاضی صاحب ان سے ٹیک لگائے بیٹھ گئے انتظار کرنے لگے کہ حاتم اصمؒ کیا پوچھیں گے اس کے بعد یہ مکالمہ دونوں میں شروع ہوا۔

حاتم اصمؒ: آپ نے یہ علم کن لوگوں سے سیکھا ہے؟

قاضی: بڑے بڑے معتبر اساتذہ سے۔

حاتم اصم: ان کے پاس علم کہاں سے آیا تھا؟

قاضی: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ سے۔

حاتم اصمؒ: رسول اللہ ﷺ کے پاس علم کہاں سے آیا تھا۔

قاضی: جبرائیل علیہ السلام لائے تھے۔

حاتم اصمؒ: ہاں! تو ذرا یہ فرمائیں کہ آپ کے پاس علم کا جو ذخیرہ ہے وہی ذخیرہ ہے جسے اللہ سے جبرائیل نے پایا اور جبرائیل نے رسول اللہ کو پہنچایا اور رسول اللہ سے یہ ذخیرہ صحابہ تک پہنچا، اور صحابہ سے آپ کے بڑے بڑے معتبر اساتذہ تک پہنچا اس ذخیرے میں کہیں (قاضی کی شان وشوکت کی طرف اشارہ کرکے) اس کی بھی اطلاع دی گئی ہے کہ جس کا گھر امیروں کے گھر کے مانند ہوگا اور جس کے پاس امیرانہ ٹھاٹ باٹ ہوگا اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ سب سے زیادہ بلند ہوگا؟

قاضی: نہیں یہ تو میں نے نہیں سنا۔

حاتم اصمؒ: یہ نہیں سنا تو پھر کیا (قاضی کی شان وشوکت کی طرف اشارہ کرکے) اس کا علم بھی آپ تک پہنچا ہے یا نہیں کہ دنیا سے رخ پھیر کر آخرت کی تعمیر میں جو زیادہ مشغول رہیں گے اور غرباء اور مسکین سے جو زیادہ محبت کریں گے اور آئندہ زندگی کی تیاری کرتے رہیں گے خدا کے نزدیک ان ہی کا مرتبہ بلند ہوگا اسی کے ساتھ حاتم اصمؒ کو جوش آیا اور اسی جوش میں فرمانے لگے۔

تم نے اپنے آپ کو کن لوگوں کی زندگی سے مطمئن کررکھا ہے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور امت کے صالحین کی زندگی سے؟ یا فرعون ونمرود کی زندگی سے تمہارے قلب نے اطمینان کو پایا ہے وہی فرعون ونمرود کی سلطنت ہے جس سے اینٹ اور چونے کی تعمیر کی ابتداء ہوئی۔

قاضی ابن مقاتل (غوروفکر سے) سن رہے تھے اور حاتم اصمؒ فرماتے جارہے تھے کہ اے علماء سوتم ہی کو ایک بیچارا غریب جاہل مسلمان دنیا دار دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ جب ایک عالم اس حال میں ہے تو پھر اپنے آپ کو میں اس سے زیادہ برے حال میں

نہیں پاتا۔

کہتے ہیں کہ بیچارے قاضی کے ہوش حاتم اصمؒ کی اس تقریر سے لرز گئے تھے گھٹنے کی بیماری کم ہونے کی بجائے اوراضافہ ہوگیا(قاضی کو)اسی حال میں چھوڑ کر حاتم اصم ان کے گھر سے باہر نکل گیا۔

ابونعیم آگے تحریر فرماتے ہیں کہ اہل رئے کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت حاتم اصم سے عرض کیا کہ حضور! قزوین کے طنافسی عیش پرستی میں ان سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں حضرت حاتم اصمؒ طنافسی کے پاس پہنچے اورایک ناواقف شکل میں قاضی طنافسی سے وضو کرنے کا طریقہ پوچھا انہوں نے بتادیا حاتم اصم نے کہا میں آپ کے سامنے وضو کرتا ہوں کوئی غلطی رہ جائے تو درست کردیجئے گا یہ کہہ کر وضو کرنے لگے ابتداء میں تو تین تین دفعہ ہرعضو کو دھویا جب ہاتھ دھونے کی باری آئی تو بجائے تین دفعہ کے چار دفعہ ہاتھوں کو دھویا قاضی طنافسی نے ٹوکا کہ تم نے غلطی کی ہے پوچھا کہ کیا غلطی کی ہے قاضی طنافسی نے کہا تین بار سے زیادہ دھونا پانی کو بیکار ضائع کرنا ہے اور شریعت میں اس کو اسراف (فضول خرچی) قرار دیا گیا ہے تب حضرت حاتم اصمؒ نے سر اٹھایا اور کہنے لگے سبحان اللہ میں غریب آدمی تو ایک پانی کا چلو بہا کر اسراف کا مرتکب ٹھہرایا گیا اور جناب والا نے یہ طمطراق جو اکٹھا کر رکھا ہے آخر یہ کیا ہے؟ قاضی طنافسی سمجھ گئے کہ حاتم اصمؒ کا مطلب وضو کا طریقہ سیکھنا نہیں بلکہ انہیں متنبہ کرنا تھا چنانچہ ان پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ گھر گئے تو چالیس دن تک باہر نہیں نکلے

(حلیۃ الاولیاء جلد نمبر ۸ ص: ۸۰ بحوالہ انوار مدینہ ص: ۵۶)

حضرت حاتم اصمؒ کا انتقال افغانستان کے شہر بلخ کے نواح میں ۲۳۷ھ میں ہوا۔

عمرؓ بن خطاب کی نصیحت اور شراب خور کی توبہ

عماد الدین حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ابن ابی حاتم کی سند نقل کرتے ہیں کہ اہل شام میں ایک بہت بڑا رعب دار اور قوی آدمی رہتا تھا، یہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا کرتا تھا کچھ عرصہ تک وہ آدمی نہ آیا تو حضرت عمرؓ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو لوگوں نے کہا امیر المومنین اس شخص کا حال نہ پوچھئے کیونکہ وہ تو شراب میں بدمست رہنے لگا ہے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا کہ یہ خط لکھو۔

﴿من عمر بن الخطاب الى فلان بن فلان سلام عليک فانی احمد اليک الله الذی لااله الا هو غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب ذی الطول لااله الا هو اليه المصير﴾

ترجمہ: من جانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں سلام علیک اس کے بعد میں تمہارے لئے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ گناہوں کو معاف کرنے والا توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا بڑی قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اس کے بعد حاضرین مجلس سے کہا سب مل کر اس شخص کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمالے جب اس شخص کے پاس حضرت فاروق اعظمؓ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور وفکر کرتا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا بھی وعدہ کیا ہے پھر رونے لگا اور شراب خوری سے باز آ گیا اسی وقت توبہ کی اور ایسی توبہ کی کہ پھر شراب کے پاس نہ گیا، حضرت فاروق اعظمؓ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے

لئے دعا کرو کہ وہ توبہ کرے اور تم اس کے مقابلے پر شیطان کے مددگار نہ بنو یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا اسکو غصہ دلا کر دین سے دور نہ کرو یہ تو شیطان کی مدد ہے۔

(تفسیر القرآن العظیم للامام ابن الکثیر جلد نمبر ۴ص: ۷۰)

کتاب وسنت میں طب اور حکمت پر طبیب لاجواب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن جلد ۳ص ۵۴۷ پر طب اور حکمت پر زبردست واقعہ نقل کرتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں:

تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ امیر المومنین ہارون الرشید کے پاس ایک نصرانی طبیب علاج کے لئے رہتا تھا اس نصرانی طبیب نے علیؒ بن حسین سے کہا تمہاری کتاب یعنی قرآن مجید میں علم طب کا کوئی حصہ نہیں حالانکہ دنیا میں (صرف) دو علم ہیں ایک علم ادیان دوسرا علم ابدان جس کا نام طب ہے۔ علیؒ بن حسینؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سارے فن طب اور حکمت کو (قرآن مجید) کی آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے وہ آیت یہ ہے (کلوا واشربوا ولاتسرفوا) پھر اس نصرانی نے کہا اچھا تمہارے رسول کے کلام میں بھی طب کے متعلق کچھ ہے؟ علی بن حسین نے فرمایا کہ چند کلمات میں سارے فن طب کو جمع کر دیا ہے آپ نے فرمایا معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور مضر چیزوں سے پرہیز دواء کی اصل ہے اور جب یہ سنا تو کہا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے رسول اللہ ﷺ نے جالینوس کے لئے کوئی طب نہیں چھوڑی۔

(معارف القرآن جلد ۳ص: ۵۴۷ تحفۃ العرب اردو ترجمہ ص ۵۲)

عرس اور قوالی کا واقعہ

ہمایوں بادشاہ کے زمانے میں حضرت میر سید ابراہیم بن معین عبدالقادر الحسنی القادری الایرجیؒ ایک بہت بڑے مشہور و معروف بزرگ تھے ہمایوں کے زمانے میں دہلی میں کوئی شخص علم و دانش میں میر سید ابراہیم بن معین عبدالقادر کے برابر کا نہ تھا سید صاحب

گوشہ نشین ہوکر مطالعہ کتب کرتے رہتے تھے ،اور مجلس سماع کو پسند نہیں فرماتے تھے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب (اخبارالاخیار) میں حضرت سید ابراہیم کا محفل سماع سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ تحریر فرمایا ہے جو کہ قابل نصیحت ہے۔

میر سید ابراہیم محفل سماع میں شریک نہیں ہوتے تھے ایک مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے عرس کے موقع پر ان کے ایک اہم عصر امریدم بزرگ حضرت شیخ رکن الدینؒ بن شیخ عبدالقدوس (گنگوہیؒ) میر سید ابراہیمؒ کے پاس آئے اورعرس کی مجلس سماع میں شرکت کی دعوت دی میر سید ابراہیمؒ نے وہاں جانے سے انکار کردیا لیکن شیخ رکن الدین سے کہا کہ وہ حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کے پاس مراقبہ کرلے اور معلوم کرے کہ اس قوالی کے متعلق ان کا کیا خیال ہے شیخ رکن الدین نے ایسا ہی کیا اور حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار کے پاس مراقبہ کے لئے بیٹھ گئے، قوالی کی مجلس گرم ہوئی تمام شرکاء جوش خروش میں تھے شیخ رکن الدینؒ کو کشف ہوا کہ حضرت خواجہ قطب الدین فرمارہے ہیں۔

این بدبختاں دماغ مارابردند

ووقت مارامشوش شاختند

''ان بدبختوں نے ہمارادماغ کھارکھا ہے اور یہ ہمارا وقت بربارکررہے ہیں۔''

شیخ رکن الدین نے میر سید ابراہیم کواپنایہ کشف سنایا سید صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا اب بھی آپ مجھ کو مجلس سماع کی شرکت سے معذور رکھیں گے یا نہیں (حضرت شیخ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا۔

ایں چنیں ست کہ می فرمائید حق بجانب شما است

''بات وہی صحیح ہے جوآپ فرماتے ہیں حق آپ ہی کی جانب ہے۔''

(اخبارالاخیار اردوص:۵۱۳)

حضرت میر سید ابراہیم کی وفات ۹۵۳ھ میں ہوئی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مقبرے میں حضرت امیر خسروؒ کے پہلو میں مدفون ہوئے یہ واقعہ آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے کا ہے اس زمانے کے عرسوں اور قوالیوں کا یقیناً وہ حال نہیں تھا جو آج کل کے عرسوں اور قوالیوں کا ہے لیکن اس کے باوجود وہ عرس وقوالی کو پسند نہیں فرماتے تھے تو آج کل کے عرس وقوالی کیسے پسندیدہ ہوسکتے ہیں۔ (ذرا غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے اس کی مزید تفصیل ہماری کتاب ''مسلمانوں کے غیر اسلامی کردار اور اس کا علاج'' میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں)۔

ارکانِ سلطنت کا ایاز پر الزام اور ایاز کی وفاداری

محمودؒ اور ایاز یہ دو ایسی ہستیوں کے نام ہیں جنہیں اپنے کارناموں اور تعلق خاص کی وجہ سے شہرت حاصل تھی اور دونوں کا نام مخلوق کی زبان پر ہر وقت جاری وساری رہتا تھا ان میں سے ایک (محمود) سلطان محمود تھا جو فاتح سومنات ہے دوسرا شخص سلطان کے انتہائی جان نثار اور محبوب ترین غلام خواجہ احمد ایاز ہے، خواجہ ایاز کا تذکرہ بڑے بڑے شعراء اور ادباء نے اپنے کلاموں میں مختلف انداز میں خراج تحسین پیش کیا ہے جس کی وجہ سے ان کی شہرت بام عروج کو پہنچ گئی، خواجہ ایاز سے ہمارا تعلق اس لحاظ سے بھی ہے کہ وہ شہر لاہور کے معمار بھی ہیں، انہوں نے اپنے زمانے میں شہر لاہور کو از سر نو آراستہ آباد کیا تھا ورنہ اس سے پہلے لاہور شہر بادشاہوں کے تخت وتاج کی وجہ سے کھنڈر کی شکل اختیار کر چکا تھا اگر خواجہ ایاز کو شہر لاہور کا بانی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا خواجہ ایاز یوں تو معمولی شکل وصورت کے حامل نحیف اور نزار انسان تھے لیکن اپنی جانثاری اور وفاداری کی وجہ سے سلطان محمود کے دل میں بسے ہوئے تھے سلطان محمود کو آپ سے بے حد محبت تھی اور وہ آپ کو ہر وقت ساتھ رکھتے تھے کتابوں میں سلطان محمود اور خواجہ ایاز کے بہت سے واقعات ملتے ہیں ان میں سے چند واقعات قارئین کی نظر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس کا

ذکر شیخ سعدیؒ نے بوستان میں بھی کیا ہے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

سلطان محمود غزنویؒ کے کسی درباری نے سلطان پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ ایاز میں کوئی ایسی خاص خوبی تو نہیں ہے پھر نہ معلوم بادشاہ اس پر کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟ سلطان محمود غزنویؒ کے پاس جب یہ بات پہنچی تو اسے بڑا غصہ آیا لیکن اس نے فیصلہ کیا کہ مناسب موقع پر اس کا جواب دیا جائے اتفاق سے جلد ہی ایک موقع پیدا ہو گیا ایک دن دوران سفر قیمتی سامان سے لدے ہوئے ایک اونٹ کا پاؤں پھسلا تو وہ اونٹ زمین پر گر گیا، اور اس پر لدا ہوا سارا سامان گر گیا سلطان نے حکم دیا کہ اس بکھرے ہوئے سامان میں سے جو شخص جو چیز اٹھائے گا وہ اسی کی ہو جائے گی یہ حکم دیکر سلطان آگے بڑھ گیا اور اس کے تمام ہمراہی مال لوٹنے میں مصروف ہو گئے بس ایک ایاز اس کے ساتھ رہا، سلطان نے پوچھا ایاز تم نے بھی کچھ حاصل کیا؟ اس نے ادب سے جواب دیا کہ میں نے کچھ حاصل نہیں کیا (حاصل) کرتا بھی کیوں؟ میں تو آپ کی خدمت کے لئے ہوں آپ کی خدمت چھوڑ کر مال کو کیا جمع کروں؟ سلطان نے حاسدوں کو بتایا کہ ایاز کی یہی خوبی ہے جس نے اسے ہماری نظروں میں محبوب بنا رکھا ہے شیخ سعدی یہ حکایت لکھ کر دو شعر رقم فرماتے ہیں جو اس واقعہ کی گویا روح ہیں۔

گرت قربتے ہست در بارگار بخلعت مشو غافل از پادشاہ

خلاف طریقت بود کاولیاء تمنا کنند از خدا جد خدا

(بوستان ص ۱۰۵)

اگر تجھے دربار میں قرب حاصل ہے تو پوشاک میں لگ کر بادشاہ سے غافل نہ ہو یہ طریقت کے خلاف ہے کہ اولیاء اللہ خدا سے خدا کے ماسوا کی تمنا کریں دوسرا واقعہ مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں ذکر کیا ہے یہ واقعہ مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا رومیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایاز نام کا ایک بہت غریب شخص تھا محمود

بادشاہ نے اس کے اخلاق عالیہ کے سبب اس کو اپنا محبوب اور مقرب بنالیا تھا لیکن ایاز جس دن شاہ محمود کے یہاں حاضر ہوا تھا اس دن اس کے پاس صرف ایک پرانی گدڑی تھی اور ایک بوسیدہ پوستین تھا جس کو ایاز دیکھتا اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے یہ کہتا کہ اے ایاز! ایک وہ دن تھا کہ اسی بوسیدہ گدڑی میں تو یہاں آیا تھا اور آج تو مقرب بادشاہ ہے دیکھ اپنی حقیقت کو مت بھولنا نظر عنایت شاہ کی تجھ پر بہت ہے ناز اور تکبر میں مبتلا نہ ہونا بلکہ یہ شکر کا مقام ہے کہ یہی گدڑی پہننے والا آج مقرب اور محبوب سلطان ہے جس سے آج تمام وزراء حکمران لرزتے ہیں رفتہ رفتہ یہ خبر عام ہوگئی سارے ارا کین سلطنت کو پہلے ہی سے ایاز کے ساتھ حسد تھا کہ ایک معمولی غریب آدمی آج ہم سب سے سبقت لے گیا اور اس سے بڑھ کر شاہ محمود کا کوئی مقرب اور محبوب نہیں ہے حاسدین میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ ایاز تنہا حجرے میں جا کر کیا کرتا ہے؟ اور حجرے کو ہر وقت بند کیوں رکھتا ہے ہو نہ ہو یہ خفیہ شاہی خزانے سے چرا کر دولت ضرور جمع کر رہا ہوگا پس سلطان محمود کو اس کی اس حرکت کی خبر کرنا چاہئے تاکہ یہ تقرب ایاز کا عتاب شاہی سے بدل جائے۔ پس سب نے باہمی مشورہ کے بعد سلطان محمود کو خبر دی کہ حضور ایاز گندم نما جو فروش ہے یہ آپ کا عاشق اور صادق نہیں ہے بلکہ یہ منافق ہے خزانہ شاہی سے اپنے خاص حجرے میں سیم وزر جمع کر رہا ہے۔

سلطان محمود کو ایاز کے متعلق ایسی حرکت کا گمان تک بھی نہ ہوا لیکن ارا کین پر حجت تمام کرنے کے لئے اور ایاز کا مقام محبت اور اس کی صداقت ظاہر آنے کے لئے حکم نافذ کر دیا کہ آدھی رات کو ایاز کے حجرے کی تلاشی لی جائے، ارا کین سلطنت بڑے خوش ہوئے کہ آج رات ایاز کی قلعی (بھیت) کھل جائے گی اور اسکا تقرب ختم ہو جائے گا۔

چنانچہ آدھی رات کو اس حجرے کا تالا توڑا گیا اور حکام سلطنت نے حجرے کے اندر تلاشی لی لیکن بجز ایک پرانی گدڑی اور ایک بوسیدہ پوستین کے حجرے میں کچھ نہ تھا اور حاسدین نے حجرے کی زمین بھی اس شبہ سے کھودی کہ شاید زمین میں دفن ہو

اور گدڑی دھوکہ دینے کے لئے ٹانگ رکھی ہو بالآخر تلاشی لینے والے حکام بہت و نامراد ہو کر شاہ محمود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرمندگی معذرت اور معافی طلب کرنے لگے۔

سلطان محمود پر اس وقت ایاز کی محبت میں ایک حال مزید غالب ہوگیا اور ایاز سے پوچھا کہ اے ایاز! اس قدر اہتمام سے اس گدڑی اور پوستین بوسیدہ کو حجرے میں کیوں بند کر رکھا ہوا ہے؟ ایاز نے عرض کیا کہ حضور میں ہر روز اپنی اس گدڑی اور پوستین بوسیدہ کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہوں اور نفس سے کہتا ہوں کہ اے ایاز! تیری یہ تمام نعمتیں عزت وشوکت سلطان شاہ محمود ہے ورنہ اے ایاز! تیری حقیقت ایک دن یہی گدڑی اور بوسیدہ پوستین تھی۔

(معرفت الہیہ ص: ۱۸۷ بحوالہ انوار مدینہ اکتوبر 97ء ص ۶۰)

سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور افغانستان کے شہر غزنی کے قصر فیروز میں مدفون ہوئے خواجہ ایاز نے ۴۴۹ھ میں شہر لاہور میں وفات پائی اور سچوک رنگ محل لاہور میں آپ مدفون ہیں اور آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

ایک موذن کی عاجزی اور جن کی فراری

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ عبدیت تو اسی ذات میں ہے کہ جو ہر چیز کو فنا کردے اس کے سامنے عاجزی انکساری اختیار کرنی چاہئے اپنے رب کے یہاں عاجزی کرنے والے ہی کی قدر ہے حق تعالیٰ کی ذات تو بڑی ہی رحیم وکریم ہے مخلوق بھی عاجزی کو پسند کرتی ہے اس پر ایک حکایت یاد آئی ایک مہاجن (مہاراجہ) کی لڑکی پر ایک جن عاشق ہوگیا تھا بڑے بڑے عامل آئے اور جن اتارنے میں کامیاب نہ ہوسکے بعض جن بڑے سرکش اور قوی ہوتے ہیں اس مہاراجہ کی لڑکی کے علاج کے لئے جو عامل جاتا صحیح سلامت واپس نہ آتا اکثر یہ حرکت کرتا کہ ہاتھ پکڑ کر

چھت ابھار کر دیا دیا اب بیچارہ عامل کا ہاتھ لٹکا ہوا ہے اور ہاتھ تڑوا کر واپس آتا ہے، جن بڑا ظالم تھا۔ کسی نے اس مہا جن مہاراجہ سے ویسے ہی بطور تمسخر کے کہہ دیا کہ فلاں مسجد میں جو موذن ہے بہت بڑے عامل ہیں وہ مہاجن اس بے چارے کے پاس جو پہنچا یہ ہر چند قسم کھاتا ہے کہ میں علم نہیں جانتا، مگر مہاجن ہے مانتا نہیں پیروں پر گرا پڑا ہے جو کہ اس موذن کی خوش آمد کر رہا ہے جب یہ موذن عاجز ہو گیا تو اس نے کہا کہ اچھا میں چلتا ہوں یہ بتلاؤ کیا دو گے؟ مہاجن نے کہا کہ جو کہو، کہا کہ پانچ سو روپے، مہاجن نے کہا کہ منظور ہے۔

اب یہ موذن سمجھا کہ دو ہی باتیں ہیں یا تو کام بن گیا پانچ سو روپے مل گئے بڑی راحت اور عیش سے زندگی گذرے گی اور دوسرا یہ کہ اگر مار دیا گیا تو اس مصیبت سے اور پریشانی و ناداری کی زندگی سے مرجانا ہی بہتر ہے۔ موذن بے چارہ غریب تھا بسم اللہ پڑھ کر مہاجن کے ساتھ چل دیا اور اس کے مکان پر پہنچا اس جن نے نہایت زور سے کہا کیسے آیا ہے؟ اس موذن نے عاجزی وانکساری اور ہاتھ جوڑ کر قدموں میں گر کر کہا حضور میں نہ عامل ہوں نہ عمل چلانے آیا ہوں، بلکہ لایا گیا ہوں ایک جاہل اور غریب آدمی ہوں یہ مہاجن (مہاراجہ) میرے یہاں جا کر ضد کرنے لگا میں نے ہر چند عذر کیا مگر وہ مہاراجہ نہ مانا اسی وجہ سے میں مجبور ہو کر چلا آیا حضور کی بڑی نوازش ہوگی اگر حضور پانچ منٹ کے لئے اس لڑکی سے دور ہو جائیں مجھ کو پانچ سو روپے مل جائیں گے، میں غریب آدمی ہوں میرا بھلا ہو جائے گا اور حضور کا کوئی نقصان نہ ہوگا پھر اگر دل چاہے تو آجایئے یہ سن کر جن بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا کہ ہم تیری وجہ سے ہمیشہ کے لئے جاتے ہیں۔

چنانچہ وہ جن ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلا گیا، اب اس موذن کی شہرت ہوگئی کہ بہت بڑا عامل ہے عمر بھر کی روٹیاں سیدھی ہوگئیں اور عوام کے اعتقاد کا..... یہی قاعدہ ہے کہ ایک مرتبہ رجسٹری ہو جائے کسی کے مال کی پھر تو عقد فسخ ہوتا ہی نہیں یہ بات کس طرح

بدولت نصیب ہوئی الحمد للہ یہ تو صرف عاجزی کی بدولت اور یہ عاجزی بہت ہی عجیب چیز ہے۔

(افاضات یومیہ جلد ۱ ص ۲۸۴ بحوالہ انوار مدینہ ص ۶۰)

اپنی زندگی کو بچانے کے لئے اللہ کی نافرمانی نامنظور

سلطان نورالدین زنگی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ اپنے تقویٰ وطہارت، خوف وخشیت اور عدل وانصاف کی بناء پر معروف ومشہور ہیں۔ اسلام میں آپ کی شخصیت بہت سی خوبیوں کی بنا پر ممتاز ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے اسماعیل یہ بھی اپنے والد کی طرح اچھائیوں میں معروف تھے، ان کا لقب ہی ''الملک الصالح'' تھا۔ یہ ابھی بالکل نوجوان تھے صرف ۱۹ برس کی عمر تھی کہ مرض قولنج کا شکار ہوگئے۔ علامہ ابن العماد حنبلیؒ (اپنی کتاب ''شذرات الذهب'' میں) لکھتے ہیں۔

اطباء نے تجویز پیش کی کہ آپ تھوڑی سی شراب استعمال کیجئے مرض کا ازالہ ہوجائے گا (طبیب اصرار کررہے تھے) مگر نوجوان شہزادے (اسماعیل) نے کہا ''لاافعل حتی اسال الفقهاء'' میں فقہاء سے جب تک نہ پوچھوں گا یہ نہ کروں گا آخر فقہاء بلائے گئے شافعی مذہب کے علماء نے (ایسی حالت میں اس کے استعمال کے متعلق) باتفاق جواز کا فتویٰ دیدیا شہزادے نے علماء احناف میں سے علامہ علاؤ الدین کاسانی سے سوال کیا تو انہوں نے بھی جواز کا فتویٰ دیا شہزادے نے یہ سن کر سوال کیا کہ اگر میری موت کی مقررہ مدت آچکی ہے تو شراب پینے سے کیا وہ موت ٹل جائے گی؟ جواب دیا گیا کہ نہیں شہزادے نے کہا ''والله لاالقيت الله وقد فعلت ما حرم علي'' خدا کی قسم میں ایسی چیز استعمال کرکے اللہ سے ملاقات نہیں کروں گا جسے اس نے مجھ پر حرام قرار دیا ہے۔

علامہ آگے تحریر فرماتے ہیں ''مات ولم يسر به رحمة الله'' خدا اس پر رحم

وکرم فرمائے اور وہ شہزادہ اسماعیل مر گیا لیکن اس نے شراب کو منہ نہیں لگایا۔

(شذرات الذہب جلد ۴ ص: ۲۵۸ بحوالہ انوار مدینہ)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان حضرات کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گالیوں کا جواب اخلاق سے

حاسدوں کے گروہ نے رفتہ رفتہ شہر کے غنڈوں کو آمادہ کیا کہ امام ابوحنیفہ کو برا بھلا کہیں اور گالیاں دیں تذکرہ نگاروں نے اس قسم کے بیسوں واقعات نقل کئے ہیں ہم یہاں بطور نمونہ اور کتاب کی زینت بنانے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کا ایک واقعہ درج کر دیتے ہیں۔

لکھا ہے کہ انہی غنڈوں میں سے ایک شخص امام صاحب کو سارا راستہ برا بھلا کہتا ہوا اور سخت بُرے الفاظ کہتا ہوا پیچھے پڑ گیا، مقصد یہ تھا کہ امام صاحب بھی اس کی باتوں اور گالیوں کا جواب میں کچھ کہیں مگر امام ابوحنیفہؒ اس کی خرافات اور گالیاں سنتے ہوئے سر جھکائے ہوئے گھر کی طرف بڑھے جا رہے تھے جب امام صاحب نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو گالیاں بکنے والا شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ امام صاحب! کیا مجھے کوئی کتا فرض کیا ہوا ہے کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب بھی نہیں دیتے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا گیا ہے، کہ جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے تو امام صاحب نے گالیاں بکنے والے سے خطاب کر کے فرمایا:

لو بھائی اب تو میری حویلی آ گئی ہے (اور میں) اندر چلا جاؤں گا اگر جی نہ بھرا تو میں ٹھہر جاتا ہوں تم اپنی بھڑاس اچھی طرح نکالو۔

(عقود الجمان ص: ۲۹۱، بحوالہ امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات ص: ۱۴۹)

ہزار درہم کی تھیلی بچے کا حق ہے

امام ابوحنیفہؒ کسی متعارف کے محتاج نہیں ہیں امام ابوحنیفہؒ کا نام محمد نعمان والد کا نام ثابت کنیت ابوحنیفہؒ اور لقب امام اعظم ہے نسلاً عجمی اور اہل فارس سے تعلق رکھنے والے تھے سن ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، اور وفات ۱۵۰ھ میں ستر سال کی عمر میں ہوئی امام ابوحنیفہؒ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے انہیں صحابہ کرامؓ کی شاگردی اور دیدار صحابہ بھی حاصل ہے۔

یہاں پر ایک ایسا واقعہ زیر نظر قارئین کرنا چاہتا ہوں جس میں امام ابوحنیفہؒ کے انصاف کا ترازو برابر نظر آئے گا واقعہ یوں ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے دوست کو ایک تھیلی (جس میں ایک ہزار درہم موجود تھے) سپرد کرتے ہوئے یہ وصیت کی جب میرا بچہ بڑا ہو جائے تو اس میں سے جو آپ کو پسند ہو میرے بیٹے کے حوالے کر دیں چنانچہ وہ لڑکا بالغ ہوا اور عقل و شعور میں پختگی ہوئی تو اس کے باپ کے دوست نے اپنے مرحوم دوست کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خالی تھیلی اس کے بیٹے کے حوالے کر دی اور ہزار درہم اپنے پاس رکھ لئے لڑکے کو جب اصل صورت حال معلوم ہوئی تو اس نے بڑا واویلا کیا مگر اس کے باپ کے دوست نے کہا کہ یہ تیرے باپ نے مجھے اجازت دے رکھی تھی جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بیٹے کے حوالے کر دینا لہٰذا میں نے تھیلی کو پسند کیا اور تیرے حوالے کر دی شرعاً میں نے مرحوم کی وصیت پر صحیح عمل کیا اور اللہ کے نزدیک میں بری ہوں۔

جب لڑکا کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہ کر سکا تو (لڑکا) بیچارہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، انہیں سارا قصہ سنایا تو امام صاحب نے وصی (لڑکے کے باپ کے دوست) کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب اس لڑکے کے باپ نے جو تمہارے دوست تھے تمہیں یہ وصیت کی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بچے کے حوالے کر دو، تو محترم!

تمہیں اپنی پسند کی چیز اس بچے کے حوالے کرنا ہوگی ہزار درہم جو تم نے اپنے پاس رکھیں ہوئے ہیں وہ تمہیں پسند ہیں اس لئے کہ انسان اپنے لئے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے لہٰذا ہزار درہم اس لڑکے کے حوالے کرنا ہوں گے۔

(بحوالہ ایضاً ص ۱۳۰)

تیرے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا

اسی طرح ایک اور واقعہ صبر وتحمل کا نظر قارئین کر دیتا ہوں۔

کسی بدنصیب نے غیض وغضب اور شدت بغض وعداوت میں آکر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو طمانچہ مارا تو حضرت امام اعظمؒ نے حد درجہ تلطف اور انکساری سے فرمایا:

بھائی! میں بھی تمہیں طمانچہ مار سکتا ہوں لیکن ماروں گا نہیں میں خلیفہ سے تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں، حساب کتاب کے وقت تیرے ظلم سے خدا تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں اور قیامت کے روز تمہارے خلاف خصومت اور مقدمہ کر کے انصاف حاصل کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں بلکہ اگر مجھے قیامت کے روز رستگاری حاصل ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو میں تیرے بغیر جنت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔

(حدائق الحنفیہ بحوالہ امام اعظم کے حیرت انگیز واقعات ص ۱۲۹)

مولانا نعیم دیوبندی کا شیطان سے مقابلہ

دیوبند میں مولانا مفتی شفیعؒ کے ایک قریبی عزیز و دوست اور ساتھی مولانا نعیم دیوبندیؒ بڑے ہونہار صاحب علم وعمل اور فاضل دارالعلوم دیوبند تھے انکی کم عمر ہی میں صحت خراب ہوگئی تھی اور حالت نازک ہوتی چلی گئی ان کا نزع کا عالم میں کافی دیر تک شیطان لعین سے مناظرہ ہوتا رہا اور وہ اپنی ایمانی قوت کے ذریعے شیطان کے فریب کا جواب دیتے رہے اس عبرتناک اور حیرتناک منظر کا خود حضرت مولانا مفتی شفیعؒ دیوبندی

نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا اور مرحوم کی وفات کے بعد مولانا مفتی شفیعؒ نے ''النعیم المقیم'' کے نام سے ایک چھوٹے سے رسالے میں مولانا محمد نعیمؒ کے حالات تحریر فرمادئے ہیں اور اس قصے کی تفصیل لکھتے ہوئے حضرت مولانا مفتی شفیعؒ لکھتے ہیں۔

عصر کے قریب بار بار متلی ہونے لگی کہ اتنی فرصت نہ ملتی تھی کہ جس میں نماز ادا کرلیں مجھے بلا کر مسئلہ پوچھا کہ میں اس وقت معذور بن کے حکم میں داخل ہوں یا نہیں؟ میں نے اطمینان دلایا کہ تم معذور ہو اسی حالت میں نماز پڑھ سکتے ہو اس وقت تک وہ اسی عالم مشاہدہ میں تھے اور ارادہ کیا کہ متلی سے کچھ سکون ہو تو نماز ادا کروں لیکن اتنی ہی دیر میں دوسرے عالم کا مشاہدہ ہونے لگا، بعد نماز مغرب جب احقر پہنچا تو حاضرین نے بیان کیا کہ کچھ دیر سے حواس میں اختلال ہے، اور ہذیان کی باتیں کررہے ہیں، لیکن جب احقر داخل ہوا تو اچھی طرح پہچان کر مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میرے سر پر ہاتھ رکھ دو اور دعا پڑھ دو، اور حضرت میاں صاحب (سید و مولانا حضرت مولانا اصغر حسین دامت برکاتہم محدث دارالعلوم دیوبند) سے میرا سلام کہہ دیجئے گا اس کے بعد ہی شیطان رجیم سے مناظرہ ہوا، اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک اس کا سلسلہ احقر کی موجودگی میں جاری رہا اس سلسلے میں مجھے خطاب کرکے کہا کہ مردود مجھے عصر کے وقت سے تنگ کررہا ہے۔

اب معلوم ہوا کہ حاضرین جسے ہذیان سمجھ رہے تھے (وہ ہذیان نہیں بلکہ) اس مردود کے ساتھ خطاب تھا، مرحوم کی ہمشیرہ پاس موجود تھی اور دوسرے بہت سے مرد وعورت جو پاس تھے ان کا بیان ہے کہ مغرب سے کچھ دیر پہلے (جو کہ جمعہ) کے روز بہت سی روایات و آثار کے اعتبار سے قبولیت دعا کی گھڑی ہے، اول مختصری وصیت اپنی دو دن کی قضا شدہ نمازوں کے متعلق کی اور پھر بہت گڑگڑا کر تضرع وزاری کے ساتھ حق تعالیٰ سے دعا کی کہ ''اے میرے پروردگار میں بہت بدعمل وسیاہ کار ہوں ساری عمر معاصی وغفلتوں میں گزاری ہے میں تجھے کس طرح منہ دکھاؤں لیکن تیرا ہی ارشاد

ہے۔ ﴿سبقت رحمتی علی غضبی﴾ یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے جاتی ہے اس لئے میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، یہ تضرع وزاری کی دعا اس شان سے ہوئی کہ عالم حاضرین پر رقت طاری تھی دعا کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا کہ باآواز بلند کہا کہ میں تیمم کروں گا ہمشیرہ نے مٹی کا ڈھیلہ سامنے کر دیا، تیمم کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ مردود تجھے بتلاؤں گا کہ تو مجھے حق تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کس طرح کرنا چاہتا ہے میں بھی مایوس نہیں ہوں گا مجھے اس کی رحمت سے بڑی امیدیں ہیں اس کی رحمت کے بھروسہ پر کہتا ہوں کہ میں ضرور جنت میں جاؤں گا۔

تو ایک موٹی سی کتاب لیکر اس وقت مجھے بہکانے آیا ہے تجھے اس لئے یہ جرأت ہوئی کہ سترہ روز سے مسجد نہیں گیا مگر میری یہ غیر حاضری خدا کے حکم سے تھی۔

اس کے بعد آیت کریمہ ﴿لاالہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین فاستجبنا لہ من الغم، ﴾ تک پڑھی اور آگے ﴿وکذالک ننجی المومنین ﴾ (باربار) پڑھتے رہے، اور شیطان سے مخاطب ہوکر کہا کہ مردود تو یہ بھلا نا چاہتا ہے اور میں اس کو نہیں بھول سکتا یہ آیت مجھے حضرت میاں صاحبؒ (حضرت مولانا اصغر حسینؒ) نے بتلائی ہے اور مولوی محمد شفیعؒ نے بتلائی ہے اور پھر بار بار یہی جملہ وکذلک ننجی المومنین کو پڑھنا شروع کر دیا کمرہ گونج اٹھا (مولانا شفیعؒ فرماتے ہیں) یہ باتیں میرے پہنچنے سے پہلے ہو چکی تھیں جن کو حاضرین نے اختلال حواس سمجھا تھا، مگر میرے پہنچنے پر مجھے اچھی طرح پہچان کر خوش ہوئے اور دعا کی درخواست اور حضرت میاں کو سلام عرض کرنے کی وصیت وغیرہ سے صاف ظاہر ہوا کہ اس وقت بھی اختلال حواس نہ تھا بلکہ عدو اللہ ابلیس لعین کو دیکھ کر اس سے مقابلہ کر رہے تھے چنانچہ میرے حاضر ہونے کے بعد مجھ سے کہا کہ یہ مردود مجھے عصر کے وقت سے تنگ کر رہا ہے میں نے ﴿لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم﴾ کی تلقین کی تو بلند آواز سے اس کو پڑھا اور کہا خبیث اب تجھے بتلاؤں گا تو مجھے کیوں بہکانے آیا ہے ﴿لا الہ الا اللہ﴾

میرے دل میں گڑا ہوا ہے اللہ اللہ میری رگ رگ میں بسا ہوا ہے حاضرین میں سے کسی نے لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کو پڑھ کر کہا کہ آگے کیوں نہیں کہتے محمد رسول اللہ (ﷺ)

منہ سے خون کی قے جاری تھی اور جب اس سے فرصت ملتی تو کبھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پورا پورا کلمہ بآواز بلند پڑھتے تھے اور کبھی **لاحول ولاقوۃ الا باللہ** اور کبھی **لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین** ، اور کبھی شیطان سے خطاب کر کے کہتے اس کو مارو اس کو مارو۔

اس وقت اس چھ ماہ کی مدت کے مریض کی یہ حالت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب کشتی لڑنے کو کھڑا ہو جائے گا ایک مرتبہ کہا تو نے سمجھا ہوگا یہ نازک وقت ہے اس وقت بہکا دوں گا اب میرے بدن میں جرات آ گئی ہے اب تجھے بتلاؤں گا اس کے بعد کہا کہ یہ بہت سے آدمی (وہاں سامنے کھڑے ہونے والے صرف دو تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے نظر آ رہے تھے،) (غالباً فرشتوں سے خطاب کر کے) کہا کہ اب تو اللہ تعالیٰ کے یہاں لے چلو۔

بار بار کلمہ طیبہ پڑھتے رہے بلآخر ساڑھے نو بجے شب کو اس مسافر آخرت نے اپنی منزل طے کر لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ملخص رسالہ النعیم المقیم "بحوالہ اللہ سے شرم کیجیے ص:۲۳۱)

حضرت ابراہیمؒ بن ادہمؒ کی سلطنتِ عظمیٰ

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ جب اپنی سلطنت چھوڑ کر کہیں چلے گئے تو ارکان دولت اور وزراء کی ایک کمیٹی بیٹھی کہ کس طرح خلیفہ حضرت ابراہیم بن ادھم کو واپس لانا چاہیے۔

چنانچہ ایک وزیر حضرت کے پاس گئے کیا دیکھتا ہے کہ آپ ایک گدڑی (کمبل) اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں عرض کیا کہ حضرت سلطنت درہم برہم ہو رہی ہے آپ ہمارے

سامنے پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ سلطنت تمہیں مبارک ہو مجھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی سلطنت عنایت فرمادی ہے اس کے بعد حضرت نے اپنی ایک لوہے کی سوئی گدڑی سے نکال کر دریا میں پھینک دی اور وزیر سے کہا کہ میری سوئی دریا میں سے نکلوادو؟ وزیر نے بے شمار آدمیوں کو دریا میں داخل کیا اور سوئی کو تلاش کرنے میں مصروف ہوگئے کافی دیر کے بعد واپس آئے لیکن سوئی کا کوئی پتہ نہیں چلا آپ نے فرمایا اچھا اب ہماری سلطنت دیکھو یہ کہہ کر مچھلیوں کو مخاطب ہو کر کہا کہ اے مچھلیو! میری سوئی لاؤ؟ بہت ساری مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں کوئی سونے کی سوئی لائے کوئی چاندی کی لائے کوئی پیتل کی سوئی لیکر حاضر ہوئی، آپ نے فرمایا کہ میری وہی سوئی لاؤ؟ ایک مچھلی وہی لوہے کی سوئی لیکر آئی اور پیش خدمت کر دی، آپ نے وزیر کے سامنے وہ سوئی لی اور فرمایا دیکھی میری سلطنت؟ تمہیں اپنی سلطنت پر بڑا ناز ہے ہمیں اپنی سلطنت پر بڑا ناز ہے۔ (از مولانا اشرف علی تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص ۲۶)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے لئے غیب سے کھانے اور ایک درویش کی حسرت

جب بات حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کی آئی تو یہاں پر ایک اور واقعہ یاد آیا، ایک درویش حضرت ابراہیم بن ادہم کو دیکھ کر ناز کیا کرتا تھا، حالانکہ اس کا مرتبہ ایسا نہ تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کا تھا

بہر حال قصہ کچھ اس طرح ہے کہ جب حضرت ابراہیم بن ادہم اپنی سلطنت چھوڑ کر جنگل میں جا پہنچے تو وہاں ایک درویش رہتا تھا، اس درویش کے پاس غیب سے کھانا آتا تھا اس درویش نے سوچا کہ یہ شخص یہیں ٹھہرا رہا تو میرے کھانے میں کمی ہو جائے گی کیونکہ پھر اس شخص کو بھی کھانا دینا پڑیگا، درویش نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے کہا کہ یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔

صاحب کرامت تھا اس کو غیب سے روٹی ملتی تھی مگر وہ غربت کی حالت میں رہتا تھا اس درویش کا یہی (غیب سے امداد) حوصلہ تھا چنانچہ وہ درویش بڑبڑایا اور کہا کہ یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ میں روٹی نہیں مانگتا اس وقت اس کو تسلی ہوئی خوش ہوا، اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو ٹھہرنے کی اجازت اور جگہ دیدی، کھانے کے وقت اس درویش کے پاس معمولی سی روٹی ،سالن اور مٹی کے پیالہ میں پانی آیا، اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس غیب سے ایک دستر خوان جس پر رنگا رنگ کے کھانے تھے تمام جنگل اس کی خوشبو سے مہک رہا تھا وہ درویش جانثار تھا اور یہ ابراہیم بن ادہمؒ جو ابھی سلطنت چھوڑ کر فقیر ہوئے ہیں چنانچہ وہ درویش حق تعالیٰ سے کہنے لگا کہ کیا یہی انصاف ہے؟ ہم تو کئی دنوں کے خادم ہیں ہماری اتنی مدت مجاہدات میں گذری ہمیں تو معمولی روٹی اور سالن دیا جارہا ہے، اور اس نے نہ ابھی زیادہ عبادت کی نہ مجاہدہ کیا اور پھر اس کی یہ خاطر داری کی جارہی ہے، غیب سے حکم ہوا کہ بکومت اپنی حیثیت یاد کرو کہ تم کون تھے؟ ایک گھاس کدا تھا اور اس شخص کی حیثیت کو دیکھ کہ یہ بادشاہت چھوڑ کر آیا ہے اگر تمہیں (یہ کھانا) منظور نہیں تو فلاں درخت کی جڑ میں کُھر پا (گڑھا کھودنے والا آلہ) رکھا ہوا ہے اس کو سنبھال اور مزدوری کر کما اور کھا تو وہ درویش اس طریقے سے سیدھا ہو گیا۔

حضرت ابو حفص حدادؒ کی کرامت اور بیت الخلاء کی صفائی

۲۴۵ھ میں فارس شہر میں حضرت ابو حفص حدادؒ نامی ایک جلیل القدر صاحب کرامت بزرگ گزرے ہیں ان کی ہزاروں کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو حفص حدادؒ اپنی لوہار کی دوکان پر کام کررہے تھے ،لوہا آگ میں

رکھا ہوا لال سرخ ہو چکا تھا، اس وقت ایک نابینا (اندھا) نے یہ ایک آیت پڑھی ﴿الملک یومئذن الحق للرحمن﴾ آج کے دن حکومت اور حکم صرف رحمٰن کا ہے۔ اور ابوحفص حدادؒ نے جب یہ آیت سنی تو گرم اور لال سرخ لوہے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا لیکن ہاتھوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔

یہی حضرت ابوحفصؒ ایک دن اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں سفر پر جا رہے تھے راستے میں کسی نے ان سب کو درہم دیئے ساتھیوں نے کہا کہ ہم یہ پیسے دیکر ہم بیت الخلاء صاف کروالیں گے، حضرت ابوحفص نے فرمایا بیت الخلاء ہم نے گندہ کیا ہے، ہمیں ہی صاف کرنا ہوگا لہذا ہم ان کو اپنے ہاتھوں سے صاف کریں گے، اور یہ درہم درویشوں کے کام میں خرچ کردیں گے۔

حضرت ابوحفص حداد (لوہاری) بیت الخلاء صاف کر رہے تھے کہ کسی نے آکر کہا کہ حضرت شیخ ابومزاحم تشریف لا رہے ہیں آپ صاف ہو کر ان کی خدمت میں چلیں حضرت ابوحفص نے فرمایا کہ اگر ابومزاحم وہی ہیں جو فارس میں رہتے ہیں اور جن کو میں پہچانتا ہوں تو پھر بہتر ہے کہ وہ مجھے اسی حال میں دیکھیں اسی وقت حضرت شیخ ابومزاحم بھی وہیں تشریف لے آئے جب حضرت ابوحفص حدادؒ کو بیت الخلاء صاف کرتے ہوئے دیکھا تو خود بھی کپڑے بدل کر اسی کام یعنی بیت الخلاء کے صاف کرنے میں لگ گئے۔

(فضائل خدمت خلق ص:۵۷)

حضرت رابعہ بصریہؒ کا فرشتوں کے ساتھ مناظرہ

حضرت رابعہ بصریہؒ ایک بہت پرہیزگار متقی اور عالمہ گزری ہیں جب ان کا انتقال ہوا تو خواب میں دیکھا کہ فرشتوں نے سوال کیا کہ "من ربک و مادینک؟" تو حضرت رابعہ بصریہ نے فرمایا کہ تمہارے سوال کا جواب میں بعد میں دوں گی پہلے تم میرے سوال کا جواب دو کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ کہا کہ آسمان سے، پھر سوال کیا کہ

آسمان اور زمین میں کتنا فاصلہ ہے؟ کہا کہ زمین و آسمان میں پانچ سو برس کی مسافت ہے، تم بہت دور سے آئے ہو تم اللہ کو نہیں بھولے؟ فرشتوں نے کہا کہ ہم تو خدا تعالیٰ کو نہیں بھولے، فرمایا کہ جب تم اتنی دور سے چل کر بھی نہیں بھولے تو کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ رابعہ زمین سے چار گز نیچے آ کر خدا تعالیٰ کو بھول گئی، حالانکہ زمین پر ایک گھڑی بھی میں اس سے غافل نہیں رہی یہ سن کر فرشتے تعجب کرتے رہے۔

حضرت رابعہ بصریہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام دیا تھا اور ایسا مقام ناز کہ جس کے آگے فرشتے بھی نہیں چل سکے اسی کو عارف باللہ فرماتے ہیں۔

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

یعنی میں میکدہ کا ایک معمولی آدمی ہوں مگر مستی کے وقت آسمان اور ستاروں پر بادشاہت کرتا ہوں۔ (حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۴۳)

جبرائیلؑ کے نبی کریمؐ سے چار سوالات اور اس کے جوابات

حضرت عمر فاروقؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں جن کی کنیت ابوحفص اور قریشی خاندان سے تعلق تھا، مکہ مکرمہ میں چالیس مرد اور گیارہ عورتوں (یعنی ۵۱ لوگوں) کے بعد مسلمان ہوئے تھے حضرت ابوبکرؓ نے اپنی زندگی (۱۳ھ) میں ہی اپنا خلیفہ بنا دیا تھا، ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بروز بدھ کو نماز فجر میں مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو نے حملہ کر کے زخمی کیا اور پھر چند دن زخمی رہ کر یکم محرم الحرام کو شہید ہوئے اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی، خلافت کی مدت دس سال چھ ماہ تھی نماز جنازہ حضرت صہیب رومیؓ نے پڑھائی تھی اور قیامت تک کے لئے آپ ﷺ کے پہلو میں آرام فرما ہیں، آپ نے ۵۳۹ احادیث نقل کی ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مجلس

مبارک میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت صاف ستھرا اور بہت زیادہ سفید کپڑے اور سر کے بال نہایت سیاہ، اس شخص پر نہ تو سفر کے آثار تھے نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا۔

بہر حال وہ نبی کریمؐ کے اتنے قریب آ کر بیٹھا کہ اپنے دونوں گھٹنے آپؐ کے گھٹنوں کے ساتھ ملائے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ لئے، اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمدؐ! مجھ کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو بیت اللہ تک پہنچنے کی طاقت ہے تو حج کرو (مسافر نے فرمایا) آپؐ نے سچ فرمایا حضرت عمرؓ بن الخطاب کہتے ہیں کہ اس پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ شخص آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور پھر جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے، پھر اس شخص نے پوچھا اے محمدؐ! ایمان کی حقیقت کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس بات کا یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب اس کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے، مسافر نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا، پھر اس شخص نے پوچھا کہ احسان کی حقیقت کے بارے میں بتائیں؟ آپؐ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہیں تو یہ دھیان رکھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے پھر اس شخص نے عرض کیا کہ قیامت کے بارے میں بتائیں کہ کب آئے گی؟

آپؐ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، مسافر نے کہا اس کی نشانیاں ہی بتا دیں؟ آپ نے فرمایا لونڈی اپنی مالکن کو جنے گی اور ننگے پیر ننگے بدن فقیر بکریاں چرانے والے عالی شان عمارت بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے، حضرت عمر کہتے ہیں پھر وہ مسافر چلا گیا میں نے تھوڑی

دیر توقف کیا آپؐ نے مجھ سے خود ہی فرمایا اے عمرؓ جانتے ہو کہ یہ پوچھنے والا شخص کون تھا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے، آپؐ نے فرمایا یہ جبرائیلؑ تھے جو تم کو دین سکھانے آئے تھے۔

(مشکوۃ شریف کتاب الایمان ص:۱۱)

حضرت سلیمانؑ کا تعجبانہ فیصلہ

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا اصل نام عمیر کنیت ابو ہریرہؓ خاندانی نام عبدالشمس تھا، آپؐ نے عبدالشمس سے تبدیل کر کے ان کا نام عمیر رکھا، خیبر کے موقع پر مسلمان ہوئے پھر آپ کا ساتھ نہ چھوڑا، ان کو احادیث یاد کرنے کا بڑا شوق تھا اسی وجہ سے بہت کم عرصہ میں آپؓ نے بہت احادیث یاد فرمالیں تھیں آپ نے حضور ﷺ سے (۵۳۷۴) احادیث نقل کی ہیں آپ کی وفات ۵۷ھ میں ۷۸ سال کی عمر میں ہوئی حضرت ولیدؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھی دونوں کے پاس ان کے لڑکے بھی تھے ایک بھیڑیا آیا ان میں سے ایک کے بچے کو اٹھا کر لے گیا ان دونوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ تمہارے بچے کو بھیڑیا لے گیا ہے اور یہ بچہ میرا ہے چنانچہ دونوں (عورتیں) اپنے مقدمے کو حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لے گئیں، انہوں نے ان میں سے بڑی عورت کے لئے اس بچے کا فیصلہ سنایا پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سے گزریں تو ان سے بھی پورا واقعہ بیان کیا تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا (میں اس کا فیصلہ کروں گا) میرے پاس ایک چھری لاؤ میں اس لڑکے کے بیچ سے دو ٹکڑے کر کے تم دونوں کے درمیان تقسیم کروں گا چھوٹی عمر والی عورت نے کہا خدا آپ پر رحم کرے ایسا نہ کیجئے گا یہ لڑکا اسی کو دیدیں اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس لڑکے کو چھوٹی عمر والی عورت کے حوالے

کرنے کا فیصلہ کردیا (یعنی کہ چھوٹی عمر والی عورت کو لڑکا دیدیا گیا)

(مشکوٰۃ شریف ص:۵۸)

حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بچپن سے ہی دین کی سمجھ ہوشیاری اور فیصلہ کرنے کی طاقت عطا فرمادی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے اسی طرح کے متعدد واقعات احادیث کتب میں مذکور ہیں۔

یوم محشر میں ایک نیکی کی تلاش

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص ایسا ہوگا جس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، گویا کہ اس کا نہ جنت میں جانے کا فیصلہ ہوگا اور نہ دوزخ میں بہرکیف حکم ہوگا کہ اگر تم آزادی (جنت) چاہتے ہو تو جس طرح سے بھی ہو سکے نیکیوں کا پلہ بھاری کرو اور ایک بھی کہیں سے بھی لے آؤ، تمہارا پلہ بھاری ہوجائے گا، اب وہ بے چارہ میدان محشر میں اپنے شناساؤں سے اور عزیز واقارب سے اور ان کے علاوہ جس سے بھی ہو سکے گا ایک نیکی کا سوال کرے گا لیکن کہیں سے بھی سوائے نفی کے کوئی جواب نہ ملے گا کیونکہ ہر شخص کو اپنی اپنی فکر ہوگی، ہر شخص کو یہ خیال ہوگا کہ اگر ہم ایک نیکی دیدیں تو شاید ہمارے حساب میں اس ایک نیکی کی کمی ہوجائے جو ہم دیرہے ہیں اور اس ایک نیکی کی وجہ سے ہم بھی رہ سکتے ہیں، غرض کوئی بھی ایک نیکی بھی نہ دیگا، لیکن ایک ایسا شخص ہوگا جس کے پاس برائیاں ہی برائیاں ہوگی اور اس کے پاس صرف ایک ہی نیکی ہوگی، جب وہ شخص ایک نیکی کی تلاش میں اس برائی والے شخص کے پاس آئے گا اور ایک نیکی کا سوال کرے گا تو ایک نیکی والا کہے گا کہ بھائی جب تو اتنی نیکیاں کرکے ایک نیکی کی کمی کی وجہ سے جنت میں جانے سے روک دیا گیا ہے تو میرے پاس بجز ایک ہی نیکی ہے، میں تو دوزخ میں یقیناً ہی جاؤں گا کیونکہ میری ایک نیکی اتنی برائیوں کا کہاں تک مقابلہ کرے

گی لہذا یہ ایک نیکی مجھے تو بے فائدہ ہے! لے تو یہ لے جا میرا نہ سہی تیرا ہی کام بن جائے بس اس ایک نیکی سے اس شخص کا نیکی کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔

اب رحمت الٰہی دیکھئے کہ حکم الٰہی ہوگا کہ اس شخص کو بلایا جائے گا جس نے ایک نیکی دی تھی اور اس سے سوال ہوگا کہ تو نے اپنی ایک نیکی دوسرے کو کیوں دیدی، اب تمہارے پاس تو بجز گناہوں کے کچھ بھی نہ رہا وہ کہے گا یا الٰہی! میں نے یہ دیکھ کر نیکی دی اس شخص کے پاس ہزاروں نیکیاں تھیں مگر ایک نیکی کی کمی کے سبب سے یہ جنت میں نہ جا سکا میں نے سمجھا کہ میرے پاس تو ایک ہی نیکی ہے قانون کے موافق میری مغفرت نہیں ہو سکتی اس لئے میں نے اس کو اپنی نیکی دیدی کہ اگر میں جنت میں نہ جا سکا تو کیا ہوا چلو میری وجہ سے یہ تو بخش دیا جائے گا میری خیر ہے، حکم ہوگا کہ ہم نے تجھے بھی بخش دیا اس کو قانون الٰہی سے اور تجھ کو فضل الٰہی سے بخشا، اس شخص پر تو نے رحم کیا اور ہم نے تجھ پر رحم کیا۔

نیکی کی قدر تو قیامت کے دن ہوگی، حدیث شریف میں آتا ہے کہ لوگ ایک ایک نیکی کے بدلے اٹک جائیں گے اور نجات نہ ہوگی۔ لیکن اللہ جس کو چاہیں گے اپنے فضل سے بخش دیں گے۔

حضرت علیؓ کے اخلاص کی وجہ سے کافر مسلمان ہو گیا

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک یہودی (کافر) کو معرکہ قتال میں پچھاڑا اور ذبح کا ارادہ کیا اس یہودی کم بخت نے آپ کے چہرے پر تھوکا، اب چاہئے یہ تھا کہ حضرت علیؓ اس کو فوراً ہی ذبح کر ڈالتے مگر تھوکنے کے بعد آپ فوراً اس کے سینہ پر سے کھڑے ہو گئے اور فوراً اسے چھوڑ دیا وہ یہودی بڑا متعجب ہوا کہ میری اس حرکت کے بعد تو ان کو چاہئے تھا کہ مجھے کسی طرح زندہ نہ چھوڑتے مگر انہوں نے اس کے برعکس معاملہ کیا آخر اس یہودی سے رہا نہ گیا اور حضرت علیؓ سے اس کی وجہ پوچھی کہ آپ نے اگر

مجھ کو کافر سمجھ کر قتل کرنا چاہا تھا تو میرے تھوکنے کے بعد مجھے کیوں رہا کر دیا اس فعل سے نہ میرا کفر زائل ہوا نہ عادت سابقہ ختم ہوئی بلکہ اور زیادہ ہوگئی ہے، حضرت علی نے فرمایا کہ واقعی تیرے اس فعل کے بعد رہا کر دینا ظاہری عجیب فعل ہے مگر بات یہ ہے کہ اول جب میں نے تجھ پر حملہ کیا تو اس وقت صرف رضائے الٰہی کے علاوہ کچھ مطلوب نہ تھا اور جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے غصہ اور جوشِ انتقام پیدا ہوا میں نے دیکھا کہ اب تجھے قتل کرنا محض خدا کے لئے نہ ہوگا بلکہ اس میں نفس کی بھی آمیزش ہوگی اور میں نے یہ نہ چاہا کہ نفس کے لئے کام کر کے اپنے عمل کو ضائع کروں اس لئے میں نے تجھے رہا کر دیا وہ یہودی یہ بات سن کر مسلمان ہوگیا اور سمجھ گیا کہ واقعی یہی مذہب حق ہے جس میں شرک سے اس درجہ نفرت دلائی گئی ہے کہ کوئی کام نفس کے لئے نہ کرو بلکہ محض خدا کی رضاء کے لئے ہر کام کرو۔

حلال کمائی کی برکت

دیوبند (انڈیا) کے ایک شخص عبداللہ شاہ تھے جو کہ دیوبند میں گھاس بیچتے تھے جو ملتا اس میں سے ایک حصہ اپنی والدہ کو دیتے اور ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور باقی اپنے خرچ میں لاتے انہوں نے ایک مرتبہ مولانا یعقوبؒ اور دوسرے حضرات کی دعوت کی مولانا نے فرمایا حضرت کہاں سے دعوت کرو گے تمہارے پاس ہے ہی کیا اس شخص نے کہا کہ جو حصہ خیرات کا نکالتا ہوں اسی سے دعوت کروں گا غرض پانچ آنے جمع کیے اور مولانا یعقوب کے پاس لے آئے اور کہا کہ حضرت آپ ہی پکالیں میں کہا جھگڑا کرتا پھروں گا، اگر دنیا دار بھی اس طرز عمل کو اختیار کرلیں تو کتنا اچھا ہوگا، یہ کئی مہمان تھے اور پیسے صرف پانچ آنے بزرگ مہمانوں کا مشورہ ہوا کہ کوئی سستی سی چیز تجویز کی جائے چنانچہ گڑ والے میٹھے چاول تجویز کیے گئے، بڑی احتیاط سے پیسے لگائے گئے، ایک ہانڈی منگائی گئی پکانے والے کو وضو کرایا گیا غرض ہر طرح کی احتیاط کی گئی وہ چاول تھے ہی کتنے

ایک ایک دو دو لقمے کھائے ،مولانا یعقوبؒ خود فرماتے تھے کہ ان دو لقموں کی برکت دیکھی کہ ایک ماہ تک قلب میں انوار و برکات محسوس ہوتے تھے اور یہ ایک ماہ کامل اثر رہا۔

(نوٹ) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں میں کہتا تھا کہ جس کی کمائی کے ایک لقمہ کا یہ اثر جو دن رات اسی کو کھاتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی دوستو!! اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کامل محبت ہوگی تو یہ بات پیدا ہو جائے گی۔

(حضرت مولانا تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۵۱)

حضورؐ کے جسد اطہر کی چوری کا واقعہ

تاریخ مدینہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ پڑھا، لکھا ہوا تھا کہ حضور ﷺ کی وفات کے چند صدی بعد دو شخص مدینہ میں حضور اقدسؐ کے جسد اطہر کو نکالنے آئے تھے۔ مسجد نبوی ﷺ کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور وہ دن بھر نماز و تسبیح میں مشغول رہتے تھے، لوگ ان کے معتقد بھی ہو گئے تھے وہ کم بخت رات کے وقت اس مکان سے قبر کی مٹی مدینہ سے باہر پھینک آتے تھے اور جگہ برابر کر دیتے تھے تاکہ کسی کو پتہ نہ ہو اور شبہ تک بھی نہ ہو، کئی ہفتوں تک وہ لوگ سرنگ کھودنے میں مشغول رہے جب ادھر ان لوگوں نے یہ کام شروع کیا تو حق تعالیٰ نے اس زمانے کے سلطان (نورالدین زنگیؒ) کو بذریعہ خواب متنبہ کر دیا، اس سلطان نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور دیکھا کہ آپ کے چہرے اطہر پر حزن اور غم کے آثار ہیں اور آپؐ اس بادشاہ کا نام لیکر فرما رہے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں نے بہت ایذاء دے رکھی ہے جلد از جلد مجھے ان سے نجات دو خواب میں دونوں شخصوں کی صورت بھی بادشاہ کو دکھلائی گئی خواب سے بیدار ہو کر بادشاہ نے وزیر سے اس خواب کا تذکرہ کیا وزیر نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے، لہذا آپ جلد از جلد مدینہ تشریف لے جائیں، بادشاہ فوراً فوج اپنے ساتھ لیکر بہت تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف سفر کیا اور مدینہ پہنچے، اس

عرصے میں وہ لوگ کافی حد تک سرنگ کھود چکے تھے، اور بالکل جسد اطہر کے قریب پہنچ چکے تھے ایک دن کی بھی اگر بادشاہ کو تاخیر ہو جاتی تو وہ لوگ اپنا کام پورا کر لیتے۔

چنانچہ بادشاہ نے مدینہ پہنچ کر تمام لوگوں کو جمع کروایا اور مدینہ سے باہر ان سب کی دعوت کی اور سب کو مدینہ کے ایک خاص دروازے سے نکلنے کا حکم دیا گیا اور خود دروازے پر کھڑے ہو کر ہر شخص کو غور سے دیکھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ مدینہ کے سب مرد شہر سے باہر نکل گئے مگر وہ دو شخص ان سب مردوں میں نہیں تھے جن کو بادشاہ نے خواب میں دیکھا تھا، بادشاہ کو سخت حیرت ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ کیا سب لوگ باہر آ چکے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ اب کوئی اندر نہیں رہا، بادشاہ نے کہا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ضرور کوئی اندر رہا ہے لوگوں نے کہا ہاں! دو زاہد متقی پرہیز گار اندر رہ گئے ہیں جو نہ کسی سے کچھ لیتے ہیں اور نہ ہی کسی کی دعوت میں جاتے ہیں اور نہ کسی سے ملتے ہیں بادشاہ نے کہا کہ مجھے تو انہی سے تو کام ہے چنانچہ جب انہیں پکڑ کر لایا گیا تو بعینہٖ ہی دو صورتیں تھیں جو خواب میں بادشاہ کو دکھائی گئیں تھی، بادشاہ نے فوراً پہچان لیا اور ان کو قید کر لیا گیا در پوچھا گیا کہ تم نے حضور ﷺ کو کونسی ایذا پہنچائی ہے چنانچہ کافی پوچھ کھاچ کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہم نے حضور ﷺ کے جسد اطہر نکالنے کے لئے سرنگ کھودی ہے جب بادشاہ نے وہ سرنگ دیکھی تو معلوم ہوا کہ سرنگ آپ کے قدم مبارک تک پہنچ چکی ہے بادشاہ نے آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور سرنگ بند کروادی گئی۔ اس کے بعد بادشاہ نے ایسا کیا کہ قبر مبارک کے چاروں طرف سے زمین کو پانی کی تہہ تک کھدوا کر اس میں سیسہ پگھلا کر بھر دیا گیا تاکہ آئندہ کوئی سرنگ نہ لگا سکے۔

نوٹ) کہا جاتا ہے کہ اس بادشاہ کا نام نورالدین زنگی تھا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مخالفین کو بھی جسد اطہر کے صحیح وسلامت ہونے کا ایسا پختہ اعتقاد ہے جس کی وجہ سے کئی سو برس بعد بھی جسد اطہر کو نکالنے کی کوشش کی گئی اگر ان کو جسد اطہر محفوظ ہونے کا یقین نہ ہوتا تو وہ سرنگ کیوں کر لگاتے، وہم وشبہ کی وجہ سے اتنا بڑا خطرے والا کام کوئی

نہیں کرتا وہ لوگ اہل کتاب ہیں وہ بھی خوب سمجھتے ہیں نبی کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی وہ خوب جانتے ہیں نبی کریم ﷺ برحق تھے بوجہ عناد کے اقرار نہیں کرتے۔

(تاریخ مدینہ)

سلطان محمودؒ کا غلام کے ساتھ حسن سلوک

سلطان محمود ایک بہت بڑے بادشاہ مجاہد، اور مرد قلندر تھے جن کی بہادری شجاعت اور جرأت کے کارناموں کی شہرت بام عروج پہنچ چکی تھی، لیکن مخالفین نے سلطان محمود کو ہر طرح سے بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی طرح طرح کے الزامات لگائے کہ انہوں نے اسلام تلوار کی زور سے پھیلایا ہے تاریخ میں ایک نہیں سینکڑوں ایسے واقعات تحریر ہیں کہ جس سے سلطان محمودؒ کی رحم دلی اور شفقت کا اندازہ ہو جاتا ہے، کہ یہ اپنوں کے ساتھ پرائیوں اور غلاموں کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں اور ان کا کیا رویہ ہوتا ہے ان واقعات میں سے ایک واقع ذکر کر دیتا ہوں۔

ایک بار سلطان محمود نے ہندوستان پر حملہ کیا تو بہت سے ہندو جنگ میں قید ہوئے جن کو یعنی تمام قیدیوں کو غزنی لے گئے ان میں ایک لڑکا غلام بہت ہوشیار، بہادر اور ہونہار تھا سلطان محمود غزنوی نے اس لڑکے کو آزاد کر کے ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم دی جب وہ تعلیم سے فارغ ہوا تو اس کو حکومت کے عہدے دیئے گئے، حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کو ایک بڑے ملک کا گورنر بنا دیا گیا اس وقت گورنر صوبہ کی حیثیت وہ ہوتی تھی جو آج کل وزیر اعظم کی ہوتی ہے۔

جس وقت اس لڑکے کو سلطان محمودؒ نے تخت پر بٹھانا چاہا اور تاج سر پر رکھا تو وہ لڑکا یعنی غلام رونے لگا، سلطان محمود نے فرمایا یہ وقت خوشی کا ہے یا غمی کا؟ اس لڑکے نے کہا جہاں پناہ اس وقت مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آ کر پھر اپنی یہ قدر و منزل دیکھ کر رونا آ گیا ہے، حضور جس وقت میں ہندوستان میں پہنچا آپ کے حملے سن کر ہندو کانپتے

تھے، اور عورتیں اپنے بچوں کو آپ کے نام لیکر ڈرایا کرتیں تھیں میں سمجھتا تھا کہ سلطان محمود کیسا ظالم و جابر ہوگا حتیٰ کہ آپ نے خود ہی ہمارے ملک ہندوستان پر حملہ کیا اور اس فوج سے مقابلہ کیا جس میں (اپنے طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہ غلام موجود تھا اس وقت میں آپ کے نام سے بھی ڈرا کرتا تھا۔

جب میں آپ کے ہاتھوں قیدی بنا تو میری جان ہی نکل گئی کہ بس اب خیر نہیں مگر حضور نے دشمنوں کی روایات کے خلاف میرے ساتھ وہی برتاؤ کیا کہ آج میرے سر پر تاج سلطنت رکھا جارہا ہے تو مجھے یہ خیال کر کے رونا آگیا کہ کاش آج میری ماں یہاں ہوتو میں اس سے کہتا کہ دیکھ ماں یہ وہی سلطان محمود غزنویؒ ہے جس کو ظالم جابر بتلایا کرتی تھی۔

(حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۲۴۴)

بچے کی روحانی تربیت

ایک بزرگ نے شروع ہی سے اپنے بچوں کو توکل علی اللہ کی عملی تعلیم اس طرح دی تھی کہ اس نے اپنی بیوی یعنی بچے کی ماں سے کہہ دیا کہ اس کو روٹی کپڑا تم خود مت دیا کرو جب یہ کھانا مانگے تو اس سے کہہ دو کہ بیٹا خدا سے مانگو ہم بھی اسی سے مانگتے ہیں والدین نے ایک الماری مقرر کر دی تھی کہ جس میں پہلے ہی سے کھانا رکھ دیا کرتے تھے وہاں جا کر خدا سے مانگو پھر الماری کھولو جو کچھ تیرے قسمت میں ہوگا مل جائے گا بچہ وہاں جاتا دعا کرتا اور روزانہ وہاں سے کھانا لے لیتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ اس لڑکے کی ماں کھانا رکھنا بھول گئی لڑکا اپنے معمول کے مطابق الماری کے پاس گیا دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کھانا دے دے پھر الماری کھولی تو وہاں کھانا موجود تھا اس کی ماں نے یہ واقعہ ان بزرگ سے بیان کیا تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور بیوی سے کہا کہ بس اب تم وہاں کھانا مت رکھا کرو اب غیب سے ان کی

امداد شروع ہوگئی ہے اور اب اس بچے کے کھانے پینے کے معاملے پر بے فکر رہیں۔

(نوٹ) دنیا میں طلب کی اگر فکر ہوتی تو وہ روٹی کی ہوتی ہے اگر ہم بھی اس طالبعلم کی طرح روحانی تربیت حاصل کرنا چاہیں اور از خود ان کی خدمت کرتے رہیں تو ان میں استغناء کی شان پیدا ہو جائے گی۔ (ایضاً ص:۹۱)

ایک مزاقیہ لطیفہ

مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا حقیقت میں واقعہ ہے ایک بوڑھا حکیم صاحب کے پاس جا کر کہنے لگا کہ میری آنکھیں کمزور ہو چکی ہیں، حکیم صاحب نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے بوڑھے نے کہا میرا دماغ بھی کمزور ہو چکا ہے، حکیم صاحب نے کہا بڑھاپے کی وجہ سے ہے، بوڑھے نے کہا میرے ہاتھ پاؤں میں بھی درد رہتا ہے حکیم صاحب نے پھر کہا یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے، بڈھے کو غصہ آ گیا حکیم صاحب کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور کہا نامعقول تو نے حکمت میں بڑھاپے کے سوا کچھ اور بھی سیکھا ہے؟ حکیم صاحب کو دن میں تارے نظر آنے لگے تو حکیم صاحب نے ہنستے ہوئے کہا بابا جی میں آپ پر اس حرکت کی وجہ سے غصہ نہیں کروں گا کیوں کہ آپ کا غصہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

مسواک کی بے حرمتی کرنے والے کا انجام

علامہ ابن کثیرؒ نے ابن خلکانؒ کے حوالے سے اپنی شہرہ آفاق کتاب (البدایہ والنھایہ جلد ۱۳ ص:۲۰۷) میں (ایک واقعہ) ذکر کیا ہے کہ ایک شخص ابو سلام نامی جو بصرہ کا باشندہ اور نہایت بے باک اور بے غیرت (قسم کا) تھا اس کے سامنے مسواک کے فضائل و مناقب اور محاسن کا ذکر آیا تو اس نے از راہ غیض وغضب قسم کھا کر کہا کہ میں مسواک کو اپنی سرین میں استعمال کروں گا، چنانچہ اس نے مسواک کو اپنی سرین میں گھسا کر اپنی قسم کو پورا کر کے دکھایا اور اس طرح مسواک کے ساتھ سخت بے حرمتی اور بے

اوبی کا معاملہ کیا جس کی وجہ سے قدرتی طور پر ٹھیک نومہینہ بعد اس کے پیٹ میں تکلیف شروع ہوئی اور پھر ایک (بدشکل) جنگلی جانور چوہے جیسا اس کے پیٹ سے پیدا ہوا جس کی ایک بالشت چار انگلی (یعنی ایک فٹ) کی دم، چار پیر، مچھلی جیسا سر اور چار دانت باہر کی طرف نکلے ہوئے تھے، پیدا ہوتے ہی یہ جانور تین مرتبہ چلایا جس پر اس کی بچی آگے بڑھی اور سر کچل کر اس نے جانور کو ہلاک کر دیا تیسرے دن یہ شخص مرگیا، اس کا کہنا تھا کہ اس جانور نے مجھ کو اور میری آنتوں کو کاٹ دیا ہے، یہ واقعہ تقریباً آج سے ۳۴۷ سال قبل 1660ء میں پیش آیا ہے ان اطراف کی ایک بڑی جماعت نے جس میں وہاں کے خطباء بھی تھے، اس کا مشاہدہ کیا ہے۔

(فضائل مسواک ص: ۵۰ بحوالہ بکھرے موتی جلد ا ص: ۱۱۴)

لڑکے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کا عجیب واقعہ

علامہ دمیریؒ فرماتے ہیں میں نے بہت سی کتابوں میں یہ روایت دیکھی اور پڑھی ہے جس کو زید بن اسلمؒ نے اپنے والد محترم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

حضرت زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں حضرت عمرؓ بن خطاب بیٹھے ہوئے لوگوں سے مخاطب تھے تو ایک شخص اپنے لڑکے کو اپنے ساتھ لئے مجلس میں حاضر ہوئے اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا میں نے نہیں دیکھا کسی کوے کو کہ جو زیادہ مشابہ ہو تیرے اس کوے سے (یعنی کہ تیرا لڑکا بہت زیادہ کالا ہے اس سے پہلے میں نے کسی کالے لڑکے کو نہیں دیکھا جو تیرے لڑکے سے بھی زیادہ کالا ہو)

اس شخص نے جواب دیا کہ امیر المومنین اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جب کہ وہ مرچکی تھی یہ سن کر حضرت عمر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچے کا قصہ مجھ سے بیان کر چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین! ایک مرتبہ میں نے سفر کا ارادہ کیا اس وقت اس کی والدہ کا حمل تھا اس نے مجھ سے کہا تم اس حال میں مجھ کو چھوڑ کر

جارہے جبکہ میں حمل کی وجہ سے بوجھل ہورہی ہوں میں نے اس کو کہا ﴿استودع الله مافی بطنک ...... کہ میں اس بچے کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں، میں یہ کہہ کر سفر پر روانہ ہوگیا اور کئی سال کے بعد گھر واپس آیا تو گھر کا درزاہ بند پایا اور لوگوں سے معلوم کیا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے میں نے "اناللہ و انا الیہ راجعون" پڑھا اور اس کے بعد اپنی بیوی کی قبر پر گیا، میرے چچازاد بھائی میرے ساتھ تھے میں کافی دیر تک قبر پر ٹھہرا رہا اور روتا رہا میرے بھائیوں نے مجھے تسلی دی اور واپسی کا ارادہ کیا اور مجھے گھر لانے لگے چند گز ہی ہم آئے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی میں نے اپنے چچازاد بھائی سے پوچھا یہ آگ کیسی ہے؟ انہوں نے کہا یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابھی مرحومہ کی قبر میں سے نمودار ہوتی ہے میں نے یہ سنکر انا للہ پڑھا اور میں نے کہا کہ عورت تو بہت نیک اور تہجد گزار تھی تم مجھے دوبارہ اس قبر کے پاس لے جاؤ چنانچہ وہ مجھے قبر پر لے آئے جب میں قبرستان میں داخل ہوا میرے چچازاد بھائی وہیں رک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور بیوی بیٹھی ہے اور یہ لڑکا اس کے چاروں طرف گھوم رہا ہے ابھی میں اس طرف متوجہ تھا کہ ایک غیبی آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے اپنی امانت واپس لے لو اور اگر تو اس کی والدہ کو بھی اللہ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھالیا میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہوگئی، امیر المومنین یہ قصہ جو میں نے بیان کیا ہے خدا کی قسم بالکل صحیح ہے۔

(حیاۃ الحیوان جلد:۲ص۱۸۰ بحوالہ بکھرے موتی جلد:۱ص:۱۹۷)

نوٹ:...... بات بالکل درست ہے کہ جو اپنی امانت اللہ کے سپرد کرے گا، تو اللہ اس کو اس کی امانت ضرور لٹاتا ہے۔ اللہ کسی کا محتاج نہیں، بلکہ ہم اللہ کے محتاج ہیں۔ اللہ عمل کی توفیق دے، آمین۔

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرت ناک واقعہ

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج ہوا ہے، ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے بڑے عبرت ناک واقعات بھی سامنے آئے ہیں، جس سے ہمیں سبق لینا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اسی لئے دکھاتے ہیں تا کہ ہم لوگ عبرت حاصل کرلیں۔

مفتی مولانا عبدالرؤف سکھروی کے ایک رسالے ''ٹی وی کی تباہ کاریاں'' میں ایک عورت کا بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت (کسی گھر میں) ایک ماں اور ایک بیٹی تھی، ماں نے بیٹی سے کہا بیٹی آج گھر میں مہمان آنے والے ہیں افطاری تیار کرنی ہے اس لئے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو اور کام میں لگو اور افطاری تیار کرلو! بیٹی نے صاف جواب دیا کہ اماں اس وقت ٹی وی پر ایک خاص پروگرام آرہا ہے میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں اس سے فارغ ہوکر کچھ کروں گی، چونکہ وقت کم تھا اس لئے ماں نے کہا کہ تم اس کو چھوڑ دو پہلے کام کراؤ، مگر بیٹی نے ماں کی بات ایک نہ سنی اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لیکر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں مجھے بار بار منع کرے گی، اور کام کے لئے بلائے گی۔

چنانچہ ٹی وی کو اوپر کمرے میں لیجا کر اندر سے کنڈی لگالی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہوگئی نیچے ماں بیچاری آواز دیتی رہی لیکن لڑکی نے کچھ پرواہ نہ کی ماں نے افطاری کے لئے جو تیاری ہوسکی کرلی اتنے میں مہمان بھی آگئے، اور سب لوگ افطاری کے لئے بیٹھ گئے ماں نے بیٹی کو آواز دی تا کہ وہ بھی آکر روزہ افطار کرلے لیکن بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ماں کو تشویش ہوئی چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا بالآخر دروازہ توڑا گیا جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو کیا دیکھا کہ ٹی وی سامنے چل رہا ہے اور بیٹی ٹی وی کے سامنے مری ہوئی

اوندھے منہ زمین پر پڑی ہوئی ہے اب سب گھر والے پریشان ہو گئے جب اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی گئی تو اس کی لاش کو کوئی نہ اٹھا سکا ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کئی ٹن وزنی ہو گئی ہے اب سب لوگ پریشان ہو گئے کہ اس کی لاش کیوں نہیں اٹھائی جا رہی اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے ٹی وی اٹھا لیا اب صورت حال یہ ہو گئی کہ اگر ٹی وی اٹھائیں تو اس لڑکی کی لاش اٹھے گی اگر ٹی وی رکھ دیں تو لاش نہیں اٹھے گی چنانچہ ٹی وی کے ساتھ اس کی لاش کو نیچے لائی گئی اور اس کو غسل دیا اور کفن دیا گیا۔

جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو اس کی چارپائی ایسی ہو گئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو لیکن جب ٹی وی اٹھایا گیا تو آسانی سے چارپائی بھی اٹھ گئی تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے چلا تب اس کا جنازہ گھر سے باہر نکلا اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور قبرستان لے جانے لگے تو ٹی وی آگے جنازہ پیچھے پیچھے رہا پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میت کو قبر میں اتارا اور قبر کو بند کر کے اور اس کو ٹھیک کر کے جب لوگ واپس گھر کی طرف آنے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی ساتھ واپس لے چلو، جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی، کتنی عبرت کی بات ہے ﴿فاعتبروا یا اولی الابصار﴾ (اے عقلمندو عبرت حاصل کرو) لوگوں نے ٹی وی کو جلدی سے وہیں رکھا اور دوبارہ اس کی لاش کو قبر کے اندر کر کے قبر بند کر دی اور دوبارہ ٹی وی اٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی اب لوگوں نے کہا کہ یہ تو ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہو گی اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی بھی اس کے سرہانے رکھ دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو دفن کر دیا گیا (العیاذ باللہ)۔

اب آپ سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہو گا اور کیا انجام ہو گا ہماری عبرت کے لئے اللہ نے یہ واقعہ ہمیں دکھا دیا اب بھی اگر ہم عبرت حاصل نہ کریں تو تو ہماری ہی

نالائقی ہے۔''اللّٰهم احفظنا منه''۔

(ٹی وی کی تباہ کاریاں، تعمیر حیات)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کی وجہ سے راستہ ملا

ابن ابی حاتمؒ ایک حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے اس نے آپؐ کی بڑی خاطر تواضع کی واپسی میں آپؐ نے فرمایا کہ کبھی ہم سے مدینہ میں بھی مل لینا، کچھ دنوں بعد وہ اعرابی آپ ﷺ کے پاس مدینہ میں آیا، حضورؐ نے فرمایا (کیا) کچھ چاہئے؟ اس اعرابی نے کہا ایک تو اونٹنی دیجئے بمع ہودج کے اور ایک بکری دیجئے، جو دودھ دیتی ہو، آپؐ نے فرمایا افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا، صحابہؓ نے پوچھا وہ (بنی اسرائیل کی بڑھیا والا) واقعہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو راستہ بھول گئے ہزار کوششوں کی لیکن راستہ یاد نہ آیا آپؑ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا ہے یعنی یہ کیا وجہ ہے؟ تو علماء بنی اسرائیل نے کہا دراصل بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے آخری وقت میں ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی ساتھ لیتے جائیں، حضرت موسیٰ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے اور کہا کہ ہم میں ایک بڑھیا کے سوا اور کوئی بھی حضرت یوسفؑ کی قبر سے واقف نہیں حضرت موسیٰ نے اس بڑھیا کے پاس ایک آدمی بھیج کر اسے کہلوا دیا کہ مجھے حضرت یوسفؑ کی قبر دکھلاؤ؟ بڑھیا نے کہا دکھلاؤں گی لیکن پہلے اپنا حق لے لوں حضرت موسیٰ نے فرمایا تو کیا چاہتی ہے؟ اس بڑھیا نے کہا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو جائے آپؑ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا اس وقت وحی آئی کہ اس بات کو مان لو اور اس کی شرط منظور کر لو چنانچہ وہ عورت آپؑ کو ایک جھیل کے

پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو چکا تھا، بڑھیا نے کہا کہ اس کا پانی نکالو، پانی نکالا گیا جب زمین نظر آنے لگی تو کہا یہاں سے کھودو، جب کھودنے شروع کیا گیا یہاں تک کہ قبر ظاہر ہوگئی، قبر کو کھودا گیا اور تابوت کو نکالا گیا چنانچہ اب حضرت موسیٰ نے تابوت کو ساتھ لیا اور چلنے لگے تو راستہ صاف اور واضح نظر آنے لگا اور منزل مقصود پر پہنچ گئے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۴ص: ۳۳ بحوالہ بکھرے موتی جلد اول ص: ۱۸۱)

حضرت ابراہیمؒ بن ادہمؒ کے والد کو خوف خدا

ایک دن حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا بخارا کے باغات کی طرف سے گزر ہوا آپ ایک نہر کے کنارے (جو باغات کے اندر سے ہوتی ہوئی گزرتی تھی) بیٹھ کر وضو کرنے لگے آپ نے دیکھا کہ نہر کے اندر ایک سیب بہتا ہوا آرہا ہے خیال کیا کہ اس کے کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ سیب اٹھا کر کھالیا جب سیب کھا چکے تو دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ میں نے سیب کے مالک سے اجازت نہیں لی اور میرا یہ کھانا ناجائز ہے اس خیال سے مالک باغ کے پاس گئے اور جا کر اسے اس امر کی اطلاع دی تا کہ اس کی اجازت سے حلال ومباح ہو جائے چنانچہ باغ کے دروازے پر دستک دی جہاں سے یہ سیب آیا تھا آواز سن کر ایک لڑکی باہر آئی آپ نے اس سے کہا کہ میں باغ کے مالک سے ملنا چاہتا ہوں اسے بھیج دیجئے، اس نے عرض کیا کہ وہ عورت ہے آپ نے فرمایا کہ اچھا اسے پوچھو کہ میں خود حاضر ہو جاؤں چنانچہ اجازت مل گئی اور آپ اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے اور سارا واقعہ اس کو سنایا عورت نے جواب دیا کہ باغ کا نصف حصہ میرا ہے اور نصف سلطان کا ہے میں نے اپنے حصہ کا سیب معاف کر دیا اور سلطان یہاں نہیں ہیں بلخ تشریف لئے گئے ہیں جو بخارا سے دس دن کی مسافت پر ہے، چنانچہ اس نے اپنا سیب کا نصف حصہ تو آپ کو معاف کر دیا اب باقی رہا دوسرا نصف حصہ اب اسے معاف کروانے کے لئے بلخ تشریف لے گئے جب وہاں پہنچے تو بادشاہ کی سواری جلوس کے

ساتھ جارہی تھی، اسی حالت میں آپ سے سارے واقعہ کی بادشاہ کو خبر کر دی اور نصف حصہ سیب کے معاف کرانے پر طالب ہوئے بادشاہ نے فرمایا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا کل میرے پاس تشریف لے آئیں میں اس وقت کچھ کہہ دوں گا، بادشاہ کی ایک نہایت ہی خوبصورت حسین وجمیل بیٹی تھی اور بہت سے شہزادوں کی طرف سے پیغام نکاح اس کے لئے آ چکے تھے لیکن اس شہزادی کا باپ یعنی بادشاہ انکار کر دیا کرتا تھا کیونکہ بیٹی عبادت گزار اور نیک کاروں کو بہت پسند کرتی تھی اس لئے اس کی یہ خواہش تھی کہ دنیا کے کے مشورع زاہد کے ان کا نکاح ہو۔

جب بادشاہ محل میں واپس آیا تو اپنی لڑکی سے ادہم کا سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا کہ صرف نصف سیب حلال کرانے کے لئے بخارا سے یہاں بلخ آیا ہے جب لڑکی نے یہ کیفیت سنی تو نکاح منظور کر لیا چنانچہ حضرت ادہمؒ دوسرے دن بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ جب تک آپ میری بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کریں گے آپ کو نصف سیب معاف نہیں کروں گا، حضرت ادہم نے کمال انکار کے بعد نکاح قبول کر لیا، چنانچہ بادشاہ نے اپنی لڑکی کا نکاح ادہم سے کرا دیا جب حضرت ادہمؒ خلوت میں اپنی بیوی کے پاس گئے تو دیکھا کہ لڑکی نہایت آراستہ و براستہ ہے اور وہ مکان بھی جہاں لڑکی تھی تکلفات کے ساتھ مزین ہے حضرت ادہمؒ ایک گوشہ میں جا کر نماز میں مصروف ہو گئے حتی کہ اس حالت میں صبح ہو گئی، اور متواتر سات راتیں اسی طرح گزر گئیں، اور اب تک بادشاہ نے سیب کا نصف حصہ معاف نہیں کیا تھا، آپ نے بادشاہ کو یاددھانی کرانے کے لئے یہ کہا کہ اب وہ حصہ معاف فرما دیجئے، بادشاہ نے کہا کہ جب تک آپ کا میری لڑکی یعنی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کا اتفاق نہ ہوگا میں معاف نہیں کروں گا آخر کار شب ہوئی اور حضرت ادہمؒ بیوی کے پاس اجتماع پر مجبور ہوئے، اس کے بعد آپ نے غسل کیا نماز پڑھی، ایک چیخ ماری اور مصلے پر گر پڑے، لوگوں نے دیکھا تو حضرت ادہمؒ انتقال کر چکے تھے، بعد ازاں اس لڑکی کے بطن

سے ادہمؒ کا ایک لڑکا پیدا ہوا، اور وہ ابراہیمؒ بن ادہم تھا (چونکہ حضرت ابراہیم کے نانا بادشاہ کے پاس کوئی لڑکا نہ تھا اسی وجہ سے بادشاہ کے بعد سلطنت حضرت ابراہیمؒ بن ادہمؒ کو ملی، آپؒ کے سلطنت چھوڑنے کا واقعہ مشہور ہے جو کہ مذکور ہو چکا ہے، اور اس کی اصل بھی یہی ہے)۔

(سفر ابن بطوطہ ص ۱۰۶، بحوالہ بکھرتی موتی جلد ا ص ۱۹۳)

دریائے نیل کے نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو اہل مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا اس کے لئے ہم ایسا کرتے ہیں کہ ہر مہینے کی بارھویں تاریخ کو ایک خوبصورت باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو کچھ دے دلا کر رضامند کرتے ہیں اور پھر اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہناتے ہیں کافی بناؤ سنگا کے بعد اس لڑکی کو دریا میں ڈال دیتے ہیں اور اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ چڑھتا ہی نہیں۔

سپہ سالار حضرت عمرو بن العاصؓ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسے رسومات کو تو مٹانے کے لئے آیا ہے اب کے تم ایسا نہیں کرنا چنانچہ وہ باز رہے۔

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا اور مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک ہو چکا تھا لوگوں نے تنگ آ کر مشورہ کیا کہ مصر کو چھوڑ دیا جائے یہاں کی بود و باش ترک کر دیں اب فاتح مصر نے ارادہ کیا کہ دربار خلافت (یعنی حضرت عمرؓ) کو اس کی اطلاع دینی چاہئے چنانچہ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ کی طرف ایک رقعہ لکھا حضرت عمرؓ بن خطاب کی طرف سے جواب ملا کہ آپ نے جو کیا بہت اچھا کیا ہے اب

میں اس خط میں ایک پرچھی دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لیکر دریائے نیل میں ڈال دو چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے اس پرچھی کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ:

یہ خط ہے خدا تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمرؓ بن خطاب کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف اور حمد والصلوٰۃ کے بعد مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ وحدہٗ قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ تجھے رواں کردے، یہ پرچہ لیکر حضرت امیر لشکر نے دریا نیل میں ڈال دیا ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں ۱۶ ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی سے تر سالی ہوگئی، گرانی ارزانی سے بدل گئی، خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہوگیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا اس کے بعد ہر سال جو لڑکی دی جاتی تھی وہ لڑکی دریا میں ڈالنا بند ہوگئی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مصر سے اس ناپاک رسم کا خاتمہ ہوگیا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۲۱۴)

نوٹ:...... کہا جاتا ہے کہ اس وقت سے آج تک چودہ سو سال گزر گئے جب سے حضرت عمرؓ بن خطاب کا پیغام دریائے نیل کو ملا لیکن اس وقت سے آج تک پانی میں کمی نہیں آئی (واللہ اعلم)۔ رسول اللہ ﷺ کا خادم حضرت عمرؓ کا پیغام ملے اور دریا پھر بھی خشک رہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک عورت کا واقعہ

حضرت عمرؓ نے ایک مجذوم عورت کو طواف کرتے دیکھا تو فرمایا ﴿امت اللہ اقعدی فی بیتک ولا تؤذی الناس﴾ (یعنی اے خدا کی بندی اپنے گھر بیٹھ اور لوگوں کو تکلیف مت دے۔ وہ عورت چلی گئی، چند سال کے بعد دیکھا گیا پھر طواف کرنے آرہی ہے یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عمرؓ انتقال فرما چکے تھے مگر اس کو خبر نہ تھی طواف

کر رہی تھی کہ ایک شخص نے اس عورت سے کہا: ﴿ابشری فقد مات ذاک الرجل﴾ یعنی اے اللہ کی بندی اب دل کھول کر طواف کر لے کیوں کہ حضرت عمر جنہوں نے تمہیں طواف سے منع کیا تھا وہ وفات پا چکے ہیں اس نے بڑا تعجب اور افسوس کیا اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا اور کہا کہ میں اب آئندہ طواف نہیں کروں گی اگر عمرؓ بن خطاب زندہ ہوتے تو طواف کرتی میں ان کو مردہ سمجھ کر نہیں آئی تھی بلکہ زندہ سمجھ کر آئی تھی اور طواف کے شوق نے مجھے مجبور کیا تھا اور میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اب کے میں حضرت عمرؓ کی موجودگی میں طواف کروں گی زیادہ سے زیادہ سزا ہو جائے گی، حضرت عمر بن خطاب ایسے شخص نہ تھے، اور ایسا بھی نہیں ہوگا کہ ان کی زندگی میں تو ان کا حکم مانا جائے اور ان کے مرنے کے بعد ان کا حکم نہ مانا جائے چنانچہ عورت یہ باتیں کہہ کر بغیر طواف کئے چلی گئی۔

(حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات ص:۸۳۰)

ایک زانیہ لڑکی مکڑی سے ہلاک ہونے کا واقعہ

حافظ ابن کثیرؒ نے ایک عبرت ناک واقعہ بروایت ابن جریر وابن ابی حاتم عن مجاہد نقل کیا ہے کہ پہلی امتوں (یعنی بنی اسرائیل) میں ایک عورت تھی اس کو جب وضع حمل کا وقت شروع ہوا اور تھوڑی دیر کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس عورت نے اپنے ملازم کو آگ لینے کے لئے بھیجا وہ ملازم دروازے سے نکل ہی رہا تھا کہ اچانک ایک آدمی ظاہر ہوا اور اس نے یہ پوچھا کہ یہ عورت کیا جنی ہے؟ ملازم نے جواب دیا کہ ایک لڑکی جنی ہے تو اس آدمی نے کہا کہ آپ یاد رکھئے گا کہ یہ لڑکی ۱۰۰ مردوں سے زنا کرے گی اور آخر میں ایک مکڑی سے مرے گی ملازم یہ سن کر واپس ہوا اور فوراً ایک چھری لیکر اس لڑکی کا پیٹ چاک کر دیا اور سوچا کہ اب یہ مر گئی ہے تو وہ ملازم ڈر کے مارے بھاگ گیا لیکن پیچھے سے لڑکی کی ماں نے اس کے ٹانکے لگوا کر اس کا پیٹ جوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ جوان ہوگئی

اور خوبصورت اتنی تھی کہ اس شہر میں وہ بے مثل تھی اور اس ملازم نے بھاگ کر سمندر کی طرف پناہ لی اور کافی عرصہ تک مال و دولت کماتا رہا اور پھر شادی کرنے کے لئے شہر آیا اور یہاں اس کو ایک بڑھیا ملی تو اس بڑھیا سے ذکر کیا کہ میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جس سے زیادہ خوبصورت اس شہر میں اور کوئی نہ ہو اس عورت نے کہا کہ فلاں لڑکی سے زیادہ اور کوئی خوبصورت نہیں ہے آپ اسی سے شادی کرلیں آخر کار اس نے کوشش کی اور اس سے شادی کرلی ، تو اس لڑکی نے مرد سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اور تم کہاں رہتے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اسی شہر کا رہنے والا ہوں لیکن میں ایک لڑکی کا پیٹ چاک کر کے بھاگ گیا تھا تو اس نے اس طریقہ سے پورا واقعہ کہہ سنایا، یہ سن کر وہ لڑکی بولی کہ وہ لڑکی جس کا تم نے پیٹ چاک کیا تھا میں ہی ہوں یہ کہہ کر اس لڑکی نے اپنا پیٹ دکھایا تو پیٹ پر نشان موجود تھے یہ دیکھ کر اس مرد نے کہا کہ اگر تو وہی لڑکی ہے تو تیرے متعلق دو باتیں بتلاتا ہوں (جو مجھے کسی دوسرے نے بتائی تھی) ایک یہ کہ تو سو مردوں سے زنا کرے گی اس پر عورت نے اقرار کیا کہ ہاں مجھ سے ایسا ہوا ہے لیکن تعداد یاد نہیں اس نے کہا تعداد سو ہے دوسری بات یہ کہ تو مکڑی سے مرے گی۔

اس ملازم نے اس لڑکی کے لئے ایک عالی شان محل تیار کرایا جس میں مکڑی کے جانے کا نام تک نہ تھا ایک دن کمرہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ دیوار پر ایک مکڑی نظر آئی عورت بولی کہ کیا یہی مکڑی ہے جس سے تو مجھے ڈراتا ہے؟ ملازم نے کہا ہاں اس پر وہ عورت فوراً اٹھی کہا کہ اس کو تو میں ابھی مار دوں گی یہ کہہ کر اس کو نیچے گرایا اور پاؤں سے مسل کر اس کو ہلاک کر دیا۔

مکڑی تو ہلاک ہوگئی لیکن اس کے زہر کے چھینٹیں اس کے پاؤں اور ناخنوں پر پڑگئے جو اس کی موت کا پیغام بنے (اور اس کے پورے جسم پر دانے اٹھے اور مرگئی) چنانچہ یہ عورت صاف ستھرے شاندار محل میں اچانک ایک مکڑی کے ذریعے ہلاک ہوگئی۔

(معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۹۳)

حضرت بایزید بسطامیؒ کا یہودی سے مناظرہ اور سوالات وجوابات

یہودیوں کا بڑا مجمع اور ان کا ایک عالم ان میں تقریر کر رہا ہے حضرت بایزید بسطامیؒ جا کر اس مجمع میں بیٹھ گئے ان کے بیٹھتے ہی ان کے عالم کی زبان بند ہوگئی مجمع میں شور ہوا کہ حضرت بولتے کیوں نہیں؟...... عالم نے کہا ''دخل فینا محمدی'' ہم میں کوئی محمدی آ گیا ہے، زبان بند۔ انہوں نے کہا اسے کھڑا کرو قتل کریں گے، کہا نہیں بھائی! جو محمدی ہو کھڑا ہو جائے، حضرت بایزید بسطامیؒ کھڑے ہوگئے یہودی نے کہا میں سوال کروں گا تو جواب دے گا؟ بایزیدؒ نے کہا دوں گا حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ میں ایک سوال کروں گا تو جواب دے گا؟ کہا دوں گا یہودی عالم نے سوالات شروع کر دیئے

(۱) ایک بتاؤ جس کا دوسرا نہیں؟...... فرمایا: اللہ ایک ہے اس کے ساتھ دوسرا نہیں۔

(۲) کہا دو بتاؤ جس کا تیسرا نہ ہو؟...... فرمایا: ''اللیل والنھار'' دن اور رات اس کا تیسرا نہیں۔

(۳) کہا تین بتاؤ جس کا چوتھا نہ ہو؟...... فرمایا: لوح وقلم وکرسی تین ہیں اس کا چوتھا نہیں۔

(۴) کہا چار بتاؤ جس کا پانچواں نہ ہو؟...... فرمایا: تورات، زبور، انجیل، اور قرآن یہ چار ہیں اس کا پانچواں نہیں۔

(۵) کہا کہ پانچ بتاؤ جس کا چھٹا نہیں؟ ...... فرمایا اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، چھ نہیں۔

(۶) کہا کہ چھ بتاؤ جس کا ساتواں نہیں؟...... فرمایا:

﴿خلق السمٰوٰت والارض بینھما فی ستة ایام ثم استوی علی العرش﴾ (القرآن)

چھ دن میں زمین وآسمان بنائے ہیں سات نہیں۔

(۷) کہا کہ سات بتاؤ جس کا آٹھواں نہیں؟..... فرمایا:

﴿الم تروا کیف خلق اللہ سبع سمٰوٰت طباقاً وجعل القمر فیھم نوراً وجعل الشمس سراجاً﴾ (القرآن)

میرا رب کہتا ہے کہ میں نے سات آسمان بنائے ہیں اس لئے آسمان سات ہیں اس کا آٹھواں نہیں۔

(۸) کہا آٹھ بتاؤ جس کا نواں نہ ہو؟..... فرمایا:

﴿ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیۃ﴾ (القرآن)

میرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے پکڑا ہوا ہے نو نے نہیں۔

(۹) کہا وہ نو بتاؤ جس کا دس نہیں؟..... فرمایا:

﴿فی المدینہ تسعۃ رھط یفسدون﴾ (القرآن)

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم میں نو بڑے بدمعاش تھے۔ دسواں نہیں تھا اللہ نے نو کہا ہے۔

(۱۰) کہا وہ دس بتاؤ جس کا گیارہواں نہیں۔ فرمایا: حج میں کوئی غلطی ہو جائے تو اللہ نے ہم پر سات روزے وہاں رکھنے اور تین گھر پر رکھنے کو کہا ﴿تلک عشرۃ کاملۃ﴾ (القرآن) یہ دس ہیں گیارہ نہیں۔

(۱۱) کہا وہ بتاؤ جس کا بارہ نہیں۔ فرمایا حضرت یوسفؑ کے گیارہ بھائی تھے بارہ نہیں تھے۔

(۱۲) کہا وہ بارہ بتاؤ جس کا تیرہ نہیں۔ فرمایا سال میں اللہ نے بارہ مہینے بنائے ہیں تیرہ نہیں

(۱۳) کہا وہ تیرہ بتاؤ جس کا چودہ نہیں۔ فرمایا رَأَیۡتُ أَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رَأَیۡتُھُمۡ لِیۡ سٰجِدِیۡنَ (القرآن) حضرت یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ میں نے گیارہ ستارے دیکھے ایک سورج دیکھا ایک چاند دیکھا جو مجھے

سجدہ کررہے ہیں یہ تیرہ ہیں چودہ نہیں۔

(۱۴) کہا وہ بتاؤ کیا چیز ہے۔جس کو خود اللہ نے پیدا کیا اس کے بارے میں خود ہی سوال کیا فرمایا حضرت موسیٰ کا ڈنڈا اللہ کی پیداوار ہے لیکن خود سوال کیا وماتلک بیمینک یموسیٰ (القرآن) اے موسیٰ! تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔

(۱۵) کہا کہ بتاؤ سب سے بہترین سواری کیا ہے؟ فرمایا گھوڑا۔

(۱۶) کہا کہ بتاؤ سب سے بہترین دن۔فرمایا جمعہ کا دن

(۱۷) کہا کہ بتاؤ سب سے بہترین رات۔فرمایا لیلۃ القدر

(۱۸) کہا کہ بتاؤ سب سے بہترین مہینہ۔فرمایا ماہ رمضان المبارک

(۱۹) کہا کہ بتاؤ کونسی چیز ہے جس کو اللہ نے پیدا کر کے اس کی عظمت کا اقرار کیا۔فرمایا اللہ نے عورت کو مکار بنایا اور اس کے مکر کا اقرار کیا اِنَّ کیدکُنَّ عظیم (القرآن) عورت کا مکر بڑا زبردست ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے نہیں دیکھا کہ بڑے سے بڑے عقلمند کے قدم اکھاڑنے والی ہو۔اور کوئی چیز نہیں ہے سوائے عورت کے بڑوں بڑوں کے عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

(۲۰) کہا بتاؤ وہ کونسی چیز ہے جو بے جان مگر سانس لیتی ہے؟ فرمایا والصُّبحِ اذا تنفّس۔میرا رب کہتا ہے کہ مجھے صبح کی قسم جب وہ سانس لیتی ہے۔

(۲۱) کہا بتاؤ وہ کونسی چودہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ پاک نے اطاعت کا حکم دے دیا ان سے بات کی۔سات زمین سات آسمان ثُمَّ استوىٰ اِلَى السَّمآءِ وهىَ دُخانٌ فقالَ لها وللارضِ ئتيا طوعاً أوْ كرهاً قالتا أتيناطآئعين (القرآن) اللہ نے سات زمینیں سات آسمان بنائے اور ان چودہ کو خطاب فرمایا کہ میرے سامنے جھک جاؤ تو ان چودہ کے چودہ نے کہا کہ یا اللہ! ہم آپ کے سامنے جھک رہے ہیں۔

(۲۲) کہا بتاؤ وہ کونسی چیز ہے جسے اللہ نے خود پیدا کیا پھر اللہ نے اسے خرید لیا فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پیدا کیا ہے اور ان کو خود خرید لیا جنت کے بدلے اِنَّ اللہ

اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ (القرآن) ارے مسلمان اللہ کی قسم نہ تو بیوی کا ہے نہ تو بچوں کا ہے نہ تو تجارت کا نہ تو صدارت کا ہے نہ تو حکومت کا ہے نہ تو کسی جماعت کا ہے تو اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔ اگر تو اللہ اور رسول کا بن کے چلے گا تو یہ سارا نقشہ تیرے تابع ہو کے چلے گا اور اگر اللہ اور رسول سے ٹکرائے گا تو اللہ تجھے ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔

(۲۳) کہا بتاؤ وہ کونسی بے جان چیز ہے جس نے بے جان ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا فرمایا حضرت نوحؑ کی کشتی پانی پر چلی اور چلتے چلتے جب بیت اللہ پر آئی تو بیت اللہ کے سات چکر لگائے۔

(۲۴) کہا بتاؤ وہ کونسی قبر جو اپنے مردے کو لے کر چلی فرمایا حضرت یونسؑ کی مچھلی جو اپنے اندر حضرت یونسؑ کو بٹھا کر چالیس دن تک پھرتی رہی اور وہ قبر کی طرح تھی قبر کی طرح چل رہی تھی لیکن اللہ کی قدرت قاہرہ غالبہ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں ہضم کر نہ مرنے دیا نہ بھوکا رکھا نہ پیاسا رکھا نہ بیمار کیا نہ پریشان کیا بلکہ مچھلی کو شیشے کی طرح کر دیا حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں بیٹھ کر سارے دریا کا تماشہ دیکھتے اندر سے باہر کا منظر دیکھتے مچھلی کا ایک ہی معدہ ہے اس میں غذا بھی آ رہی ہے لیکن حضرت یونسؑ امانت ہیں آرام سے بیٹھے ہیں معدے کی حرکت حضرت یونسؑ کو تکلیف نہیں دے رہی لیکن مچھلی کی غذا بھی کھائی جا رہی ہے حضرت یونسؑ امانت بن کر بیٹھے ہوئے ہیں۔

(۲۵) کہا بتاؤ وہ کونسی قوم ہے جس نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں جائے گی فرمایا حضرت یوسفؑ کے بھائی وجاؤ علی قمیصہ بدم کذب، قال بل سولت لکم انفسکم امرا (القرآن) حضرت یوسفؑ کے بھائی شام کو آئے اور بکری کا خون کرتہ کے اوپر مل کر آئے اور جھوٹ بولا حضرت یوسف کو بھیڑیا اٹھا کے لے گیا لیکن حضرت یعقوب کے استغفار پر اور ان کی توبہ کرنے پر اللہ انہیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(۲۹) کہا بتاؤ وہ کونسی قوم ہے جو سچ بولے گی پھر بھی جہنم میں جائے گی فرمایا یہودی اور عیسائی ایک بول میں سچے ہیں یہودی کہتے ہیں عیسائی باطل پر ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی باطل پر ہیں اس میں دونوں سچے ہیں۔ وقالتِ الیھودُ لیستِ النّصٰری علٰی شیئٍ وقالتِ النصٰری لیستِ الیھودُ علیٰ شیئٍ (القرآن) دونوں سچے ہیں اس میں لیکن دونوں جہنم میں جائیں گے، اس کے علاوہ تو اور بھی بہت سوالات ہیں لیکن وقت بہت ہو گیا ہے اس لئے باقی کو چھوڑ رہا ہوں۔

حضرت بایزیدؒ کا سوال

اب حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اب میرا بھی ایک سوال ہے میں صرف ایک سوال کروں گا جواب دو گے کہا دوں گا۔ فرمایا ما مفتاح الجنۃ مجھے بتا دے جنت کی چابی (کیا ہے؟) یہودی عالم خاموش ہو گئے تو نیچے مجمع سے لوگوں نے کہا کہ بولتے کیوں نہیں؟ تم نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی اور وہ ہر ایک کا جواب دیتا رہا اور آپ ایک کا بھی جواب نہیں دے رہے کہنے لگا جواب مجھے آتا ہے مگر تم مانو گے نہیں یہی آج ہم کہتے ہیں کہ جناب تجھے سارا پتہ ہے پتہ ہے تو مانتے کیوں نہیں؟ کہتے ہیں کیا کریں مجبور ہیں اس مجبوری کو توڑنے کے لئے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکلا جائے یہودی عالم نے کہا جواب تو مجھے آتا ہے تم مانو گے نہیں کہنے لگے اگر تو کہے گا تو ہم مانیں گے کہ جنت کی چابی تو محمد رسول اللہ ﷺ ہے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی چابی میرے ہاتھ میں ہے اور جنت کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے ساری دنیا کے انسان میرے جھنڈے کے نیچے جنت میں جائیں گے کوئی میرے جھنڈے سے نکل نہیں سکتا جنت کا دروازہ اور چابی آپ کے ہاتھ میں کوئی جا نہیں سکتا جنت والے جنت کے دروازے پر پہنچ چکے ہیں وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمرا۔ حتّٰی اذا جآئوھا وفتحت ابوابھا (القرآن) آئے ہیں دروازے پر کھڑے ہیں دروازہ بند ہے حضرت آدم کے

پاس آتے ہیں اے ہمارے باپ! جدتو ہی ہمارا اول تو ہی ہمارا سب سے بڑا تو ہی جنت کا دروازہ کھلوا۔ وہ ارشاد فرمائیں گے ارے میں نے ہی تو تمہیں جنت سے نکلوایا تھا میں تمہیں کہاں سے داخل کرواؤں یہ میرے بس کی بات نہیں ہے حضرت نوحؑ کے پاس آئیں گے آپ جد ثانی ہیں آپ دروازہ کھلوایئے وہ کہیں گے کہ میں نہیں کھلوا سکتا آج میرے بس کی بات نہیں ہے حضرت موسیٰ کے پاس آئیں گے پھر حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے حضرت عیسیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میرے بس کی بات نہیں ہے جاؤ نبی عربی ﷺ کے پاس جاؤ جس کے ہاتھ میں جنت کی چابی ہے اور جس کی اتباع میں دنیا کی کامیابی ہے اتنا بھی آج ایمان نہیں ہے کہ اپنی دکان کے حرام کو نکال سکے تو یہ اسلام کہاں سے زندہ کرے گا جب اتنا ایمان نہیں ہے کہ ایک سنت کو سجا سکے تو یہ دنیا میں دین کو کیسے زندہ کرے گا اس کی نمازیں اس کو کیا نفع دیں گی دل حضرت محمد ﷺ والا نہیں ہے معاف کرنا دل میرا بھی اور آپ کا بھی وہی قارون والا ہے کہ مال اور مال ہو پیسہ ہو اور پیسہ ہو دروازہ بند ہے آج کوئی کھلوا کے تو دکھائے۔

(بحوالہ بصیرت افروز واقعات ص ۳۶)

ایک فقیر کی امام کو نصیحت

ایک مسجد میں ایک فقیر اعتکاف کی نیت سے جا کر بیٹھ گیا اس کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ تھا مسجد کے امام صاحب نے دیکھا تو امام صاحب نے ان کو نصیحت کی کہ یوں بے سروسامانی کے عالم میں مسجد میں بیٹھنے سے بہتر ہے کہ کہیں جا کر مزدوری کرو فقیر نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا، امام صاحب نے دوسری دفعہ پھر یہی کہا فقیر پھر چپ رہا کوئی جواب نہ دیا امام صاحب نے تیسری دفعہ پھر کہا فقیر خاموش رہا اس نے چوتھی بار پھر کہا تو فقیر نے جواب دیا کہ اس مسجد کے قریب جو یہودی کی دوکان ہے اس نے میری دوروٹی روزانہ کی مقرر کر لی ہے امام صاحب نے فرمایا کہ اس نے کیسے

مقرر کردی ہے تو بہت اچھا ہے پھر اعتکاف بھی کرتا ہے۔

فقیر نے کہا کاش آپ امام نہ ہوتے تو بہت اچھا ہوتا تم اپنی اس ناقص توحید کے ساتھ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ بن کر کھڑے ہوتے ہو ایک کافر یہودی کے وعدہ کو تم نے اللہ کے روزی کے وعدہ پر فوقیت دی ہے۔ افسوس ہے تم پر اور تمہارے حال پر۔ فقیر نے واقعی سچ کہا ہماری یہی حالت ہے کہ بندہ نے وعدہ کیا اس پر اعتماد کیا ہوا ہے لیکن ہم اللہ کے وعدہ کو بھول گئے کہ وہ رزق جہاں سے دے لیکن دے گا ضرور۔

(فضائل صدقات حصہ دوئم: ص ۶۳)

چڑیا کا اندھے سانپ کو کھجور کھلانا اور ڈاکوؤں کی توبہ

کُرد ایک قبیلہ کا نام ہے اس میں ایک مشہور ڈاکو رہتا تھا وہ اپنا واقعہ خود بیان کرتا ہے جس کو مولانا ذکریاؒ فضائل صدقات میں تحریر فرماتے ہیں میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ڈاکہ مارنے جا رہا تھا راستہ میں ہم ایک جگہ بیٹھے تھے، وہاں ہم نے دیکھا کہ کھجور کے تین درخت ہیں دو درختوں پر تو خوب پھل آ رہا ہے اور ایک بالکل خشک ہے اور میں نے دیکھا کہ ایک چڑیا بار بار آتی ہے اور پھل دار درختوں پر سے تروتازہ کھجور اپنی چونچ میں لیکر اس خشک درخت پر لے جاتی ہے ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا تو مجھے یہ خیال آیا کہ اس پر چڑھ کر تو دیکھو کہ یہ چڑیا اس کھجور کو کیا کر رہی ہے؟ چنانچہ میں نے اس خشک درخت کی چوٹی پر جا کر دیکھا وہاں ایک اندھا سانپ منہ کھولے پڑا ہے اور یہ چڑیا وہ تروتازہ کھجور اس کے منہ میں ڈال دیتی ہے مجھے یہ دیکھ کر اس قدر حیرت ہوئی کہ میں رونے لگا میں نے کہا میرے مولا! یہ سانپ جس کے مارنے کا حکم تیرے نبیؐ نے دیا تو نے جب اس اندھے سانپ کو روزی پہنچانے کے لئے چڑیا کو مقرر فرما دیا ہے تو میں تیرا بندہ توحید کا اقرار کرنے والا ہوں تو نے مجھے لوگوں کے لوٹنے پر لگا دیا یہ بات کہنی تھی کہ میرے دل

میں یہ بات ڈالدی گئی کہ میرا دروازہ توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے (تو خود جب چاہے جس وقت چاہے آسکتا ہے) وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اسی وقت اپنی تلوار توڑ ڈالی جو آدمیوں کو لوٹنے میں کام دیتی تھی اور اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا (درگزر درگزر) چلانے لگا۔ مجھے غیب سے آواز آئی کہ ہم نے درگزر کیا ہم نے درگزر کیا، میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا تو وہ کہنے لگے کہ تجھے کیا ہوگیا؟ میں نے کہا میں مجبور تھا، اب میں نے صلح کرلی، یہ کہہ کر میں نے ان کو سارا قصہ سنایا، وہ کہنے لگے ہم بھی اللہ سے صلح کرتے ہیں یہ کہہ کر سب نے اپنی اپنی تلواریں توڑ ڈالیں اور ہم سب لوٹا ہوا سامان چھوڑ کر احرام باندھ کر مکہ کی طرف حج کے ارادے سے چل دیئے۔ تین دن چل کر ایک گاؤں کے پاس پہنچے تو ایک اندھی بڑھیا ملی اس نے ہم سے میرا نام لیکر پوچھا کہ تم میں اس نام کا کوئی کردی لڑکا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں، اس (عورت) نے کچھ کپڑے نکالے اور یہ کہا کہ تین دن ہوگئے ہیں میرا لڑکا مرگیا ہے اس نے یہ کپڑے چھوڑے ہیں میں تین دن سے روزانہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھ رہی ہوں حضور اقدس فرماتے ہیں کہ اس کے کپڑے فلاں کردی کو دیدو، وہ کردی کہتا ہے کہ وہ کپڑے میں نے لے لئے اور ہم سب نے ان کپڑوں کو پہنا۔ (فضائل صدقات حصہ دوم ص ۲۶)

اس قصہ میں دونوں چیزیں قابل فکر وعبرت ہیں پہلی چیز کہ اندھے سانپ کی اللہ جل شانہ کی طرف سے روزی کا سامان مقرر ہونا اور دوسری حضور کی طرف سے کپڑوں کا عطیہ پیش ہونا۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہر مسلم وغیر مسلم کی بھی مدد کرتا ہے لیکن بھٹکے ہوئے انسان کی جب اللہ تعالیٰ مدد کرنا چاہے تو اس کے لئے اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ سارے اسباب اور غنا اور فقر کے وہی پیدا کرتا ہے اور سچی توبہ کی وجہ سے حضور کی طرف سے کپڑوں کا اعزاز خود ایک قابل فخر چیز ہے۔

شیطان کا حضرت ذوالکفل سے ہار ماننا

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک نیک بزرگ آدمی تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیماں کیا ہوا تھا اور وہ اس عہد پر قائم تھے، وہ قوم میں عدل وانصاف کیا کرتے تھے، حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت یسع جب بہت بوڑھے ہو گئے تو انہوں نے ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ مقرر کردوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے (چنانچہ) لوگوں کو جمع کیا گیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں (وہ تین باتیں یہ ہیں) (۱) دن بھر روزہ رکھے، (۲) رات بھر قیام کرے، (۳) اور کبھی بھی غصہ نہ ہو، اس پر کوئی کھڑا نہ ہوا، مگر ایک شخص جسے لوگ بہت نچلے درجے کا سمجھتے تھے وہ کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں اس شرط کو پورا کروں گا آپ نے پوچھا یعنی تو دن کو روزہ سے رہیگا، راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور کسی پر بھی غصہ نہ کرے گا؟ اس شخص نے کہا ہاں حضرت یسع نے فرمایا اچھا اب کل یہی یعنی کل بات ہوگی، دوسرے دن بھی آپ نے اسی طرح مجلس عام میں سوال کیا لیکن اس شخص کے علاوہ اور کوئی کھڑا نہ ہوا، چنانچہ حضرت یسع علیہ السلام نے انہیں کو خلیفہ بنا دیا گیا، اس کا نام حضرت ذوالکفل تھا اب شیطان نے اپنے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو حضرت ذوالکفل کو بہکانے کے لئے بھیجنا شروع کر دیا مگر کسی کی کچھ بھی دال نہ گلی، چنانچہ ابلیس خود ہی آ گیا، دوپہر کے وقت قیلولہ کے لئے حضرت ذوالکفل لیٹے ہی تھے کہ اس خبیث نے کنڈی بجانی شروع کر دی، آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستاتی ہے میرے ساتھ اس نے ناانصافی کی ہے اب جو لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا چنانچہ حضرت ذوالکفل کی نیند کا سارا وقت اس میں چلا گیا۔

حضرت ذوالکفل دن رات میں بس اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے

تھے، آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کر دوں گا، اب شام کو جب اس کا فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھے تو ہر طرف دیکھا لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں چلا، یہاں تک کہ آپ خود جا کر ادھر ادھر تلاش کرنے لگے، مگر کہیں نہیں پایا اور دوسرے دن صبح کو بھی نہ آیا پھر آپ دوپہر کو کچھ دیر کے لئے آرام کرنے کے ارادے سے لیٹنے گئے تو یہ شیطان خبیث پھر آ گیا اور دروازہ کھٹکھٹا شروع ہو گیا تو آپ نے دروازہ کھولا اور فرمانے لگے۔ میں نے تو تم کو شام کو آنے کے لئے کہا تھا میں تمہارا انتظار کرتا رہا لیکن تم نہ آئے وہ کہنے لگا حضرت کیا بتلاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں تو میں ٹھہر گیا اب انہوں نے پھر انکار کر دیا چنانچہ پھر اس نے لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دیئے اور آج کی نیند بھی خراب کر دی سونے نہ دیا گیا حضرت نے فرمایا کہ شام کو آنا، اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اس نے آنا تھا نہ آیا، تیسرے دن آپ نے ایک آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی آدمی دروازے پر نہ آنے پائے نیند کی وجہ سے میری حالت غیر ہو رہی ہے، آپ ابھی لیٹے ہی تھے کہ وہ مردود پھر آ گیا، چوکیدار نے اسے روکا یہ نہ رکا لیکن ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا، آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی دروازے پر کسی کو آنے دیا، اس چوکیدار نے کہا کہ نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا، آپ نے جب غور سے دیکھا تو دروازے کو بند پایا، اور اس شخص کو اندر موجود پایا، آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے، اس وقت شیطان نے کہا اے اللہ کے ولی! میں تجھ سے ہارا، نہ تو تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقع پر غصہ ہوا (اور وہاں سے بھاگ گیا)۔ پس اسی وجہ سے تو خدا نے ان کا نام ذوالکفل رکھا اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھی انہیں پورا کر دکھایا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص: ۳۹۲، بکھرے موتی جلد: ۲ ص: ۱۲۲)

ایک متکبر بادشاہ اور ملک الموت کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا اس نے ارادہ کیا کہ اپنی مملکت کی سیر وتفریح کی جائے اور اس کا حال معلوم کیا جائے، بادشاہ کے لئے ایک شاہانہ جوڑا منگایا گیا چنانچہ وہ جوڑا لایا گیا، بادشاہ کو وہ جوڑا پسند نہ آیا دوسرا منگوایا گیا غرض بار بار جوڑے کو لوٹا تا رہا پھر ایک نہایت پسندیدہ جوڑا پہن کر سواری منگوائی گئی ایک عمدہ گھوڑا لایا گیا جب پسند نہ آیا تو اس کو واپس کر کے دوسرا منگایا گیا جب یہ بھی پسند نہ آیا تو سب گھوڑے سامنے لائے گئے، ان میں سے بہترین گھوڑے کو پسند کر کے وہ اس پر سوار ہوا، شیطان مردود نے اس وقت اور بھی نحوست ناک میں پھونک دی اور وہ نہایت تکبر سے سوار ہوا حشم خدم فوج پیادہ ساتھ چلی، مگر بڑائی اور تکبر سے بادشاہ فوج کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا تھا راستہ میں چلتے چلتے ایک شخص نہایت خستہ حال پرانے پھٹے کپڑوں میں ملا، اس نے سلام کیا بادشاہ نے توجہ بھی نہ دی، اس خستہ حال شخص نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی بادشاہ نے اس کو ڈانٹا کہ لگام چھوڑ تو اتنی بڑی جرأت کرتا ہے، اس شخص نے کہا مجھے تجھ سے ایک کام ہے بادشاہ نے کہا اچھا صبر کر جب میں سواری سے اتر دوں گا اس وقت کہہ لینا۔ اس نے کہا نہیں ابھی اسی وقت کہنا ہے اور یہ کہہ کر زبردستی لگام چھین لی۔

بادشاہ نے کہا کہ کہہ تو کیا کہنا چاہتا ہے، اس شخص نے کہا میں ملک الموت ہوں تیری جان لینی ہے یہ سن کر بادشاہ کا چہرہ فق ہوگیا اور زبان لڑکھڑا گئی پھر کہنے لگا کہ اچھا مجھے اتنی مہلت دے کہ میں گھر جا کر کچھ سامان کا نظام کر دوں، گھر والوں سے مل لوں، فرشتہ نے کہا کہ بالکل بھی مہلت نہیں ہے اب تو اپنے گھر کو اور سامان کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا یہ کہہ کر اس بادشاہ کی روح قبض کر لی گئی، اور بادشاہ گھوڑے کے اوپر سے لکڑی کی طرح گر گیا اس کے بعد وہ فرشتہ ملک الموت ایک نیک مسلمان کے پاس گیا وہ بھی نیک

بندۂ خدا کہیں سفر میں جارہا تھا اس کو سلام کیا اس نے وعلیکم السلام کہا، اس نے کہا مجھے تیرے کان میں ایک بات کہنی ہے اس بزرگ نے کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس نے کان میں کہا کہ میں ملک الموت ہوں، اس بزرگ نے کہا بہت اچھا ہوا تم آگئے آپ کا آنا بڑا مبارک ہوا ایسے شخص کا آنا جس کا عرصہ بہت طویل ہو گیا تھا، مجھ سے تو جتنے آدمی دور ہیں ان میں سے کسی سے بھی ملاقات کا اتنا شوق نہ تھا جتنا تمہاری ملاقات کا تھا، فرشتے نے کہا کہ تم گھر سے جس کام کے لئے نکلے ہو اس کو جلدی پورا کرو، اس بزرگ نے کہا مجھے حق تعالیٰ سے ملنے سے زیادہ محبوب کوئی بھی کام نہیں ہے، فرشتے نے کہا کہ تم جس حالت پر مرنا اپنے لئے پسند کرتے ہو میں اسی حالت میں جان قبض کروں گا، اس شخص نے کہا کہ تمہیں اس کا اختیار ہے؟ فرشتے نے کہا مجھے اسی کا حکم ہے (کہ تمہاری خوشی کی اتباع کروں) اس شخص نے کہا کہ اچھا مجھے پہلے وضو کر کے نماز پڑھنے دو اور جب میں سجدہ میں جاؤں تو میری روح قبض کر لینا چنانچہ اس نے نماز پڑھنا شروع کی اور سجدے میں اس کی روح قبض کی گئی۔

(فضائل صدقات حصہ دوم ص ۴۸۹)

ایک کفن چور کا واقعہ

ایک کفن چور تھا جو قبریں کھود کر کفن چرایا کرتا تھا اس چور نے کفن چرانے کے لئے قبر کھودی تو وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس قبر میں ایک شخص اونچے تخت پر بیٹھا ہوا ہے قرآن اس کے سامنے رکھا ہوا ہے اور قرآن شریف پڑھ رہا ہے اور اس کے تخت کے نیچے ایک نہر بہہ رہی ہے۔ اس چور نے جب یہ دیکھا تو ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اس کے ساتھیوں نے اس کو اٹھایا اور چل دیئے تین دن کے بعد جب اس کو ہوش آیا تو لوگوں نے اس سے وجہ قصہ پوچھی اس چور نے سارا حال بتایا بعض لوگوں نے اس قبر کے دیکھنے کی تمنا کی اور اس قبر کے متعلق پوچھا کہ وہ قبر کون سی ہے؟ اس چور نے بتانے کا

ارادہ بھی کیا کہ ان کو لے جا کر قبر دکھلاؤں رات کو خواب میں اس قبر والے بزرگ کو دیکھا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے میری قبر بتائی تو مختلف ایسی آفتوں میں پھنس جائے گا جس سے نکلنا تیرے لئے مشکل ہوگا اس چور نے عہد کیا کہ ہرگز نہیں بتاؤں گا۔

(ایضاً حصہ دوم ص:۲۹۹)

ہارون الرشید اور اس کے بیٹے کا واقعہ

خلیفہ ہارون الرشیدؒ کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر تقریباً سولہ سال کی تھی وہ بہت کثرت سے زاہدوں اور بزرگوں کی مجلسوں میں رہا کرتا تھا، اور اکثر قبرستان جایا کرتا تھا وہاں جا کر کہتا کہ تم لوگ ہم سے پہلے دنیا میں تھے دنیا کے مالک تھے لیکن اس دنیا نے تمہیں نجات نہ دی حتیٰ کہ تم قبرستان پہنچ گئے، کاش مجھے کسی طرح خبر ہوتی کہ تم پر کیا گزر رہی ہے اور تم سے کیا کیا سوال و جواب ہوئے ہیں اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

تروعنی الجنائز کل یوم ویحزننی بکاء النائحات

ترجمہ: مجھے جنازے ہر روز ڈراتے ہیں اور مرنے والوں پر رونے والوں کی آوازیں مجھے غمگین کرتی ہیں۔

ایک دن وہ اپنے باپ کی مجلس میں آیا اس کے پاس وزراء، امراء سب جمع تھے اور اس لڑکے کے بدن پر ایک معمولی کپڑا اور سر پر ایک لنگی بندھی ہوئی تھی، اراکین سلطنت آپس میں کہنے لگے کہ اس پاگل لڑکے کی حرکتوں نے امیر المومنین کو دوسرے بادشاہوں کی نگاہ میں ذلیل کر دیا ہے، اگر امیر المومنین اسے تنبیہ کریں تو شاید یہ اپنی اس حرکت سے باز آ جائے؟ امیر المومنین نے یہ بات سن کر کہا کہ بیٹا تو نے مجھے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل کر رکھا ہے اس نے یہ بات سن کر باپ کو تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن قریب ہی ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا اس کو کہا کہ اس ذات کا واسطہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے تو میرے ہاتھ پر آ کر بیٹھ جا؟ وہ پرندہ وہاں سے اڑ کر اس لڑکے کے ہاتھ پر آ کے بیٹھ گیا

پھر کہا کہ اب اپنی جگہ پر چلا جا۔ وہ پرندہ ہاتھ پر سے اڑ کر اپنی جگہ چلا گیا، اس کے بعد اس لڑکے نے عرض کیا کہ ابا جان اصل میں آپ دنیا سے جو محبت کرتے ہیں اس نے مجھے رسوا کر رکھا ہے، اب میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ آپ سے جدائی اختیار کر لوں؟ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا ایک جائے نماز اور ایک قرآن شریف اپنے ساتھ لیا اور چلتے ہوئے ماں نے ایک بہت ہی قیمتی انگوٹھی، اس کو دیدی چنانچہ وہ یہاں سے چل کر بصرہ پہنچا اور مزدوروں کے ساتھ کام کرنے لگا وہ لڑکا ہفتے میں ایک دن شنبہ کو مزدوری کرتا تھا اور چھ دن مزدوری کے پیسے خرچ کرتا اور ساتویں دن پھر دشنبہ کے دن مزدوری کرتا اور ایک درہم اور ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) مزدوری کر کے لیتا تھا، اس سے زیادہ نہ کم لیتا تھا ایک دانق روزانہ خرچ کرتا تھا۔

ابو عامر بصریؒ کہتے ہیں کہ میری ایک دیوار گر گئی تھی اس کو بنوانے کے لئے میں کسی معمار کی تلاش میں نکلا (کسی نے اس کو بتایا کہ یہ شخص بھی تعمیر کا کام کرتا ہے) میں نے دیکھا کہ ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکا بیٹھا ہوا ہے ایک زنبیل پاس رکھی ہوئی ہے اور قرآن مجید دیکھ کر پڑھ رہا ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مزدوری کرو گے؟ کہنے لگا کیوں نہیں کریں گے مزدوری کے لئے تو پیدا ہوئے ہیں آپ بتائیں مجھ سے کیا خدمت لینی ہے، میں نے کہا کہ گارے مٹی کا کام لینا ہے اس نے کہا ایک درہم اور ایک دانق مزدوری لوں گا اور نماز کے اوقات میں کام نہیں کروں گا مجھے نماز کے لئے جانا ہوگا، اس کی دونوں شرطیں میں نے منظور کر لیں اور میں نے اس کو کام پر لگا دیا مغرب کے وقت میں نے دیکھا تو اس نے دس آدمیوں کی بقدر کام کیا ہے میں نے اس کو مزدوری میں دو درہم دینا چاہے تو اس نے شرط سے زائد لینے سے انکار کر دیا اور ایک درہم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔

دوسرے دن میں پھر اس لڑکے کی تلاش میں نکلا تو وہ مجھے کہیں نہ ملا، میں نے لوگوں سے تحقیق کی کہ اس صورت کا لڑکا مزدوری کیا کرتا ہے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں

ہوتا ہے اور کہاں ملے گا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ صرف شنبہ ہی کے دن مزدوری کرتا ہے اس نے پہلے تمہیں کہیں نہیں ملے گا۔ مجھے اس کے کام کو دیکھ کر ایسی رغبت ہوئی کہ میں نے چھ دن تک اپنی تعمیر بند کر دی اور شنبہ کے دن اس کی تلاش میں نکلا تو وہ اسی طرح بیٹھا ہوا قرآن شریف پڑھ رہا تھا میں اس سے ملا، میں نے سلام کیا اور مزدوری کرنے کو پوچھا ،اس نے وہی پہلی شرطیں بیان کیں میں نے منظور کر لیں وہ میرے ساتھ آ کر کام میں لگ گیا مجھے اس پر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے شنبہ کو اس اکیلے نے دس آدمیوں کا کام کس طرح کر لیا اس لئے اس مرتبہ میں نے چھپ کر دیکھنا چاہا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے جب میں نے اس کے کام کرنے کا طریقہ دیکھا تو حقایق ہو گیا کہ وہ ہاتھ میں گارا لیکر دیوار پر ڈالتا ہے اور پتھر اپنے آپ ہی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے چلے جاتے ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کوئی اللہ والا ہے اور اللہ کے ولی کے کاموں میں غیب سے مدد ہوتی ہے جب شام ہوئی تو میں نے اس کو تین درہم دینا چاہے تو اس نے لینے سے انکار کر دیا اور ایک درہم اور ایک دانق لے کر چلا گیا۔

میں نے ایک ہفتہ پھر انتظار کیا او تیسرے شنبہ کو پھر میں اس کی تلاش میں نکلا مگر وہ مجھے نہ ملا میں نے لوگوں سے تحقیق کی ،ایک شخص نے بتایا کہ وہ تین دن سے بیمار ہے فلاں ویران جنگل میں پڑا ہے، چنانچہ میں نے اس شخص کو اجرت دیکر اس بات پر راضی کیا کہ وہ مجھے اس جنگل میں پہنچائے ،چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ لیکر اس ویران جنگل میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ لیٹا ہوا ہے، آدھی اینٹ کا ٹکڑا سر کے نیچے رکھا ہوا ہے، میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا میں نے دوسری مرتبہ سلام کیا تو اس نے مجھے پہچان لیا میں نے جلدی سے اس کا سر اینٹ سے اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اس نے سر اٹھا لیا اور چند شعر پڑھے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

یاصاحبی لاتغتر بتنعم　　فالعمر ینفدو النعیم یزول

واذاحملت الی القبور جنازۃ　　فاعلم بانک بعدھا محمول

ترجمہ:

میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکہ میں نہ پڑ، عمر ختم ہوتی جارہی ہے اور یہ نعمتیں سب ختم ہوجائیں گی جب تو کوئی جنازہ لیکر قبرستان میں جائے تو یہ سوچنا کہ تیرا بھی ایک دن اسی طرح جنازہ اٹھایا جائے گا اس کے بعد اس نے مجھے کہا اے ابو عامر جب میری روح نکل جائے تو مجھے نہلا کر میرے انہی کپڑوں میں مجھے کفن دینا، میں نے کہا میرے محبوب اس میں کیا حرج ہے کہ میں تیرے کفن کے لئے نئے کپڑے لے آؤں، اس نے جواب دیا کہ نئے کپڑوں کے لئے زندہ لوگ زیادہ مستحق ہیں، کفن تو بوسیدہ ہوجائے گا آدمی کے ساتھ تو صرف اس کا عمل ہی رہتا ہے، اور یہ میری لنگی اور لوٹا قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دے دینا اور یہ انگوٹھی اور قرآن پاک ہارون الرشید تک پہنچا دینا اور یہ یاد رکھنا کہ تم خود اس کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہہ دینا کہ ایک پردیسی لڑکے کی یہ میرے پاس امانت ہے اور وہ آپ سے یہ کہہ گیا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی غفلت اور دھوکہ کی حالت میں آپ کی موت آجائے اس نے جب یہ کہا تو اس کی روح نکل گئی، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شہزادہ تھا اس کے انتقال کے بعد میں نے اس کی وصیت کے موافق اس کو دفن کردیا اور دونوں چیزوں کو یعنی لوٹا اور اس کی لنگی قبر کھودنے والے کو مزدوری میں دیدیں اور قرآن پاک اور انگوٹھی لیکر بغداد پہنچا اور جب قصر شاہی کے قریب پہنچا تو بادشاہ کی سواری نکل رہی تھی، میں ایک اونچی جگہ کھڑا ہوگیا اول ایک بہت بڑا لشکر نکلا جس میں تقریباً ایک ہزار سوار تھے دسویں لشکر میں خود امیر المومنین بھی تھے میں نے زور سے آواز دے کر کہا امیر المومنین آپ کو حضور اقدس ﷺ کی قرابت اور رشتہ داری کا واسطہ ہے تھوڑی دیر کے لئے میری بات سن لیں، میری آواز پر خلیفہ نے مجھے دیکھا تو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا میرے پاس ایک پردیسی لڑکے کی امانت ہے جس نے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میری یہ دونوں چیزیں آپ تک پہنچاؤ۔ بادشاہ نے ان چیزوں کو دیکھ کر (پہچان کر) تھوڑی دیر سر جھکایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو

جاری ہو گئے اور ایک دربان سے کہا کہ اس آدمی کو اپنے ساتھ رکھو، جب میں واپس آؤ تو میرے پاس پہنچا دینا جب بادشاہ واپسی باہر سے مکان پر پہنچا تو محل کے پردے گروا کر دربان نے کہا اس شخص کو بلا کر لاؤ، اگرچہ وہ میرا غم تازہ ہی کرے گا، دربان میرے پاس آیا کہنے لگا امیر المومنین نے بلایا ہے اور اس بات کا خیال رکھنا کہ امیر پر صدمہ کا بہت اثر ہے اگر تم دس باتیں کرنا چاہتے ہو تو پانچ ہی پر اکتفا کرنا یہ کہہ کر وہ مجھے امیر کے پاس لے گیا اس وقت ہارون الرشید بالکل تنہا بیٹھا ہوا تھا مجھ سے فرمایا کہ میرے قریب آجاؤ؟ میں قریب جا کر بیٹھ گیا، کہنے لگے وہ کیا کام کرتا تھا؟ میں نے کہا گارے مٹی کی مزدوری کرتا تھا، کہنے لگے تم نے بھی مزدوری پر کوئی کام اس سے کرایا ہے؟ میں نے کہا کہ کروایا ہے، کہنے لگے کہ تمہیں اس کا خیال نہ آیا کہ اسکی حضورؐ سے قرابت تھی، میں نے کہا امیر المومنین پہلے اللہ جل شانہ سے معزرت چاہتا ہوں اس کے بعد آپ سے عذرخواہ ہوں کہ اس وقت اس کا علم ہی نہ تھا کہ یہ کون ہیں مجھے ان کے انتقال کے وقت ان کا حال معلوم ہوا، اور ہارون الرشید نے کہا کہ تم نے اپنے ہاتھ سے اس کو غسل دیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں، کہنے لگے اپنا ہاتھ لاؤ؟ میرا ہاتھ لیکر اپنے سینے پر رکھ دیا اور چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے

''اے وہ مسافر جس پر میرا دل پگھل رہا ہے اور میری آنکھیں اس پر آنسو بہا رہی ہیں اے وہ شخص جس کا مکان (قبر) دور ہے لیکن اس کا غم میرے قریب ہے بے شک موت ہر اچھے سے اچھے عیش پرست کو مکدر کر دیتی ہے، وہ مسافر (میرا) ایک چاند کا ٹکڑا تھا جو خالص چاندی ٹہنی پر تھا پس وہ چاند کا ٹکڑا ابھی قبر میں پہنچ گیا، اور چاندی کی ٹہنی (یعنی اس کی ماں) بھی قبر میں پہنچ گئی۔

اس کے بعد ہارون الرشید نے بصرہ میں اس کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا، ابو عامر ساتھ تھے اس کی قبر پر پہنچ کر ہارون الرشید نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے'' اے وہ مسافر جو اپنے سفر سے کبھی نہ لوٹے گا موت نے کم عمری کے زمانے میں اس کو جلد ہی

اٹھالیا، اے میرے آنکھوں کی ٹھنڈک تو میرے لئے انس اور دل کا چین تھا، لمبی راتوں میں بھی اور مختصر راتوں میں بھی تو نے موت کا وہ پیالہ پیا ہے جس کو عنقریب تیرا بوڑھا باپ بڑھاپے کی حالت میں پئے گا بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس کو پئے گا چاہے وہ جنگل کا رہنے والا ہو یا شہر کا، پس سب تعریفیں اسی وحدہٗ لاشرک کے لئے ہیں جس کی لکھی ہوئی تقدیر کے کرشمے ہیں۔

ابو عامرؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد جو رات آئی تو جب میں اپنے وظائف وغیرہ پورے کر کے لیٹا ہی تھا کہ مجھے نیند آ گئی میں نے خواب میں ایک نور کا قبہ دیکھا جس کے اوپر ابر کی طرح نور ہی نور پھیلا ہوا تھا اس نور میں سے اس لڑکے نے مجھے آواز دی کر کہا اے ابو عامر! تمہیں حق تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے (تو نے میری وصیت پوری کی) میں نے اس سے پوچھا کہ میرے پیارے تیرا حال کیسے گزرا ہے وہ کہنے لگا کہ میں ایسے مولا کی طرف پہنچا ہوں جو بہت کریم ہے اور مجھ سے بہت راضی ہے مجھے اس مالک نے وہ چیزیں عطا کیں جو نہ کبھی کسی آنکھ نے دیکھیں ہونگی نہ کان نے سنیں ہوگی نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا ہوگا۔ (فضائل صدقات حصہ دوم ص ۳۹۱)

نبی کریم کے معجزات کی وجہ سے پورا لشکر سیراب ہو جا گیا

صحیح بخاری شریف میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ (صلح) حدیبیہ میں نبی کریم ﷺ نے وضو فرمایا۔ پانی ایک (کوزہ) میں تھا، مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے، نبی کریمؐ نے پوچھا کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ پانی وضو کے لئے نہیں ہے بس یہی پانی کا کوزہ ہے جو سامنے رکھا ہے، حضور ﷺ نے اسی کوزہ میں ہاتھ رکھ دیا اور پانی حضور ﷺ کی انگلیوں میں سے پھوٹ پڑا اور تمام لشکر سیراب ہو گیا ور سب نے وضو کر لئے حضرت جابر بن عبداللہؓ نے سالم بن ابی جعد کے سوال پر بتایا کہ اس وقت ہم (لشکر میں شامل) پندرہ سو افراد تھے یہ بھی کہا کہ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ

پانی سب کو کفایت کر جاتا۔ (صحیح بخاری شریف)

(۱) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ہم سفر میں تھے صبح کی نماز دن چڑھے پڑھی گئی تھی کیونکہ سب سوتے رہ گئے تھے، حضور ﷺ نے مجھے آگے آگے چلنے کا حکم فرمایا ہم کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی راہ چلتے ہوئے ہمیں ایک عورت ملی جس کے پاس پانی کا مشکیزہ تھا، اس عورت سے معلوم ہوا کہ پانی اس گاؤں سے ایک دن ایک رات کی مسافت پر ہے، صحابہ کرامؓ اس عورت کو نبی ﷺ کے پاس لے گئے وہاں عورت نے کہا کہ میں دو یتیم بچوں کی ماں ہوں، نبی کریم ﷺ نے اس کے دونوں مشکیزے کو ہاتھ سے چھو دیا، اور پانی بہہ نکلا چالیس صحابہ کرامؓ نے (جو سخت پیاسے تھے) سیر ہو کر پانی پی لیا اور اس وقت جتنے مشکیزے بھی تھے سب کے سب بھر لئے، حضرت عمرانؓ کہتے ہیں کہ اس وقت مشکیزے ایسے بھرے بھرے دکھائی دیتے تھے گویا کہ اب پھٹ پڑھیں گے۔

اس عورت نے گھر جا کر لوگوں سے کہا کہ میں آج سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آرہی ہوں یا اس کو نبی کہنا چاہئے جیسا کہ اس کے ساتھیوں کا یقین ہے، اس عورت کی اس اطلاع پر یہ دور افتادہ (کے) لوگ بھی مسلمان ہو گئے اور وہ بھی اسلام لے آئے۔ (بخاری شریف)

نبی کریم ﷺ کے ویسے تو لاتعداد معجزات ہیں قرآن مجید بھی ایک معجزہ ہے لیکن اکتفا صرف ان معجزات پر کیا ہے جو دوسرا عجیب معجزہ ہے معجزہ دیکھنے والی عورت اب تک غیر مسلم تھی، اور جنہوں نے حضورؐ کے اس معجزے کے بارے میں سنا تو سننے والی قوم فوراً اس نتیجے پر پہنچ جاتی ہے کہ عورت کہتی ہے، یہ جادو ہے قوم کہتی ہے جادو میں ایسے طاقت کہاں ہوتی ہے کہ پورا پیادہ لشکر سیر بھی ہو جائے اور مشکیزے وغیرہ بھی بھر لیں یہ جادو نہیں بلکہ کرامت ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عیسائی دہلوی کو بے مثال جواب

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ برصغیر کے بہت بڑے عالم اور بزرگ گذرے ہیں ان کی پیدائش شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے گھر ۱۷۴۶ء میں ہوئی شاہ صاحب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بڑے صاجزادے تھے یہ ایک بہت بڑے مجاہد اور عالم بھی تھے جنھوں نے فتح العزیز تفسیر، جو تفسیر عزیزی کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے، تحفہ اثنا عشریہ، بستان المحدثین جیسی کتاب تصنیف فرمائی ہیں۔ شاہ صاحب نے ہندوستان کی تاریخ میں ایک ایسا فتویٰ دیا کہ مسلمان یا تو ہندوستان سے ہجرت کر جائیں یا آزادی کے لئے جہاد علم بلند کریں یہ فتویٰ جہاد کی پہلی کڑی تھی شاہ صاحبؒ نے ۱۸۲۴ء میں تقریباً ۷۸ سال کی عمر میں وفات پائی، شاہ صاحب نے اپنے پیچھے مجاہدوں اور شاگردوں کی ایک بڑی جماعت چھوڑی جن میں بعض خاص بزرگوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ (یہ تینوں آپ کے چھوٹے بھائی ہیں) شاہ محمد اسحاق اور مولانا یعقوب (یہ دونوں شاہ عبدالعزیز کے نواسے تھے) شاہ اسماعیل شہید (یہ آپ کے بھتیجے تھے،) مولانا عبدالحئی بڑھانوی، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی، مولانا سید آل رسول برکاتی ماہروی، مولانا فضل حق خیرآبادی، مولانا سید الحسن قنوجی (ولد نواب صدیق حسن خان) مولانا صدرالدین آزردہ۔ مولانا شاہ ظہورالحق پھلواری۔

(اردو برائے متوسطہ سوم وفاق المدارس العربیہ پاکستان ص ۵تا۷)

شاہ صاحب اپنے کتب خانے میں بیٹھے ہیں ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور کہا شاہ جی آج تو اسلام کی ناک کٹ گئی، شاہ جی نے فرمایا کیسے کٹ گئی، اس شخص نے کہا فنڈر پادری دہلی چوک میں کھڑا ہے وہ کہتا ہے کہ اوئے مسلمانو! آؤ اگر تم سچے ہو تو میرا مقابلہ کرو میرے ہاتھ میں بائبل ہے انجیل ہے، میں اس کو جلتی ہوئی آگ میں پھینکتا ہوں

اور اگر تم سچے ہو تو اپنے قرآن کو لاؤ اور آگ میں ڈالو! میں اپنی بائبل ڈالتا ہوں وہ آدمی یہ کہتا ہے اور یہ اعلان کر رہا ہے لوگوں کو جمع کر کے کھڑا ہے اور مسلمانوں کو بدنام کرنا چاہتا ہے شاہ جی اٹھ کر چل پڑے۔ اس شخص نے کہا کہ قرآن کو تو ساتھ لے آئیں؟ شاہ عبدالعزیز نے فرمایا بغیر قرآن کے بات بن جائے گی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ وہاں پہنچے تو شاہ صاحب نے فرمایا او ئے پادری تو کیا کہتا ہے؟ اس پادری نے کہا کہ میں چیلنج کرتا ہوں کہ آگ جل رہی ہے آگ میں تم قرآن ڈالو میں انجیل ڈالتا ہوں فیصلہ یہیں ہو جائے گا۔

شاہ صاحب نے فرمایا اپنے ہاتھوں سے قرآن کو آگ میں ڈالوں کیا میں کوئی شیعہ ہوں؟ اس نے کہا پھر آپ جھوٹے ہیں۔ یا پھر آپ آگ میں قرآن ڈالو ابھی فیصلہ ہو جائے گا جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا جو جھوٹا ہوگا وہ جل جائے گا۔

شاہ صاحب نے فرمایا، میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں تم اس طرح کرو اس انجیل کو اپنے سینے سے لگاؤ میں قرآن کو اپنے سینے سے لگاتا ہوں تم بھی اور میں بھی یعنی دونوں آگ میں چھلانگ لگاتے ہیں تمہاری کتاب اگر سچی ہوگی تو تجھے بچا لے گی میری کتاب اگر سچی ہوئی تو مجھے بچا لے گی۔

جب شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے یہ بات کہی تو عیسائی لاجواب ہو گیا بھاگنے لگا لوگوں نے پکڑ لیا کہا کہاں جاتا ہے؟ پادری کہنے لگا کہ میں نے بائبل پر تو مصالحہ لگایا ہوا ہے جسم پر تو میں نے کچھ نہیں لگایا۔

(زینت خطبات جلد اص:۲۶۳)

ایک بزرگ کا عمل یا اللہ تو نے یہ بھی سچ فرمایا

منشی رحمت علی ایک بہت بڑے عالم اور بزرگ گزرے ہیں جب دارالعلوم دیوبند کا قیام (۱۸۶۶ء میں) عمل میں آیا منشی صاحب نانوتہ کی بستی سے روانہ ہو کر دیوبند

کی بستی میں آئے راستے میں ایک گاؤں آیا صبح ۱۰ بجے کا وقت تھا گاؤں کے لوگ جمع ہو کر منشی کے پاس آئے کہا منشی صاحب آپ اس شخص کا جنازہ پڑھا ئیں منشی صاحب نے کہا میں نہیں پڑھاؤں گا گھر سے پیغام آیا کہ منشی رحمت علی کو بلاؤ وہ جنازہ پڑھائیں گے لوگوں نے اس آدمی کی بیوی سے پوچھا کہ جنازہ کے لئے منشی رحمت علیؒ کا نام کیوں آیا؟ تو وہ عورت کہتی ہے کہ اس نے فوت سے قبل وصیت کی تھی کہ میں مرجاؤ تو میرا جنازہ منشی رحمت علیؒ پڑھائے، لوگوں نے کہا کہ آج منشی رحمت صاحب اتفاق سے آئے ہوئے ہیں چنانچہ منشی نے اس شخص کا نماز جنازہ پڑھایا، منشی رحمت علیؒ روزانہ ملازمت پر جایا کرتے تھے بڑے نیک آدمی تھے جب میت کو قبر میں اتارنے کا وقت آیا تو منشی صاحب نے اپنے ہاتھوں سے اس میت کو قبر میں اتارا دفن کر دیا اور چلے گئے جب منشی صاحب دفتر میں پہنچے تو جیب میں دیکھا کہ ملازمت کا کارڈ غائب تھا خیال آیا کہ جب میں نے اس کو قبر میں اتارا تھا تو اس وقت وہ کارڈ قبر میں گر گیا ہے۔

چنانچہ اسی وقت اس بستی میں واپس آئے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ اس شخص کو ابھی دفن کیا ہے اس کی قبر میں میرا کارڈ گر چکا ہے تھوڑا سا قبر کو کھول کر تختہ ہٹاؤ میں اپنا کارڈ نکال لوں گا، لوگوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں چنانچہ مٹی ہٹائی گئی جب منشی صاحب اس کے کفن کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی ساری قبر گلاب کے پھولوں سے بھری پڑی ہے۔

منشی رحمت علیؒ اپنا ملازمت کارڈ لیکر سیدھے اس عورت کے گھر پہنچے اور جا کر عورت سے کہا کہ اماں بتاؤ یہ جو شخص تھا جس کا میں نے جنازہ پڑھایا تھا ساری زندگی کیا کرتا تھا؟ تو بوڑھی عورت نے کہا کہ یہ تو ان پڑھ تھا اس نے کچھ سورتیں زبانی یاد کر رکھیں تھیں لیکن لکھنا اور پڑھنا نہیں آتا تھا، پھر عمل کیا ہوسکتا ہے؟ عورت کہتی ہے کہ پینتالیس (۴۵) سال ہو گئے ہیں مجھے اس کے نکاح میں آئے ہوئے میں روزانہ دیکھتی ہوں یہ ایک کام روزانہ کرتا تھا کہ وہ یہ کہ جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتا تو قرآن سامنے

رکھ لیتا اور قرآن کی سطروں پر انگلی رکھ کر کہتا کہ اے اللہ تو نے یہ بھی سچ فرمایا تو نے یہ بھی سچ فرمایا تو نے یہ بھی سچ فرمایا۔

منشی رحمت علیؒ فرماتے ہیں یہی وجہ تھی کہ اس کی قبر گلابوں کے پھولوں سے بھری پڑی تھی۔ (ایضاً جلد اص: ۲۶۲)

نابینا صحابیؓ کے ہاتھوں گستاخ رسولؐ کا قتل

حضور ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ! کوئی تم میں سے ہے جو میرے دشمن کو قتل کر ڈالے، دشمن کون ہے؟ دشمن کا نام ابورافع ہے یہ ابورافع چوکوں میں چوراہوں میں گلیوں میں بستیوں میں گویا ہر جگہ نبی ﷺ کو گالیاں دیتا ہے جب حضور کو پتہ چلا تو حضور نے فرمایا کہ اے صحابیوں کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو ابورافع کو قتل کر کے جنت حاصل کرے، صحابہ موجود تھے ہر صحابی کے دل میں یہ خواہش تھی کہ اس کو قتل کریں گے اسی مسجد (مسجد نبوی) کے کونے میں ایک صحابی بیٹھا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ بن ابی عتیق ہے جو کہ آنکھوں سے نابینا تھے اللہ کے دروازے پر سجدہ میں گر جاتے ہیں ہاتھ اٹھا کر کہتا ہے اے اللہ میں جنگ بدر، احد اور خیبر میں نہ جا سکا کیونکہ میں نابینا معذور ہوں اس کا مجھے بہت افسوس ہے اے اللہ رسول اللہ ﷺ کے اس دشمن کو میرے ہاتھوں قتل کرا کے مجھے جنت کا ٹکٹ عطاء فرما، اس صحابی کی یہ دعا قبول ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن ابی عتیق مسجد سے باہر آئے اور گھر چلے گئے گھر آ کر ایک خنجر لیا اور اپنی قمیض میں چھپا لیا اور ابورافع کا محل کی تلاش میں نکلا ایک میل باہر اس کے محل کے دروازے پر پہنچ گیا، دروازے پر دربان کھڑا تھا اس سے پوچھا کہ ابورافع کب آئے گا؟ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں دربان نے دیکھا کہ یہ آنکھ سے نابینا ہے کوئی سوالی ہوگا ابورافع سے سوال کرے گا۔ اس دربان نے دروازہ کھول دیا چنانچہ عبداللہ بن ابی عتیق اندر تشریف لے آئے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے شام ہو چکی تھی اب تک سردار نہیں آیا تھا

عبداللہ بن ابی عتیق نے دربار کے کسی شخص سے پوچھا کہ سردار کب آئے گا؟ پتہ چلا کہ رات کو آئے گا، چنانچہ سردار عشاء کے وقت آ گیا عبداللہ بن ابی عتیق نے کسی سے پوچھا سردار کہاں جا رہا ہے؟ پتہ چلا وہ اس وقت شطرنج کھیلے گا اور اس کے بعد آرام کرے گا، ادھر یہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ابی عتیق مکان کے بالا خانے پر چڑھ گیا جہاں سردار شطرنج کھیل رہا تھا۔

چنانچہ ابورافع یہودی شطرنج کھیلنے کے بعد اپنے بالا خانے میں چلا گیا وہاں جا کر آرام کرنے لگا، یہ صحابی آنکھوں سے نابینا تھے اس کے دروازے پر جا کے بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ یہ سوالی ہے شاید یہ مانگنے والا ہے، اس وجہ سے کسی نے کوئی توجہ نہ دی آدھی رات ہو چکی تھی اندھیرا چھا چکا تھا دربار کے سارے لوگ سو چکے تھے، اس صحابی رسول عبداللہ بن ابی عتیق نے اندازہ لگایا سردار کہاں سوتا ہے جس کمرے میں سردار سوتا تھا اس کمرے کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا تھوڑی دیر بعد جب خراٹوں کی آواز آئی تو اس صحابی رسول نے خنجر قمیض کے نیچے سے نکالا جہاں سے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی بسم اللہ پڑھا اور خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا، ابورافع یہودی کی ایک چیخ نکلی تو دوسرا وار کیا پھر تیسرا وار کیا خون بہتا ہوا اس کے قریب آ گیا اس نے سوچا کہ اب یہ مر چکا ہے اس لئے خون بہہ رہا ہے، اس کو قتل کرنے کے بعد عبداللہ بن ابی عتیق بالا خانے سے باہر آیا اور محل کی دیوار کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا دل میں خیال آیا کہ شاید نبی کا دشمن زندہ ہو اور یہ زندہ بچ گیا تو مجھے جنت نہیں ملے گی اب یہ دیوار پر اس نیت کی وجہ سے بیٹھ گئے کہ جب تک محل سے آواز نہ آئے کہ ابورافع قتل ہو چکا ہے اس وقت تک میں نیچے چھلانگ نہیں لگاؤں گا آدھی رات کا وقت ہے ایک آدمی نے تہجد کے وقت اعلان کیا او نے لوگو! ہمارا سردار ابی رافع قتل ہو چکا ہے۔

جب عبداللہ بن ابی عتیق نے یہ خبر سنی تو اسی وقت چھلانگ لگا دی جس وجہ سے انکا پاؤں ٹوٹ گیا تھا لیکن ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ یہ صحابی رسول مدینہ کی طرف چلا

آہستہ آہستہ مدینہ میں پہنچ گیا فجر کی اذان کے قریب مسجد نبوی میں پہنچ گیا اور وضو وغیرہ کر کے اسی جگہ بیٹھ گئے، جس جگہ گزشتہ کل اللہ سے دعا مانگی تھی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور دو نفل شکرانے کے ادا کیے کہ اللہ نے نبی کے دشمن کو میرے ہاتھوں قتل کرایا صحابی رسول نے نماز جماعت کے ساتھ پڑھی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ مصلے پر بیٹھے ہیں پیغمبر کو کسی نے نہیں بتایا کہ ابو رافع یہودی کو قتل کر دیا گیا ہے تھوڑی دیر گزری تھی کہ آسمانوں سے جبرائیل امین پیغمبر پر وحی لے کر آئے اور فرمایا اے اللہ کے نبی آج رات آپ کا دشمن قتل کر دیا گیا ہے حضور نے پوچھا کس نے قتل کیا؟ بتایا گیا کہ وہ کونے میں جو نابینا صحابی عبداللہ بن ابی عتیق بیٹھے ہیں اس نے دشمن کو قتل کر کے جنت حاصل کر لی ہے، حضور نے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ لوگوں عبداللہ بن ابی عتیق پر جنت واجب ہو چکی ہے۔

حضورؐ نے عبداللہ بن ابی عتیق کو بلایا جب عبداللہ آ گئے تو حضور نے پوچھا اے عبداللہ تو نے قتل کیا ہے فرمایا اے اللہ کے نبی میری دعا قبول ہوئی ہے فرمایا یا رسول اللہ میری ٹانگ ٹوٹ گئی ہے حضور نے فرمایا ٹانگ قریب کرو حضور نے اپنا لعاب نبوت عبداللہ بن ابی عتیق کی ٹانگ پر لگا دیا اور ٹانگ بالکل صحیح ہو گئی عبداللہ بن ابی عتیق کہتے ہیں کہ جب میری ٹانگ پر نبی کا لعاب لگا تو ٹانگ ایسی ہو گئی کہ جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں تھی (سبحان اللہ)۔ (سیرت خطبات جلد ا ص: ۳۴۰)

ایک بزرگ کے ہونٹ ہلنے سے ایک قیدی کی رہائی

ایک عورت امام حافظ بقی بن مخلدؒ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے بیٹے کو افریقیوں نے قید کر لیا ہے میں اس کی یاد میں راتوں کو نہیں سوتی میرے پاس ایک انگوٹھی ہے جس کو بیچ کر میں اسے آزاد کرانا چاہتی ہوں اگر آپ مناسب سمجھیں تو کسی ایسے آدمی کا پتہ بتا دیں جو اسے خرید لے تاکہ میں اس کی رقم سے اپنے بیٹے کو چھڑانے کی کوشش کروں مجھے رات اور دن کبھی چین نہیں آتا نہ مجھے نیند آتی ہے نہ مجھ سے صبر ہوتا ہے اور نہ

مجھے آرام آتا ہے حضرت بقی بن مخلدؒ نے فرمایا ہاں ابھی چلی جاؤ میں ذرا اس معاملے پر غور کرلوں پھر انشاء اللہ بتاؤں گا، یہ کہہ کر اس بزرگ نے اپنی گردن جھکائی اور اپنے ہونٹ ہلائے یعنی اللہ تعالیٰ سے اس عورت کے بیٹے کی رہائی کے لئے دعا فرمائی۔

عورت حضرت بقی بن مخلدؒ کے پاس سے چلی گئی مگر تھوڑے دن بعد ہی واپس آئی تو دیکھا کہ اس کے ساتھ اس کا اپنا بیٹا بھی تھا، اس عورت نے کہا حضرت اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے اس میرے بیٹے کا واقعہ سن لیں حضرت بقی بن مخلدؒ نے پوچھا یہ سب کیسے ہوا؟ تو اس لڑکے نے بتایا کہ میں ان کے غلاموں میں شامل تھا جو بادشاہ کی خدمت پر مامور تھے ہمیں زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا تھا ایک دن میں چل رہا تھا کہ میرے پاؤں سے زنجیر کھل گئی اور گرگئی میرا نگران آیا اور اس نے مجھے برا بھلا کہا اور پوچھا کہ زنجیر کیوں کھولی ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم میں نے ہرگز نہیں کھولی اور نہ مجھے پتہ ہے وہ نگران ایک لوہار کو لایا اس نے زنجیر کو ٹھیک کردیا جب میں کھڑا ہوا تو وہ پھر گرگئی، اس لوہار نے اس کو دوبارہ بنایا جب میں کھڑا ہوا تو وہ دوبارہ کھل گئی تو ان لوگوں نے اپنے راہب سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ تو میں نے کہا ہاں وہ زندہ ہے تو اس راہب نے کہا کہ اس کی ماں نے اس کے لئے دعا کی ہے اور اس کی دعا قبول ہوگئی ہے لہذا اسے چھوڑ دو تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور امن دیا حتیٰ کہ میں اسلام کے شہر میں پہنچ گیا۔

یہ سن کر حضرت بقی بن مخلدؒ نے اس لڑکے سے وہ وقت پوچھا جب اس کی زنجیر کھل کر گری تھی تو اس نے جواب دیا کہ یہ وہی وقت تھا حضرت بقی بن مخلدؒ نے اس کی رہائی کے لئے دعا کی تھی اور اس نے اس لڑکے کی مدد فرما کر رہائی عطاء فرمائی۔

(مومنات کا قافلہ اوران کا کردار (اردو) ص:۲۲۶)

ایک عقل مند لڑکی کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت اولیس بن حارثہ سے مروی ہے کہ حارث بن عوف عرب کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا یہ ایک دن ایک شخص کے ہاں رشتہ لیکر آیا اس کے گھر جا کر اس سے کہا کہ تمہاری بڑی بیٹی کو میرے بارے میں بتاؤ تو اس نے اپنی بیٹی کو بلا کر کہا کہ یہ سادات عرب سے ہے اور رشتہ لیکر آیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارا نکاح اس سے کردیں تم کیا کہتی ہو؟ تو لڑکی نے کہا، میرا رشتہ نہ کریں، اس نے پوچھا کیوں؟ تو لڑکی بولی اس لئے میرے اخلاق میں بدتمیزی اور زبان میں حد ہے اور میں کوئی اس کی چچازاد نہیں ہوں جو یہ مجھ پر رحم کرے گا اور نہ ہی یہ ہمارے شہر کا باسی ہے جو آپ سے شرمائے گا، مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھ سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے گا تو طلاق دیدے گا، اور پھر یہ (طلاق) میرے لئے گالی بن کر رہ جائے گی یہ سن کے باپ نے کہا کہ اچھا تم جاؤ اللہ برکت دے۔

پھر اس نے اپنی دوسری بیٹی کو بلایا اور بڑی بیٹی کی طرح اسے بھی پوچھا اس نے بھی تقریباً یہی جواب دیا، پھر اس نے تیسری بیٹی کو بلایا یہ ان دونوں سے بہت چھوٹی تھی اس کے باپ نے اسے بھی یہی بتایا اور اس لڑکی سے کہا کہ میں نے اس کا رشتہ تیری دونوں بڑی بیٹیوں پر پیش کیا تھا مگر انہوں نے انکار کردیا، باپ نے انکار کی وجہ نہیں بتائی تو چھوٹی نے کہا، واللہ! میں چہرے سے حسین، اخلاق میں بلند اور رائے کی اچھی لڑکی ہوں اگر یہ مجھے طلاق بھی دیگا تو میں اللہ کے حکم کے خلاف ورزی نہیں کروں گی، تو باپ نے کہا اللہ تجھے برکت عطاء فرمائے، یہ کہہ کر وہ حارث بن عوف کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بیٹی ہنیسہ کا نکاح تجھ سے کردیا تو حارث نے کہا کہ میں نے قبول کیا۔

تو اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہنیسہ کو تیار کرواور اچھے کپڑے وغیرہ دو پھر اس نے ایک خالی کمرہ کرا کے اس میں اپنے داماد کو ٹھہرایا اور وہاں اپنی بیٹی کی رخصتی کردی جب یہ لڑکی ہنیسہ وہاں گئی تو داماد تھوڑی دیر بعد جلد ہی نکل کر میرے پاس آگیا میں نے

پوچھا بڑی جلدی آ گئے حارث بن عوف نے کہا نہیں میں نے لڑکی کا ہاتھ تھامنا چاہا تو اس نے کہا کہ رکو کیا میرے باپ اور بھائیوں کے گھر میں؟ ایسا نہیں ہو سکتا پھر اس نے سفر کا ارادہ کیا ہم سفر پر چلتے رہے اور جہاں تک اللہ نے چاہا ہم چلے گئے پھر حارث نے مجھے کہا کہ تو آگے نکل؟ میں آگے نکل گیا وہ اپنی بیوی کو لیکر دوسرے راستے پر چلا گیا مگر تھوڑی دیر بعد ہی واپس آ ملا میں نے پوچھا بیوی سے فارغ ہو گئے؟ حارث نے کہا نہیں اس نے مجھے روک دیا اور کہا کیا کسی پکڑی جانے والی عورت قیدی باندی کی طرح مجھ سے یہ سلوک کرو گے؟ نہیں واللہ؟ یہ اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک تم اونٹ اور بکرے ذبح کر کے عرب کی دعوت نہ کرو جیسا کہ تجھ جیسے لوگ مجھ جیسی لڑکی کے لئے دعوت کرتے ہیں یہ سن کر میں نے کہا مجھے اس لڑکی میں بڑی ہمت جرأت اور عقل نظر آئی ہے تو حارث نے کہا کہ واقعی تو سچ کہتا ہے میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یہ بڑی سمجھ دار نکلے گی۔

پھر ہم اپنے شہر پہنچ گئے حارث بن عوف نے اونٹ بکرے لیکر ذبح کیے اور ولیمے کا اہتمام کیا اور پھر اپنی دلہن کے پاس گیا اور تھوڑی دیر کے بعد ہی نکل آیا میں نے پوچھا کیا فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا نہیں، میں نے پوچھا وہ کیوں؟ تو حارث نے کہا کہ میں اس کے پاس گیا تو اس کو کہا کہ میں نے مال حاضر کر دیا جیسا تم چاہتی تھی اس لڑکی نے کہا کہ مجھے تمہارا جو شرف بتایا گیا تھا وہ تم میں نہیں ہے، میں نے پوچھا وہ کس طرح؟ تو وہ بولی کہ تم نکاح کے لئے فارغ ہو گئے؟ حالانکہ عرب، آپس میں لڑ رہے ہیں (اس زمانے میں بنو قیس اور ذبیان کی آپس میں لڑائی چل رہی تھی) میں نے کہا تم کیا کہنا چاہتی ہو؟ اس نے کہا تم قوم کے پاس جاؤ اور ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر تم اپنی دلہن کے پاس آؤ وہ تمہارے ارادے سے تمہیں نہیں روکے گی، اویس بن حارثہ نے کہا کہ میں اسے عقل مند اور مضبوط رائے والی دیکھ رہا ہوں۔ حارث بن عوف نے مجھے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو، ہم وہاں سے نکلے قوم والوں کے پاس آئے اور ان میں صلح کی بات کی وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ مقتولین کا حساب لگا کر ان کے بدلے دیت دی جائے، ہم نے

ان سے وصیتیں وصول کیں اور یہ تقریباً تین ہزار اونٹ تھے تو ہم اچھی نسل کے نر اونٹ لے کر لوٹے۔

اس کے بعد حارث اپنی دلہن کے پاس گیا اس نے کہا اب تم کو میں نہیں روکوں گی اس لڑکی نے اس کے پاس بڑی عیش و عشرت کی خوبصورت زندگی گزاری اور اس سے حارث بن عوف کو اللہ نے خوب اولاد عطاء فرمائی۔ (ایضاً)

حضرت عثمان غنی کے چہرے پر طمانچہ مارنے والے کا انجام

خالد بن خداش بن عجلان کہتے ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک اندھا شخص بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے، اسے اللہ! مجھے معاف کر دے مجھے لگتا نہیں کہ تو مجھے معاف کرے گا تو میں نے اس سے کہا کہ تو اللہ سے نہیں ڈرتا؟ اس نے کہا کہ میرا ایک واقعہ ہے۔

وہ یہ کہ میں نے اور میرے ایک ساتھی نے یہ قسم کھائی تھی کہ جب عثمان بن عفانؓ شہید ہوں گے تو ان کے رخسار پر طمانچہ لگائیں گے چنانچہ ان کے قتل کے بعد ہم ان کے گھر میں گئے ان کی اہلیہ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا ہوا تھا یہ نائلہ بنت الغرافعہ تھیں میرے ساتھی نے انہیں کہا کہ ان کا چہرہ کھولو تو نائلہ نے کہا کہ کیوں؟ میں نے کہا اس کے چہرے پر طمانچہ مارنا ہے تو نائلہؓ نے کہا کیا تو اس بات سے راضی نہیں ان (حضرت عثمان غنیؓ) کے بارے میں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یہ سن کر میرے ساتھی کو شرم آ گئی وہ واپس چلا گیا مگر میں نے اس کا چہرہ کھولنے پر اصرار کیا تو ان کی اہلیہ حضرت نائلہ مجھ پر جھپٹ پڑی مگر میں نے حضرت عثمان کے چہرے پر طمانچہ مار ہی لیا تو حضرت نائلہؓ نے کہا (اے ظالم) تجھ کیا ملا؟ اللہ تیرے ہاتھوں کو شل کر دے تیری آنکھیں اندھی کر دے اور تجھے کبھی معاف نہ کرے، اس شخص نے کہا واللہ میں ابھی دروازے سے باہر نکلا بھی نہ تھا کہ میرا ہاتھ شل ہو گیا اور میری آنکھوں سے روشنی ختم ہو گئی اور مجھے لگتا نہیں ہے

کہ اللہ میرا گناہ معاف فرمائیں گے۔

(مستجاب الدعوۃ'' ابن ابی الدنیا ص: ۲۴۹ بحوالہ از مومنات کا قافلہ اوران کا کردار)

ایک تقویٰ دار عورت پر الزام کا بدترین انجام

ابوعبداللہ بن جعفر بن محمد صادقؒ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص کسی کام کی وجہ سے شہر سے باہر گیا اس کی ایک بیوی تھی ،اس شخص نے اپنے بھائی کو اس کی خبر گیری اور ضروریات کی فراہمی کے لئے وصیت کی تھی تو اس کا بھائی اس کی ضروریات پوچھنے کے لئے آتا اور ضروریات کی اشیاء پوچھ کر فراہم کرتا،ایک دن دیور کی نظر اس عورت پر پڑ گئی تو اس کی نیت خراب ہوگئی اس نے عورت کو بہکانے اور پھسلانے کی کوشش کی مگر عورت نے منع کر دیا،اس نے عورت کو دھمکی دی کہ اگر تو میری بات نہ مانے گی تو میں تجھے قتل کر دوں گا،عورت نے کہا میں نہیں مانوں گی اور نہ ہی تیری کوئی بات سنوں گی تو جو چاہے کر لے۔

اس عورت کی بات سن کر اس کا دیور خاموش ہوگیا،مگر جب اس کا بھائی آیا تو اس نے اس سے حال واحوال پوچھے تو اس نے اپنی بھابھی پر الزام لگا دیا اور کہا کہ بھائی! تجھے معلوم ہے کہ تیری بیوی نے مجھے غلط بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی؟ اور اس نے یہ کیا وہ کیا وغیرہ خوب الزام لگائے، بھائی نے کہا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا جو کہہ رہا ہوں سچ ہے۔

جب شوہر گھر میں آیا کہ اس کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ اپنی بیوی سے اپنے بھائی کی بات کی تصدیق کرے یا کچھ پوچھے (مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ) اس نے رات کو تلوار کے ساتھ بیوی کو گھائل کر دیا اور جب اسے یقین ہوگیا کہ مر چکی ہے تو وہاں سے چلا گیا۔

مگر عورت میں ابھی جان باقی تھی وہ لڑکھڑاتی ہوئی وہاں سے چلی اور ایک راہب کے گرجے کے پاس پہنچ گئی جب اس کے لڑھڑانے کی آواز سنی تو راہب نیچے اترا

اور عورت کو زخمی دیکھا تو اپنے حبشی غلام کو آواز دی اور دونوں مل کر اسے گرجا گھر میں اٹھا لائے، اور راہب نے مسلسل اس کا علاج کیا حتیٰ کہ وہ عورت تندرست ہوگئی۔

اس راہب کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کی ماں مرچکی تھی راہب نے کہا کہ اگر تو جانا چاہتی ہے تو اس کو بھی لے جا اور اگر یہیں رہنا چاہتی ہے تو یہیں رہ تو عورت نے کہا کہ میں یہاں رہ کر تیری خدمت کروں گی۔

اس کے بعد یہ عورت راہب کے بیٹے کی پرورش کرنے لگی ایک دن اس عورت پر راہب کے حبشی غلام کی نیت خراب ہوگئی اس نے عورت کو کہا کہ اگر تو میری بات نہ مانے گی تو میں تجھے قتل کر دوں گا عورت نے کہا تو جو چاہے گزر گزر لیکن میں تیری بات ہرگز نہیں مانوں گی جب رات ہوئی تو حبشی غلام نے اس کے پاس سوئے ہوئے راہب کے بچے کو قتل کر دیا۔

اور راہب کے پاس جا کر بولا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس خبیث عورت نے تیرے بیٹے کے ساتھ کیا کیا ہے؟ راہب گھر گیا اس نے پوچھا بتاؤں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ اس عورت نے تیرے بیٹے کو ذبح کر دیا یہ سن کر راہب وہاں آیا اور اس نے اپنے بیٹے کو خون میں لت پت دیکھا اور عورت سے پوچھا یہ سب کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں البتہ تیرے غلام نے مجھے قتل کی دھمکی دی تھی یہ کہہ کر اس عورت نے پورا واقعہ بتایا۔

راہب نے کہا مجھے تیرے معاملے میں شک ہوگیا ہے، اب تیرا یہاں رہنا مجھے پسند نہیں یہ پچاس دینار لے اور جہاں تجھ سے ممکن ہو سکے وہاں چلی جا، یہ عورت وہ دینار لیکر چل پڑی حتیٰ کہ ایک بستی میں آ کر رکی وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو سولی دی جا رہی ہے وہاں حاکم اور لوگ جمع تھے اس عورت نے حاکم سے کہا کہ میں اگر تجھے پچاس دینار دوں تو کیا اس شخص کو چھوڑ دے گا؟ اس نے کہا لاؤ مجھے دینار دو، اس عورت نے پچاس دینار حاکم کو دیئے، اور اس نے آدمی کو چھوڑ دیا، اس بچنے والے شخص نے کہا کہ جو کچھ تو نے میرے لئے کیا ہے ایسا کوئی کسی کے لئے نہیں کرتا میں تجھ سے الگ نہیں ہوں گا بلکہ زندگی

پھر تیری خدمت کروں گا، اس کے بعد دونوں چلتے چلتے سمندر کے کنارے آ گئے، لوگ کشتیوں میں سوار ہو رہے تھے، چنانچہ یہ دونوں بھی سوار ہو گئے، یہ عورت خوبصورت بھی تھی جب کشتی والوں نے اسے دیکھا تو آدمی سے پوچھا کہ یہ عورت تیری کیا لگتی ہے؟ اس نے کہا میری غلام ہے پوچھنے والی کی نیت خراب ہوگئی اس نے پوچھا کیا تو اسے بیچے گا؟ اس نے کہا مجھے اس کی فروخت پسند نہیں کیونکہ اگر میں فروخت کروں گا اور جب اس کو معلوم ہوگا اسے تکلیف ہوگی کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور اس نے مجھ سے عہد بھی لیا ہے کہ میں اسے فروخت نہیں کروں گا۔

دوسرے نے کہا کہ چپ چاپ سے بیچ کر چلا جا اور اسے مت بتا اس طرح اس نے عورت کو بیچ دیا اور ڈھیر سارا مال لیکر چلا گیا اس خرید وفروخت پر کشتی کے مسافر گواہ بن گئے اور عورت لیڈیز کے حصے میں تھی اسے کچھ پتا نہ چلا۔

جب کچھ سفر طے ہو گیا تو خریدنے والے نے اٹھ کر اس عورت کو بتایا کہ میں نے تجھے خرید لیا ہے تو یہ عورت بولی اللہ سے ڈر میں تو آزاد عورت ہوں آدمی نے کہا اپنی بات چھوڑ وہ تیرا مالک تھا چھوڑ گیا ہے اب تو اسے پا نہیں سکتی، اتنے میں کشتی کے دوسرے مسافر بھی آ گئے اور انہوں نے کہا اے اللہ کی دشمن اس شخص نے تجھے خرید لیا ہے ہم اس کے گواہ ہیں۔

اس عورت نے کہا تمہارا ستیاناس ہو، اللہ سے ڈرو میں ایک آزاد عورت ہوں اور میرا کوئی مالک ہرگز نہیں ہے لوگوں نے اس شخص سے کہا کہ اٹھ اور اس عورت کی عزت خراب کر دے ورنہ یہ نہیں مانے گی، یہ آدمی بری نیت سے اس کی طرف بڑھا تو اس عورت نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور ان لوگوں کے لئے بددعا کی اچانک کشتی الٹ گئی اور عورت کے سوا کوئی بھی زندہ نہ بچا، سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

ساحل پر ایک بادشاہ نے اس عورت کو بچایا اور پھر اس سے اس کے حالات پوچھے پھر عورت کو بادشاہ نے شادی کا پیغام دیدیا، اس عورت نے جواب دیا کہ میرا ایک

قصہ ہے (اور گزرا ہوا قصہ کہہ سنایا) اس لئے میرے لئے شادی جائز نہیں، بادشاہ نے اسے اپنے گھر میں عزت سے رکھا اور کبھی امور مملکت میں کوئی پریشانی ہوتی تو بادشاہ اس عورت سے آکر مشورہ کرتا اور اس کے مشورے میں برکت پاتا، حتیٰ کہ بادشاہ کی موت کا وقت قریب آگیا تو اس نے اپنے اہل مملکت کو جمع کر کے پوچھا کہ میں تمہارے لئے کیسا تھا، لوگوں نے کہا رحم دل باپ کی طرح تھے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے پھر اس نے پوچھا کہ میرے احکامات اور فیصلے شروع سے آخر تک کیسے تھے؟ لوگوں نے کہا نہایت سمجھداری اور دانش مندی کے فیصلے تھے۔

بادشاہ نے کہا کہ میرے سارے فیصلے اس عورت کے مشورے سے ہوئے تھے، اور میں نے تمہارے لئے ایک اور فیصلہ کیا ہے لوگوں نے پوچھا وہ کیسا فیصلہ؟ تو بادشاہ نے کہا کہ میرے بعد حکمران یہ عورت ہوگی اور لوگوں نے اسے منظور کر لیا اور پھر یہ عورت اس کی ملکہ بن گئی اور بادشاہ کا انتقال ہوگیا۔

عورت نے تمام لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا تا کہ لوگ اس سے بیعت کر لیں لوگ جمع ہونے لگے اور دیکھتی رہی لوگ بیعت کرتے رہے اس کے سامنے سے سارے لوگ گزرتے گئے اس کے سامنے اس کا شوہر اور دیور گزرے اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو علیحدہ کھڑا کرو؟ اس کے بعد سولی سے بچنے والا شخص گزرا تو اسے بھی علیحدہ کھڑا کر دیا اور پھر راہب اور اس کا غلام گزرے تو اس نے انہیں بھی علیحدہ کر دیا جب سب لوگ چلے گئے تو اس عورت نے ان تمام لوگوں کو بلایا اور اپنے شوہر سے مخاطب ہو کر بولی۔

کیا تو مجھے جانتا ہے؟ شوہر نے کہا واللہ صرف اتنا کہ تو ہماری ملکہ ہے اس نے کہا کہ میں فلانی تیری بیوی ہوں اور تیرے بھائی نے مجھ سے ایسا سلوک کیا تھا اس عورت نے اس کے بھائی کی بات بتائی اور کہا اللہ بخوبی جانتا ہے کہ جب سے میں تجھ سے جدا ہوئی ہوں میرے قریب کوئی مرد نہیں آیا، اس کے بعد اس کے بھائی کو بلا کر اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد راہب کو بلایا اور کہا جس چیز کی ضرورت ہو تو مجھ کو بتا دینا اور راہب کو اس کے غلام اور اس کے بچے کے قتل کا واقعہ بتایا پھر اس غلام کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس عورت نے سولی سے بچنے والے شخص کو بلوایا اسے بھی قتل کیئے جانے اور سولی پر چڑھائے جانے کا حکم جاری کیا۔

(مومنات کا قافلہ اور ان کا کردار ص ۲۲۹ تا ۲۳۲)

ملکہ سبا (بلقیس) کا قصہ

ملکہ سبا تاجدار ملکہ تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں سوائے ایمان کے ہر چیز کی نعمت عطاء کر رکھی تھی۔

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت عطاء فرمائی، جنات اور پرندوں کو مسخر کیا اور ہوا ان کے حکم سے چل دیتی تھی انہوں نے حکومت وسلطنت کو اللہ تعالیٰ کے پیغام اور دعوت کا ذریعہ بنا رکھا تھا، انہوں نے کسی کافر کو نہ چھوڑا نہ کسی ظالم حکمران کو نہ کسی طاقت ور بادشاہ کو مگر یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی جس نے انکار کیا اس کے لئے تلوار کا فیصلہ ہوتا۔

اس طرح دین ساری دنیا کے کونوں میں پھیل گیا مگر اس قوم اور ملک کے بارے میں نہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا اور نہ انہیں پتہ چل سکا ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر جن میں جنات چرند پرند سب شامل تھے چل رہے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام مقرر تھا، ھد ھد ایک پرندہ تھا جس کی ذمہ داری پانی والی جگہ ڈھونڈنا تھی پڑاؤ کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جگہ کی ضرورت تھی حضرت سلیمانؑ نے ھد ھد کو دیکھا مگر غائب تھا لہٰذا آپ نے قسم کھائی کہ اگر تو کوئی صحیح عذر بیان کر نہ سکا تو اسے ذبح کر دیا جائے گا یا اس کو سزا دی جائے گی۔

ھد ھد زیادہ دیر غائب نہ تھا تھوڑی دیر کے بعد حضرت سلیمانؑ کے سامنے

سر جھکائے کھڑا ہو گیا حضرت سلیمانؑ نے سزا دینے سے پہلے غائب ہونے کی وجہ پوچھی تو ھد ھد نے باخبر زبان سے کہا۔ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہ تھی اور میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی یقینی خبر لے کر آیا ہوں (سورہ نمل آیت ۲۲) یہ ھد ھد کی تاخیر کی وجہ معقول ہے کہ یہ پرندہ یمن میں سبا کی طرف گیا اور وہاں سورج کی عبادت کرنے والی ایک قوم کو دیکھا جن کی حکمران ایک عظیم الشان خاتون تھی جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر نعمت سے نوازا تھا اور اس کا ایک بڑا تخت بھی تھا لہٰذا ھد ھد نے یہ سب کچھ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں کہہ دیا میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے جو ان کی حکمران ہے اور اسے ہر چیز ملی ہے اس کا ایک بڑا تخت ہے میں نے اس کو اس کی قوم کو سورج کو سجدہ کرتے دیکھا بجائے اللہ تعالیٰ کے اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے اور انہیں سیدھے راستے سے روک دیا اور وہ ہدایات پر نہیں

(سورہ نمل آیت ۲۳، ۲۴)

ھد ھد نے کہا وہ کیوں اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ جانتا ہے جو کہ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا مالک ہے (سورہ نمل)

حضرت سلیمانؑ اس عجیب بات سے گھبرا گئے مگر انہوں نے پرندے کی بات پر یقین نہ کی بلکہ فرمایا کہ ہم تیری بات کی سچ و جھوٹ کی تحقیق کریں گے، اگر بات صحیح اور سچ ہے تو میرا خط لے کر ان کو پہنچا دے پھر انتظار کر کہ وہ آپس میں کیا کہتے ہیں اور تو دور ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ پرندہ قاصد بن کر اڑ پڑا اور حضرت سلیمانؑ کی طرف سے دعوت حق کلمۃ اللہ لے جا رہا ہے، یہاں تک کہ اس پرندہ نے ملکہ بلقیس کے سر پر وہ خط ڈال دیا، جب ملکہ اپنی نیند سے بیدار ہوئی تو اس خط کو دیکھ کر گھبرا گئی کہ یہ خط اتنے حفاظتی انتظامات اور قلعہ بندی کے باوجود کیسے آ گیا؟ اور اسے کون ڈال گیا؟ اور اس کے خاص کمرے میں

کیسے پہنچ گیا؟ یقیناً وہ کوئی بڑی طاقت اور قدرت والا شخص ہے۔

[illegible]

اے سردارو! میرے پاس ایک معزز خط ڈال گیا ہے جو کہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس میں یہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تم لوگ میرے مقابلے میں تکبر نہ کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ (النحل آیت ۳۱) ملکہ خود ایک ذہین اور عقل مند خاتون تھی وہ کہنے لگی اے سردارو! مجھے میرے معاملے میں مشورہ دو میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم توثیق نہ کردو (النحل آیت ۳۳) تو سرداروں نے کہا ہم بہت طاقتور لوگ ہیں آپ کا جیسا حکم ہو جب ملکہ نے دیکھا تو اس کی قوم کے مرد لڑائی اور مدافعت پر آمادہ ہیں تو اس نے انہیں روک دیا اور کہا کہ صلح میں بہتری ہے، اور صحیح راہ اور عقل والے وہی فیصلہ کرتے ہیں جس میں خیر ہو اس لئے اس نے کہا بے شک بادشاہ جس بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے اجاڑ دیتے ہیں اور اس سے معززین کو ذلیل کرتے ہیں۔ (النحل آیت ۳۴)

بلقیس نے کہا کہ میں چاہتی ہوں سلیمانؑ کی طرف کچھ ہدیے بھیجوں اگر اس نے ہدیے قبول کیے تو وہ دنیاوی بادشاہ ہے اور ہم مال و دولت فوج اور افراد کے اعتبار سے اس سے بہتر ہوں گے اور اگر اس نے ہدیے واپس کردیے تو یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوگا۔

اور میں ان کی طرف یہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی بھیجے گئے لوگ کیا واپس لاتے ہیں (النحل آیت ۳۵) ھد ھد ان کے سارے مشورے اور فیصلے سن کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پہنچ گیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا حضرت سلیمانؑ نے جنات کو حکم دیا کہ ایک عجیب و غریب محل بناؤ جو آنکھوں کو حیرت اور دلوں کو دہشت زدہ کردے۔

جب بلقیس کا وفد حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچا تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ جو کچھ وہ دیکھ رہے ہیں حقیقت ہے یا خواب؟ پھر حضرت سلیمانؑ نے چمکتے

چہرے کے ساتھ ان کے سامنے آ کر انہیں خوش آمدید کہا تو انہیں بلقیس کے بھیجے گئے تحفے انہیں پیش کئے گئے مگر حضرت سلیمانؑ نے انہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہا اپنے تحفے واپس لے جاؤ، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دیا ہے وہ دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا، اے قاصد یہ ہدیہ واپس لے جاؤ اور میرا جواب یہ ہے کہ عنقریب تمہارے پاس ایسا لشکر آنے والا ہے جس کا سامنا تم نہ کر سکو گے اور ہم تمہیں اور سبا کو تمہارے ملک سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اس لئے تم اللہ کی عبادت سے تکبر کرتے ہو، میں نے تمہارے پاس پیغام محض اس لئے بھیجا تھا کہ تم مسلمان ہو کر یہاں آ کر توحید کا اقرار کرو اور اللہ کی عبادت کرو۔

قاصدین یہ پیغام لیکر بلقیس کے پاس پہنچے اور پیغام دیا کہ اب ہمارے پاس ان کی اطاعت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہم ان کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں قبل اس کے کہ اس کا لشکر ہم پر چڑھائی کرے۔

ملکہ بلقیس خود حضرت سلیمانؑ کے دارالحکومت کی طرف نکل پڑی جب حضرت سلیمانؑ کو اس کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے جنات کو حکم دیا کہ میرے لئے بڑا مضبوط محل بناؤ تا کہ ملکہ بلقیس کو اللہ کی عطا کا نظارہ کراؤ، پھر آپ نے جنات سے کہا کہ اس کے آنے سے پہلے اس کے تخت کو کون لے کر آئے گا تو ایک عفریت نے کہا کہ میں آپ کی مجلس و دربار ختم ہونے سے پہلے لے آؤں گا ان میں سے ایک نے جسے اللہ نے علم، حکمت اور ایمان عطا کیا تھا کہ کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

یہ آصف بن برخیا تھے پلک جھپکتے ہی تخت حاضر کر دیا گیا، یہ دیکھ کر اللہ کے نبی اللہ کے حضور سربسجود ہو گئے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا۔

کہا یہ میرے رب کا فضل ہے وہ مجھے آزماتا ہے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ (النمل آیت ۴۰)

حضرت سلیمانؑ نے حکم فرمایا کہ تخت کی نشانیوں کو تبدیل کر دیا جائے تا کہ اس عورت کی ذہانت اور عقل کا امتحان لیا جا سکے، اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے شیش محل بنوا

گراس کا فرش بھی شیشہ کا بنوایا اوراس کے نیچے پانی ڈلوا کر اس میں مچھلیاں چھوڑ دیں تا کہ دیکھنے والے کو کسی بہتی نہر یا سمندر کا منظر معلوم ہو اوراس کا تخت محل میں بچھا دیا اوراس تمام تیاری سے مقصد یہ تھا کہ اسے اللہ کی نعمتوں کا نظارہ کرایا جائے ، اور یہ مملکت اللہ نے صرف حضرت سلیمانؑ کو عطاء فرمائی تھی جو کہ بلقیس کو اور نہ ہی کسی اور کو دی گئی تھی۔

جب وہ آ گئی تو حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ کیا تیرا تخت اس طرح کا ہے؟ اس نے جواب دیا گویا کہ یہ وہی ہے (النمل آیت ۴۲)

اس نے اپنی ذہانت کا ثبوت اس طرح دیا کہ اس نے اس تخت کے اپنا ہونے کو ممکن جانا ، کیوں کہ وہ یمن کی سرزمین میں چھوڑ آئی تھی پھر وہ محل میں داخل ہوئی لیکن راستے میں سارا پانی نظر آیا تو اس نے تالاب سمجھ کر اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اونچا کرایا تا کہ پانی میں سے گزر سکے تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا:

یہ سب شیشوں سے ڈھکا ہوا ہے (النمل آیت ۴۴)

جب ملکہ بلقیس نے یہ سب کچھ دیکھا تو اسی وقت دل ایمان سے معمور ہو گیا اور غفلت کے پردے ہٹ گئے اور کہا: میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اب میں ایمان لاتی ہوں سلیمانؑ کے پاس اللہ رب العالمین پر (النمل آیت ۴۴)

اس طرح یہ عظیم خاتون اللہ تعالیٰ کے دین میں اخلاص وانابت کے ساتھ داخل ہوگئی یہ خاتون اپنی سیاست ، انتظام ملک ، شوریٰ اور حکمت میں بے مثال تھی ، اور اللہ تعالیٰ نے ایک عقل مند عورت کے لئے اس کی مثال دی ہے تو یہ اپنی عقل اور رائے میں اپنی مثال آپ تھی ، اسی عقل نے اسے اللہ کے راستے کی طرف ہدایت دی اور توحید کا جھنڈا اس کے ملک پر بلند کروا دیا۔

بہر حال بلقیس دنیا کے حکمرانوں میں ایک ملکہ اور اللہ کی کتاب میں مثال بنی اور کتاب اللہ میں اسے شرف اور بلند مرتبہ حاصل ہوا اور عزت اور تعظیم کی وجہ سے اس کا

دل ایمان اور اسلام سے بھر دیا۔

ظلم کی ابتدا کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے

قاضی عمر بن ابی لیلیٰ اپنے دور قضا کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی مجلس قضاء میں بیٹھا ہوا تھا میرے پاس ایک بڑھیا اور ایک جوان عورت آئی، بڑھیا تو آتے ہی بولنے لگی، پھر وہ لڑکی بولی کہ اللہ تعالیٰ قاضی کو نیکی عطاء فرمائے سے کہئے کہ یہ چپ ہوجائے میں اپنی اور اس کی بات کروں گی اگر میں کہیں بھی غلطی کروں تو یہ بڑھیا مجھے ٹوک دے (قاضی نے بڑھیا کو خاموش کرایا)

پھر وہ لڑکی کہنے لگی کہ یہ بڑھیا عورت میری پھوپھی ہے میرے والد مجھے ان کی نگرانی میں چھوڑ کر وفات پاگئے تھے تو اس نے میری تربیت کی اور اچھی تربیت کی جب میں جوان ہوگئی تو اس نے مجھ سے پوچھا کہ شادی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ تو میں نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں اور اس طرح ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس نے میری شادی ایک زرگر (سنار) سے کردی۔ وہ (سنار) اور میں گویا دونوں پھول تھے وہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے علاوہ کوئی اور نہیں بنائی اور میں بھی یہ سمجھتی تھی کہ ان کے علاوہ اللہ نے کوئی پیدا نہیں کیا وہ روزانہ بازار جاتا اور کما کر شام کو گھر لوٹ آتا۔

میری پھوپھی نے جب ہم دونوں میں ایک دوسرے سے اتنا لگاؤ دیکھا تو یہ حسد میں مبتلا ہوگئی ایک دن اس نے اپنی بیٹی کو خوب بناؤ سنگھار کیا اور میرے شوہر کے آنے کے وقت اسے میرے پاس بھیجا تو میرے شوہر کی جب اس پر نظر پڑی تو اس نے میری پھوپھی سے اس کا رشتہ مانگا اس نے کہا کہ ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ تو اپنی بیوی (یعنی تیرا کام) معاملہ میرے ہاتھ میں دیدے میرے شوہر نے کہا میں نے اس کا معاملہ تیرے سپرد کردیا تو پھوپھی نے کہا کہ میں نے اسے تین طلاق دیدیں اس کے بعد پھوپھی نے اپنی بیٹی کا نکاح اس زرگر کے ساتھ کردیا اور وہ اس کے ساتھ بھی اسی طرح

رہنے لگا صبح جاتا اور شام کو لوٹ آتا۔

جب میری عدت گزری تو میں نے اسے کہا پھوپھی جان اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا گھر چھوڑ کر کہیں اور منتقل ہو جاؤں تو اس نے کہا ٹھیک ہے تو میں دوسری جگہ منتقل ہو گئی میری پھوپھی کا شوہر کافی عرصے سے غائب تھا جب وہ واپس آیا تو اس نے میرا بھی پوچھا کہ بھتیجی کہاں ہے؟ تو پھوپھی نے بتایا کہ اس کی شادی ہو گئی تھی وہاں سے طلاق ہو گئی اور وہ دوسری جگہ رہ رہی ہے تو اس نے کہا کہ اس پر جو مصیبت گزری ہے ہمیں اس کی تسلی کے لئے جانا چاہئے مجھے اس کے آنے کی اطلاع ملی تو میں نے خوب بناؤ سنگھار کیا اور اس کے سامنے آئی اس نے مجھے سلام کیا اور میری اس مصیبت پر مجھے تسلی دی اور پھر کہا کہ میری کچھ جوانی ابھی باقی ہے اگر میں تجھ سے نکاح کر لوں تو تجھے اعتراض تو نہیں؟ میں نے کہا کہ مجھے اعتراض نہیں لیکن پھوپھی کا معاملہ میرے سپرد کر دو، اس نے میرے سپرد کر دیا تو میں نے اسے تین طلاقیں دیدیں۔

چنانچہ پھر وہ کسی مسافر کی طرح اپنا سامان لیکر میرے گھر منتقل ہو گیا اس کے پاس چھ ہزار درہم بھی تھے، کچھ عرصے وہ میرے ساتھ رہا اور بیمار ہو کر مر گیا۔

جب میری عدت گزر گئی تو میرا پہلا شوہر آیا اور تعزیت کی، جب مجھے اس کے آنے کا معلوم ہوا تو میں نے خوب بناؤ سنگھار کیا پھر اس کے سامنے آئی اس نے مجھ سے کہا اے فلانی تجھے معلوم ہے کہ مجھے دنیا میں تو سب سے زیادہ محبوب اور عزیز تھی اور اب تو رجوع کرنا بھی ہمارے لئے حلال ہو گیا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟

تو میں نے کہا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر میری پھوپھی کی بیٹی کا یعنی تمہاری بیوی کا معاملہ میرے ہاتھ میں دیدو تو اس نے اس کا معاملہ میرے ہاتھ میں دیدیا تو میں نے اسے تین طلاقیں دیدیں، یہ سن کر بڑھیا اچھل پڑی اور فوراً بولی اللہ تعالیٰ قاضی کو نیکی عطاء فرمائے میں نے تو اس کے ساتھ ایسا ایک ہی بار کیا تھا جبکہ اس نے دو بار کیا ہے پھر قاضی عمر بن محمد ابی لیلیٰ نے کہا ایک کے بدلے ایک اور ابتداء میں ظلم کرنے والا بڑا ظالم

ہوتا ہے چل اپنے گھر جا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی طاقت مقرر نہیں کی اس کے بعد قاضی نے یہ آیت پڑھی۔ (مومنات کا قافلہ اور ان کا کردار ص ۲۳۲)

اور جو شخص دشمن کو اسی قدر تکلیف پہنچائے جس قدر (اس کے دشمن کی طرف سے) اس کو تکلیف پہنچی تھی اور پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا۔ (سورہ الحج آیت ۶۰)

بے پردہ، لپ اسٹک اور ناخن پالش پر قبر کا سخت عذاب کا واقعہ

مفتی عبدالرؤف سکھروی کی کتاب اصلاحی خطبات میں عذاب قبر کے متعلق ایک عبرت ناک واقعہ لکھا ہے جو گلگت میں پیش آیا

ایک شخص قبرستان کے پاس سے گزرا اس نے کسی قبر سے یہ آواز سنی کہ مجھے نکالو میں زندہ ہوں جب ایک دو مرتبہ اس نے آواز سنی تو اس کو یقین ہو گیا (کہ یہ آواز برحق ہے) تو قریب ہی گاؤں میں گیا اور لوگوں کو اس آواز کے متعلق بتایا اور کہا کہ تم بھی چلو اور اس کی آواز سنو چنانچہ گاؤں کے کچھ لوگ اس کے ساتھ آئے اور آواز سنی تو سب نے یقین کر لیا کہ واقعی یہ آواز قبر میں سے ہی آرہی ہے، سب کو یقین ہونے کے بعد مسئلہ پوچھنے کی فکر لاحق ہوئی کہ پہلے علمائے کرام سے یہ مسئلہ معلوم کرو کہ قبر کھونا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ لوگ محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ فلاں قبر سے آواز آرہی ہے اور میت یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے قبر سے نکالو میں زندہ ہوں!! امام صاحب نے کہا کہ اگر تم کو اس کے زندہ ہونے کا یقین ہو گیا ہے تو ٹھیک ہے قبر کو کھول لو اور اس کو باہر نکال لو، چنانچہ یہ لوگ ہمت کر کے قبرستان گئے، اور جا کر قبر کھولی اب جیسے ہی تختہ ہٹایا تو دیکھا کہ اندر ایک عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اس کا کفن گل چکا ہے اور وہ عورت کہہ رہی ہے کہ جلدی سے میرے گھر سے کپڑے لاؤ میں پہن کر نکلوں گی چنانچہ یہ لوگ فوراً اس کے گھر گئے اور اس کے گھر والوں کو سارا واقعہ بتایا اور اس کے

کپڑے اور چادر وغیرہ لیکر آئے اور قبر میں پھینک دیئے اس عورت نے کپڑوں کو پہنا اور چادر اپنے اوپر اوڑھی اور تیزی سے بجلی کی طرح قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی گھر جا کر ایک کمرے میں چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی، اور جو لوگ قبرستان آئے تھے دوڑ کر اس کے گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس نے کمرے کے اندر سے کنڈی لگالی ہے، لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو، اندر سے عورت نے جواب دیا میں کنڈی تو کھول دوں گی لیکن کمرے کے اندر وہ شخص داخل ہو جس کے اندر مجھے دیکھنے کی تاب وطاقت ہو، اس لئے کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ ہر آدمی مجھے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا، لہٰذا کوئی مضبوط دل گردے والا شخص اندر آئے اور آکر میری حالت دیکھے، اب سب لوگ اندر جانے سے ڈرنے لگے مگر چار آدمی جو مضبوط دل والے تھے انہوں نے کہا کہ تم کنڈی کھولو، ہم اندر آئیں گے، چنانچہ اس نے کنڈی کھول دی اور لوگ اندر چلے گئے۔

بے پردگی کی سزا

اندر وہ عورت اپنے آپ کو چادر میں چھپائے بیٹھی تھی جب یہ لوگ اندر گئے اس عورت نے سب سے پہلے سر کھولا تو ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کے سر پر ایک بھی بال نہیں ہے وہ بالکل خالی کھوپڑی (کی طرح) ہے نہ اس پر بال ہیں نہ اس پر کھال ہے صرف خالی ہڈی ہڈی ہے لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیرے بال کہاں گئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ جب میں زندہ تھی تو میں ننگے سر گھر سے باہر نکلا کرتی تھی پھر مرنے کے بعد جب میں قبر میں لائی گئی تو فرشتوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور اس نوچنے کے نتیجے میں بال کے ساتھ کھال بھی نکل گئی، جس کی وجہ سے اب میرے سر پر نہ بال ہیں اور نہ کھال ہے۔

لپ اسٹک لگانے کی سزا

اس کے بعد اس عورت نے اپنا منہ کھولا، جب لوگوں نے اس کا منہ دیکھا تو وہ اتنا خوف ناک ہو چکا تھا کہ سوائے دانتوں کے کچھ نظر نہ آیا نہ اوپر کا ہونٹ موجود تھا اور نہ نیچے کا ہونٹ موجود تھا بلکہ بتیس کے بتیس دانت منہ پر جڑے ہوئے نظر آرہے تھے ذرا سوچئے کہ اگر کسی انسان کے صرف دانت ہی دانت نظر آئیں تو کتنا ڈر معلوم ہوتا ہے ،اب ان لوگوں نے اس عورت سے پوچھا تیرے ہونٹ کہاں گئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میں اپنے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا کر نامحرم مردوں کے سامنے جایا کرتی تھی اس کی سزا میں میرے ہونٹ کاٹ لئے گیے، اس نے اب میرے چہرے پر ہونٹ نہیں ہیں۔

ناخن پالش لگانے پر عذاب

اس کے بعد اس عورت نے اپنے ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں کھولیں تو لوگوں نے دیکھا کہ ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں ایک بھی ناخن نہیں تھا تمام انگلیوں کے ناخن غائب تھے، اس سے پوچھا تیری انگلیوں کے ناخن کہاں گئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ ناخن پالش لگانے کی وجہ سے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا گیا ہے چونکہ میں یہ سارے کام کر کے گھر سے باہر نکلا کرتی تھی ،اس لئے جیسے ہی میں مرنے کے بعد قبر میں پہنچی تو میرے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا کہ میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا گیا۔ اور مجھے یہ سزا ملی یہ میرے سر کے بال بھی نوچ لئے گئے میرے ہونٹ بھی کاٹ دیے گئے ،اور ناخن بھی کھینچ لئے گئے اتنی باتیں کرنے کے بعد (اس نے کہا کہ اب مجھے ایسے ہی واپس اپنی جگہ (یعنی قبر میں) پہنچا دو) وہ بے ہوش ہوگئی اور مردہ بے جان ہوگئی جیسے لاش ہوتی ہے، چنانچہ لوگوں نے دوبارہ اس کو قبرستان میں پہنچا دیا ،اللہ تعالیٰ کو یہ عبرت دکھانی مقصود تھی کہ دیکھو! اس عورت کا انجام کیا ہوا؟ اور اس کو کتنا ہولناک عذاب دیا گیا؟ بے پردہ خواتین

اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں اور اپنے اس قسم کے گناہوں سے توبہ کریں۔

(اصلاحی بیانات جلد ا، ص:۱۰۳ تا ۱۰۵)

ایک سوئی کی وجہ سے عذاب کا عبرتناک واقعہ

ایک بزرگ نے بڑا عبرت ناک واقعہ سنایا کہ ان کے زمانے میں ایک بہت بڑے عالم تھے جب ان کا انتقال ہوگیا تو اس عالم کے انتقال کے بعد ان کے کسی شاگرد نے ان کو خواب میں دیکھا کہ برہنہ جسم کے ساتھ ایک چٹیل میدان میں دوپہر کی سخت گرمی سے بے چین اور پریشان ہوکر ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں بے قرار اور بے چین ہیں، اس شاگرد نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ نے تو ساری زندگی اطاعت وعبادات اور خدمت دین میں گزاری مخلوق کی اصلاح اور تربیت میں گزاری کیا ان میں سے کوئی عبادت قبول نہیں ہوئی؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال صالحہ کی توفیق دی تھی وہ سب قبول ہوگئے ہیں لیکن جس عذاب میں مبتلا ہوں وہ ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے، شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انتقال کے چند روز پہلے میں اپنا کپڑا سینے کے لئے اپنے ایک پڑوسی سے سوئی مانگ لایا تھا، اور پھر کپڑا سی کر سوئی الماری میں رکھ دی اور واپس کرنا یاد نہ رہا، اور اس کے بعد میرا انتقال ہوگیا، اب یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو، اس ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے، تم صبح بیدار ہوکر میرے گھر جانا اور گھر والوں سے کہنا کہ الماری میں فلاں جگہ پر وہ سوئی رکھی ہوئی ہے وہ تم لیکر میرے فلاں پڑوسی کو پہنچا دینا تاکہ مجھ سے یہ عذاب دور ہوجائے، چنانچہ وہ شاگرد صبح اٹھ کر سیدھے استاد کے گھر پہنچے اور کہا فلاں الماری میں فلاں جگہ پر سوئی رکھی ہوئی ہے گھر والوں نے دیکھا تو بتایا کہ ہاں رکھی ہوئی ہے اس شاگرد نے پوچھا کہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ کس کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں مرحوم فلاں پڑوسی سے لائے تھے اور ہم نے سوچا کہ ذرا آنے جانے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو یہ سوئی

ان کو واپس کردیں گے۔ شاگرد نے بتایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ اس سوئی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہیں اس لئے وہ سوئی تم مجھے دیدو تا کہ میں جلدی سے ان کو واپس کردوں اوران کی طرف سے تاخیر کی بھی معافی مانگ لوں، چنانچہ اس شاگرد نے وہ سوئی لیکر پڑوسی کو واپس کردی اوران کو بتایا کہ حضرت کو اس سوئی کی وجہ سے عذاب ہورہا ہے وہ پڑوسی بھی یہ سن کررونے لگا کہ کتنی معمولی سی چیز کی وجہ سے ان کو عذاب ہورہا ہے میں نے اللہ کے لئے ان کو معاف کردیا، یا اللہ آپ بھی اپنی رحمت سے ان کو معاف فرمادیں اوران کا عذاب دور فرمادیں۔

وہ شاگرد کہتے ہیں کہ جب رات کو میں سویا تو پھر دوبارہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا لیکن اب وہ منظر کچھ اور تھا، اب حضرت ایک خوبصورت اور سرسبز شاداب باغ کے بیچوں بیچ ایک مسہری پر آرام فرمارہے ہیں چاروں طرف خدام موجود ہیں پھلوں اور پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں میں نے قریب جاکر ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جس وقت تم نے پڑوسی کو سوئی پہنچائی اور اس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے لئے معاف کرتا ہوں بس اسی لمحے میرا عذاب ٹل گیا اور جو نعمتیں تم دیکھ رہے ہو یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے دین کی خدمت کی جو توفیق عطاء فرمائی تھی اس کا صلہ ہے۔

(ایضاً جلد ا ص ۱۷۱)

جن کو کہاں سے نکالوں؟......

عقبہ ازدی ایک سمجھ دار شخص تھا اس کو ایک لڑکی کے پاس لے جایا گیا، جس پر اس رات جن کا اثر ظاہر ہوا جس وقت اس کے عزیز واقارب اور رشتہ دار نے ارادہ کیا کہ اس کے شوہر کو اس کے پاس بھیج دیں، جب عقبہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ پڑی ہوئی ہے تو اس کے متعلقین سے کہا کہ سب علیحدہ ہوجائیں اور ہمیں تنہائی کا موقع دیں تو وہ

سب الگ ہوگئے اس نے اس لڑکی سے کہا کہ جو دل کی بات ہو وہ مجھ سے بالکل سچ سچ بیان کر دے اور تیری مشکل کو حل کر دینا میرے ذمہ ہوگا، اس نے کہا کہ جب میں اپنے ماں باپ کے پاس تھی تو میرا ایک شخص سے تعلق تھا اور اب ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ شوہر کو میرے پاس بھیجیں در حقیقت میں کنواری نہیں ہوں، اب مجھے (اپنے شوہر کے سامنے) رسوائی کا خوف ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے جو مجھے اس رسوائی سے بچالے؟ عقبہ نے کہا ہاں پھر اس کے سسرال والوں سے ملے اور کہا کہ جن نکلنے پر راضی ہو گیا ہے اب تم پسند کرلو کہ اس کے بدن کے کس حصے سے اس کو نکلوانا چاہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ جس حصے سے اس جن کو باہر نکالا جائے گا وہ لازمی طور پر بیکار ہو جائے گا اگر آنکھوں سے نکلا تو یہ اندھی ہو جائے گی اور اگر یہ کان سے نکلا تو بہری ہو جائے گی، اور اگر منہ سے نکلا تو گونگی ہو جائے گی اور اگر فرج سے نکلا تو بکارت زائل ہو جائے گی اس کے متعلقین نے کہا کہ اس سے زیادہ ہلکی بات کوئی نہیں کہ اس کی بکارت زائل ہو جائے، تو آپ اس شیطان کو فرج سے ہی نکال دیجئے، تو عقبہ نے (کچھ جھاڑ پھونک کا دکھاوا کر کے) ان کو یقین دلایا کہ اس نے جن کو نکال دیا، پھر عورت کے شوہر کو اس کے پاس چھوڑ دیا اور عورت شوہر کے پاس چلی گئی۔ اور خوش وخرم کی زندگی بسر کرنے لگی۔

(لطائف علمیہ باب ۱۶، ص: ۱۶۰)

ایک حیرت انگیز اور انوکھا واقعہ

عضد الدولہ کے امراء میں سے ایک ترکی نوجوان تھا اس نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک مکان کی دیوار کے سوراخ سے اس مکان میں رہنے والی عورت کو دیکھتا تھا اس عورت نے اپنے شوہر کو بتایا کہ یہ ترکی لڑکا روزانہ بہت دیر تک اس سوراخ سے دیکھتا ہے اس نے میرا آرام حرام کر دیا ہے یہاں گھر پر کوئی نہیں ہوتا دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ میں اس سے باتیں کیا کرتی ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں، اس کے شوہر نے کہا

کہ تو اس کے نام ایک خط لکھ جس کا مضمون یہ ہو کہ روزانہ کھڑا ہونا بے کار بات ہے جب عشاء کی نماز کے بعد اچھی طرح اندھیرا ہو جائے اور لوگ (سوکر) غافل ہوئیں تو تم گھر میں آجانا میں دروازے کے پیچھے ہوں گی۔

چنانچہ اس کے بعد شوہر نے دروازے کے پیچھے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس کے انتظار میں کھڑا ہو گیا جب وہ ترکی لڑکا آیا اور دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو اس عورت کے شوہر نے اس کو دھکا دیکر گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی بھر دی، اس واقعہ کوئی دن گزر گئے کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی، ایک دن عضد الدولہ نے دریافت کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ اس کو بتایا گیا کہ ان کا کچھ پتا نہیں۔ اس پر عضد الدولہ غور وفکر کرتے رہے، یہاں تک کہ (اس تحقیق کی انہوں نے یہ صورت نکالی) ایک کے ذریعے اس مؤذن کو بلانے کے لئے بھیجا جو اس مکان کے قریب والی مسجد کا مؤذن تھا، اس نے مؤذن کو بظاہر بہت سخت پکڑا اور عضد الدولہ کے سامنے حاضر کر دیا پھر عضد الدولہ نے آہستہ سے اس سے کہا کہ یہ ایک سو دینار لے لو اور جو کچھ ہم تم کو حکم دیں اس کی تعمیل کرو جب تم اپنی مسجد میں جاؤ تو عشاء کی اذان زیادہ رات گئے (یعنی دیر سے) دے کر مسجد میں بیٹھ جانا، پھر سب سے پہلے جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سے تیری گفتاری کی نافذ ہونے کی تحقیق کرے تو اس کی مجھے اطلاع دے دینا۔ اس نے کہا بہت اچھا تو اس مؤذن نے ایسا ہی کیا تو جو شخص سب سے پہلے مسجد میں تحقیق کے لئے آیا تو یہ وہی شخص تھا (جس نے ترکی کو مارا تھا) اس نے مؤذن سے کہا کہ میرا دل تیری طرف لگا ہوا تھا اور تمہیں اس طرح مجھے گرفتار کر کے بلوانے سے عضد الدولہ کی تم سے کیا غرض تھی؟

موذن نے کہا الحمد اللہ خیرت ہے کوئی خاص بات نہیں تھی جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضد الدولہ کے پاس جا کر پورا حال بتایا، عضد الدولہ نے اس شخص (قاتل) کو حاضر ہونے کا حکم دیا، یہ حاضر ہو گیا، اس سے پوچھا کہ ترکی کا کیا معاملہ ہے بیان کرو؟...... اس نے کہا کہ میں آپ سے بالکل سچی بات کہتا ہوں میری بیوی بہت پردہ دار

اور پاکدامن ہے یہ شخص گھات لگائے ہوئے اس کو دیکھتا تھا اور پریشان کرتا تھا اور میری بیوی بدنامی کے خوف سے اس شخص کے کھڑے رہنے سے پریشان ہوگئی تو میں نے اس کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا (اور پوری تفصیل بیان کردی) عضدالدولہ نے کہا جاؤ سپرد خدا، نہ کسی نے کچھ سنا اور نہ کسی نے تم سے پوچھا۔

(ایضاً باب ۱۱ ص ۸۱)

ایک طبیب خاتون کی فکرانگیز مہارت

صلت بن محمد حجدری کہتے ہیں کہ مجھ سے بشر بن المفضل نے بیان کیا کہ ہمارا حاجیوں کا قافلہ سفر میں تھا تو ہمارا قافلہ کا گزر عرب کے باشندوں میں سے ایک بستی پر ہوا ہمیں بتایا گیا کہ یہاں بہت خوبصورت تین بہنیں ہیں اور کہا گیا کہ مطب کرتی ہیں، مشہور ہیں اور علاج کی ماہر ہیں۔ ہم نے چاہا کہ ان کو دیکھیں تو ہم نے اپنے ایک ساتھی کی پنڈلی کو ایک لکڑی اٹھا کر اس سے چھیل دیا، یہاں تک کہ اس میں سے خون رسنے لگا، پھر ہم نے اس کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا اور لوگوں سے کہا کہ اس کو سانپ نے کاٹ لیا ہے کوئی جھاڑنے والا ہے؟ بتایا گیا کہ فلاں شخص ہے چنانچہ اس کی کنڈی کھڑکائی گئی تو ان میں سے ایک چھوٹی بہن نکل کر آئی ایسی خوبصورت تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سورج نکل آیا ہے وہ آکر اس کے سامنے کھڑی ہوگئی اس نے دیکھا اور کہنے لگی کہ اس کو سانپ نے نہیں کاٹا، ہم نے کہا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا اس کا جسم ایسی لکڑی سے چھل گیا ہے جس پر نر سانپ نے پیشاب کیا ہوا تھا اور اسکی دلیل یہ ہے کہ جب اس کے بدن کو دھوپ لگے گی تو یہ مرجائے گا اور واقعی جب سورج طلوع ہوا اور اس کے جسم پر دھوپ لگی تو وہ شخص مرگیا تھا۔ (ایضاً)

میں اللہ کو بغیر عقلی دلیل کے مانتا ہوں

اللہ تعالیٰ نے نیک اور بزرگ کے تعلق کی وجہ سے کس طرح ان کے ایمان کی

حفاظت فرمائی اس کے متعلق پہلے بھی ایک ایمان افروز واقعہ مولانا محمد نعیم دیوبندؒ کا تحریر ہو چکا ہے اب اسی طرح کا ایک اور امام رازیؒ کا ایمان افروز واقعہ تحریر کیا جارہا ہے حضرت امام رازیؒ بہت بڑے مفسر، محدث، محقق، اور علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر تھے، جب یہ ظاہری علوم حاصل کر کے فارغ ہوئے تو اپنے نفس کی اصلاح اور تربیت کے لئے کسی اللہ والے کی تلاش میں نکلے اور دور دراز کا سفر کیا، لیکن ان کو کسی بزرگ سے مناسبت معلوم نہیں ہوئی، آخر کار تلاش کرتے کرتے ایک بزرگ کے پاس پہنچے تو ان سے کچھ مناسبت محسوس ہوئی، اور ان سے جا کر درخواست کی کہ آپ مجھے بیعت فرمالیجئے، میں آپ کی خدمت میں رہ کر اپنے باطن کی تربیت کرنا چاہتا ہوں پہلے تو ان بزرگ نے انکار کیا لیکن جب ان کا اصرار بڑھا تو ان بزرگ نے ان کو ایک وقت بتادیا کہ فلاں وقت خانقاہ میں آجانا میں تمہیں بیعت کرلوں گا۔

چنانچہ وہ وقت بھی آگیا کہ حضرت امام رازیؒ خانقاہ میں بیعت ہو گئے اور وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ امام رازیؒ کے زمانے میں دہریوں کا بڑا زور تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرنے والے کو دہریہ کہا کرتے تھے اور یہ منکرین خدا یہ چاہتے تھے کہ عقل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت نہ کیا جائے امام رازی کے پاس اللہ تعالیٰ کے وجود کو عقل سے ثابت کرنے کے سو دلائل موجود تھے جب کسی دھریہ سے مناظرہ فرماتے تو دس پندرہ دلائل کے ذریعے ہی وہ دھریے گھائل ہو جاتے تھے یعنی کہ ان کو شکست دیدیا کرتے تھے۔

اتفاق سے امام رازیؒ کے پیر کی زندگی ہی میں امام رازیؒ کا انتقال کا وقت قریب آگیا، انتقال کے وقت شیطان امام رازیؒ کے سرہانے آکر بیٹھ گیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے آمین، شیطان نے آکر امام رازیؒ سے کہا کہ بتاؤ کہ اللہ کا وجود ہے یا نہیں؟ امام رازیؒ نے فرمایا کہ کیوں نہیں؟ وجود تو ہے ہی، شیطان نے کہا کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ امام رازیؒ نے ایک عقلی دلیل پیش کی شیطان نے اس کی اس دلیل کو

توڑ دیا، امام رازیؒ نے دوسری دلیل دی شیطان نے اس کو بھی توڑ دیا، اس طرح دس دلیلیں دیں شیطان نے سب کو توڑ دیا، اب امام رازیؒ دلائل پر دلائل دیتے جارہے ہیں اور شیطان سب کو توڑتا جارہا تھا جب ستر دلیلیں پیش کیں اور شیطان نے ان سب کو توڑا تو اب امام رازیؒ کو بڑی فکر اور تشویش ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جو میری ہر دلیل کو توڑتا جارہا ہے، اور میری ہر دلیل کا ایسا جواب دے رہا ہے کہ لا جواب کرتا جارہا ہے اگر خدا نخواستہ اسی رفتار سے جواب دیتا رہا تو ذرا سی دیر میں میرے دلائل ختم ہوجائیں گے اور جب دلائل ختم ہوگئے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اللہ کے وجود میں عقلا نعوذ باللہ مجھے بھی شبہ ہوگا اور یہ میرا آخری وقت ہے اگر اس آخری وقت میں اللہ کے وجود میں شبہ ہوگیا تو میرا خاتمہ ہی خراب ہوگا چنانچہ امام رازیؒ یہ سوچ کر اور پریشان ہوگئے۔

یہاں تک کہ آپ نے ننانوے دلیلیں دیدیں اور شیطان نے ننانوے دلیلیں توڑ ڈالیں، اور امام رازیؒ پسینہ پسینہ ہوگئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے، اب دیکھئے چونکہ کچھ عرصہ تک ان کا ایک بزرگ سے تعلق تھا اسی وجہ سے وہ تعلق کام آیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان بزرگ پر امام رازیؒ کی اس گھبراہٹ اور پریشانی کی کیفیت کو منکشف فرمایا اس وقت وہ شیخ وضو فرمارہے تھے، ان کے ہاتھ میں پانی کا لوٹا تھا اسی حالت میں وہ لوٹا انہوں نے زمین پر مارا اور کہا: اے رازیؒ یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کے یہ الفاظ امام رازیؒ کے کان میں پہنچادیے، جب ان بزرگ کی آواز امام رازیؒ کے کان میں آئی کہ اے رازیؒ یوں کیوں نہیں کہتا کہ میں اللہ کو بغیر کسی دلیل عقلی کے مانتا ہوں امام رازیؒ نے فوراً یہ الفاظ اپنی زبان سے کہہ دئے بس یہ کہنا تھا کہ شیطان فوراً وہاں سے اٹھ کر بھاگ گیا اس لئے کہ اس دلیل کا کوئی جواب نہیں تھا جس کو وہ توڑتا، اس دلیل کو کوئی توڑ ہی نہیں سکتا میں بلا دلیل اللہ کو مانتا ہوں، آخرت کو مانتا ہوں، جنت اور دوزخ کو مانتا ہوں، بس یہ الفاظ کہے اور اس کے بعد امام رازیؒ کا انتقال ہوگیا اور نیک تعلق کی برکت سے

اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ (اصلاحی بیانات جلد۲، ص:۸۲)

اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اللہ سے پناہ مانگے اور ہمیں اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے سر سے محفوظ رکھے اور ہمیں کسی نہ کسی اللہ والے کا دامن تھامنا چاہئے تا کہ اس کی خدمت اور صحبت میں رہ کر انسان اپنے اعمال کی بھی اصلاح کر سکے اپنے اخلاق کی بھی اصلاح کر سکے اور اپنے ایمان کی بھی حفاظت کر سکے، اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی خدمت، اللہ کے راستے میں آنے والوں کی خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، اللہ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیں (آمین ثم آمین)

ایک نوجوان کی حفاظت کے لئے بچھو کا سانپ کو ڈنگ مارنا

حضرت مالک بن دینارؒ نے اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر ایک عجیب وغریب واقعہ نقل کیا ہے اور یہ واقعہ مفتی عبدالرؤف سکھروی کی کتاب اصلاحی بیانات میں اور مفتی تقی عثمانی کی اصلاحی خطبات میں تحریر ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دریا کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بچھو پانی کی طرف دوڑتا ہوا آرہا ہے میں اس کو دیکھنے لگا میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بچھو دریا کے کنارے پر گیا اور دریا کے کنارے پر ایک کچھوا اس کا انتظار پہلے سے کر رہا ہے یہ پانی کے قریب پہنچ کر فوراً اچھل کر اس کچھوے کی پشت پر سوار ہو گیا جیسے ہی یہ بچھو اس کچھوے کی پشت پر سوار ہوا، وہ کچھوا اس کو لیکر دریا کے دوسرے کنارے کی طرف روانہ ہو گیا، مجھے یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ یہ بچھو اور کچھوے کی دوستی کیسے ہوگئی؟ اور کس طرح یہ بچھو اس کی پشت پر سوار ہو کر جارہا ہے؟ چنانچہ میں نے بھی ایک کشتی کرایہ پر لی اور اس پر سوار ہو کر دوسرے کنارے پر پہنچ گیا تھوڑی دیر کے بعد وہ کچھوا آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آنے لگا جیسے ہی وہ کنارے پر پہنچا تو وہ بچھو فوراً کود کر اس کی کمر سے خشکی کی طرف آ گیا اور پھر آگے تیزی سے دوڑنے لگا اور میں بھی اس

کے پیچھے چلنے لگا، کچھ آگے جانے کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے ایک نوجوان شراب کے نشے میں مست پڑا ہوا ہے اور اس نوجوان کے سرہانے ایک کالا سانپ اپنا پھن پھیلائے ڈنگ مارنے کی تیاری کر رہا ہے ابھی میں یہ منظر دیکھ رہا ہی تھا کہ وہ بچھو جلدی سے وہاں پہنچا اور اس نے سانپ کے ڈنگ مارا ڈنگ لگتے ہی سانپ تڑپنے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہ سانپ مر گیا، بہر حال وہ سانپ اس نوجوان کو ڈنگ نہیں مار سکا، یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ کی قدرت نظر آئی، کہ کس طرح اس نے اپنے ایک نافرمان بندے کی حفاظت فرمائی۔

بچھو ڈنگ مار کر جا چکا تھا میں نے اس نوجوان کو اٹھایا اور اس کو سارا واقعہ سنایا کہ دیکھ تو شراب کے اندر مست ہے لیکن خالق کائنات نے تیری حفاظت کیسی فرمائی؟ ایک طرف اتنی دور سے بچھو کو یہاں آنے کا حکم دیا پھر کچھوے کو مقرر فرمایا کہ وہ بچھو کو دریا پار کرائے اور پھر بچھو نے آکر سانپ کو ڈنگ مارا اور اس طرح اللہ نے تجھے سانپ سے ڈسنے سے بچا لیا جب اس نوجوان نے یہ واقعہ سنا تو وہ زار و قطار رونے لگا کہ ہائے میں ایسا گناہ گار اور نافرمان بندہ ہوں لیکن وہ مجھ پر پھر بھی مہربان ہے، اس کے بعد اس نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی اور عہد کیا کہ آج کے بعد میں اپنے پروردگار کی نافرمانی اور اس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ سمجھ عطا فرمائے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(اصلاحی بیانات جلد ۲ ص: ۲۰۸، اصلاحی خطاب جلد ۵ ص: ۱۵۹)

جان بچی سو لاکھوں پائے

ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گزر ایک طبیب پر ہوا اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کو دوائی کے طور پر عرق گلاب اور تمر ہندی (املی کٹارے) تجویز کر رہا ہے اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے کر سکے؟ یہ جولاہا اپنی بیوی کے

پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرے لئے ایک بڑا عمامہ بناؤ اس نے کہا تو اس عمامہ کا کیا کرے گا اس نے کہا میں تو اب حکیم بنوں گا اس کی بیوی نے کہا تو ایسا مت کر لوگ تمہیں ماریں گے جب لوگوں کو تو جان سے مارے گا تو لوگ تمہیں ماریں گے اس نے کہا یہ میرا اٹل فیصلہ ہے (آخر کار بڑا پگڑا باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا) پہلے دن جا کر بیٹھا اور لوگوں کے لئے دوائیں تجویز کرنا شروع کر دیں اور کافی روپے کمائے اور کئی دن ایسے کرتا رہا پھر آ کر بیوی سے کہا کہ میں روزانہ ایک (جیسی) گولی بنا لیتا ہوں (اور ہر بیماری کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنے کما چکا ہوں، اس کی بیوی نے کہا کہ یہ کام چھوڑ دیں اس جولاہے نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گزر حکیم صاحب (کے مطب) کی طرف سے ہوا، اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو کہ سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے، اس ملکہ نے کہا کہ اس کو بلائیں، چنانچہ یہ حکیم تشریف لے آئے اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر دوسرے حکیم یہ سمجھ نہیں سکے تھے) اس جولاہے نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ؟ وہ لائی گئی اور مریض نے خوب کھائی اور تین چار دن تک ایسا ہی کیا تو ضعف جاتا رہا اور وہ اٹھ بیٹھی (پھر تو اس کی خوب واہ واہ ہوئی آہستہ آہستہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی بادشاہ نے اس کو بلا کر (بادشاہ) جس مرض میں مبتلا تھا اس کا اظہار کیا، اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوائیں کہہ دیں جس سے اس کو فائدہ پہنچا اور بادشاہ ٹھیک ہو گیا، اس کے بعد بادشاہ کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت آئی جو اس جولاہے کو جانتی تھی، انہوں نے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے۔ یہ کچھ نہیں جانتا، سلطان نے کہا کہ اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے، اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہیں کروں گا۔

انہوں نے کہا کہ ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے مسائل رکھتے ہیں

بادشاہ نے کہا ایسا کرلو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کرائے اس کے لئے اس جولا ہے نے کہا اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا تو تم جواب نہیں سمجھ سکو گے کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کہ طبیب ہو، لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کرلو) کیا تمہارے یہاں کوئی بڑا شفا خانہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہے پھر اس نے کہا کہ کیا اس میں ایسے بیمار ہوں گے جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں لوگوں نے کہا ہاں ہیں اس نے کہا کہ بس میں ان کا علاج کرتا ہوں تم دیکھتے رہ جاؤ گے کہ سب کے سب چند دن میں عافیت کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (اس علاج کے بعد) کیا میری قابلیت کے اظہار کے لئے کوئی دلیل اس سے بڑی ہوگئی؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں چنانچہ سب شفا خانہ کے دروازے پر پہنچے، اس نے لوگوں سے کہا کہ تم سب یہاں بیٹھو ، میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے۔

اس کے ساتھ صرف ایک شفا خانہ کا افسر تھا اور اندر داخل ہوگئے، اس جولا ہے نے اس افسر سے کہا کہ جو کچھ میں عمل کروں تو نے کسی کے سامنے کچھ نہیں کہنا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کیا تو میں تجھے پھانسی دلاؤں گا اگر تو خاموش رہا تو میں تجھے مالا مال کردوں گا اس افسر نے کہا کہ میں خاموش رہوں گا اور افسر سے حلف بالطلاق دلایا، پھر اس سے پوچھا کہ تیرے پاس شفا خانہ میں تیل موجود ہے؟ اس نے کہا ہاں! کہا کہ لیکر آؤ وہ بہت سا تیل لیکر آیا، اس جولا ہے نے تمام تیل ایک بڑی دیگ میں ڈالا اور اس کے نیچے آگ جلائی جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی، اس میں سے ایک مریض سے کہا کہ تیری بیماری صرف اسی سے دفع ہوسکتی ہے تو اس دیگ میں بیٹھ جائے، مریض اللہ کو یاد کرنے لگا، اے اللہ تو ہی مددگار ہے۔

حکیم جی نے کہا تجھے یہ تو کرنا ہی پڑے گا اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہوچکی تھی بس معمولی سا سر میں درد تھا حکیم جی نے کہا کہ پھر تو یہاں کیا کررہا ہے جب اچھا ہوگیا ہے تو تجھے جانا چاہئے تھا اس مریض نے کہا بس یونہی کوئی خاص وجہ نہیں تھی حکیم نے کہا تو

چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں تندرست ہوگیا، وہ یہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہتا گیا کہ میں شفایاب ہوگیا ان صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کا نمبر آیا، اس سے بھی ایسا ہی کیا گیا کہ تیری بیماری صرف اسی طرح دور ہوسکتی ہے کہ تو اس دیگ میں بیٹھ جائے، اس نے کہا اللہ اللہ ! جی میں تو تندرست ہوگیا ہوں حکیم صاحب نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے اس نے کہا کہ میں تو آج شام کو واپسی کا ارادہ رکھتا ہوں، حکیم جی نے کہا کہ اگر تجھے شفا ہوچکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہوگیا ہوں اب یہ بھی نکل کر بھاگا، اور لوگوں سے کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہوچکی ہے یہ حال سب کا ہوا یہاں تک کہ سب حکیم کا شکر ادا کرتے ہوئے رخصت ہوگئے اور بھاگتے چلے گئے (جان بچی سو لاکھوں پائے)۔ اور حکیم کی شہرت ہوگئی اور مخالفین شرمندہ ہوئے۔

(لطائف علیہ، ص:۱۶۰)

ہارون الرشید کا سوال بہلول کا جواب (جواب لاجواب)

کہتے ہیں کہ ایک دن بہلول ہارون الرشید کے پاس آیا خلیفہ نے بہلول سے سوال کیا، اگر کوئی انگور کھائے تو کیا حرام ہے؟ بہلول نے جواب دیا نہیں خلیفہ نے پوچھا، اگر انگور کھانے کے بعد اس پر پانی پی لیا جائے تو کیسا ہے؟ بہلول نے جواب دیا پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں، خلیفہ نے کہا اگر مدت تک اس انگور اور پانی کو دھوپ میں رکھا رہنے دیں تو حرام کیسے ہوجاتا ہے؟ بہلول نے جواب دیا اگر آدمی کے سر پر تھوڑی سے مٹی ڈال دی جائے تو کیا اس سے کوئی نقصان پہنچے گا خلیفہ نے جواب دیا نہیں بہلول نے پوچھا کہ اس کے بعد اس کے سر پر تھوڑا سا پانی ڈال دیا جائے تو کوئی نقصان پہنچے گا؟ خلیفہ نے کہا نہیں بہلول نے کہا اگر اس مٹی اور پانی کو ملا کر رکھ دیں اور ایک اینٹ بنالیں اور انسان کے سر پر ماریں تو اسے کوئی اذیت پہنچے گی؟ خلیفہ نے کہا بے شک اینٹ

انسان کا سر پھاڑ دے گی، بہلول نے کہا جس طرح مٹی اور پانی مل کر انسان کا سر پھوڑ دیتی ہے اور اسے چوٹ پہنچا دیتی ہے تو اسی طرح انگور اور پانی مل کر یہی چیز نقصان دہ بن جاتی ہے جسے شریعت نے حرام اور ناپاک ٹھہرایا ہے اس کے پینے سے انسان پر بہت سی مصیبتیں آتی ہیں اور اس کے پینے والے پر سزا واجب ہو جاتی ہے، خلیفہ ہارون الرشید بہلول کے جواب پر دنگ رہ گیا۔

(ضرب مؤمن ۱۵ تا ۲۱ جنوری ۲۰۰۵ ص: ۵)

پانچ سو عورتیں ایک ہی روز میں مریں

فرقد سبخی کو کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر ہے جو تمہیں پہنچی ہو تو ہمیں بتاؤ؟ جواب دیا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ بیت المقدس میں پانچ سو باکرہ عورتیں آئیں جن کا لباس کمل اور ٹاٹ کا تھا، اور خدا کے ثواب اور عذاب کا آپس میں ذکر کیا، اور سب کے سب (یعنی پانچ سو کی پانچ سو) ایک ہی روز میں مر گئیں۔

(قصص الاولیا، مولف مولانا ابی محمد عبداللہ بن اسعد یمنی مترجم مولانا اشرف علی صاحبؒ و مولانا ظفر احمد تھانویؒ، ص: ۶۰۷ حکایت ۴۱۲)

شکار کرنے چلی تھی خود ہی شکار ہو گئی

بعض سلف سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ ایک قوم میں ایک خوبصورت عورت تھی جو حسن میں لاثانی تھی اس سے کہا گیا کہ وہ ربیع ابن خثیم کو چھیڑے شاید کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے اور اس فعل کی ہزار درہم اجرت دیے جائیں گے، چنانچہ اس عورت نے حتی المقدور عمدہ لباس اور زیورات سے سج کر (آراستہ ہو کر) نہایت عمدہ خوشبو لگائی جب خثیم نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو اس کے سامنے وہ عورت آ گئی، حضرت اس کو دیکھ کر گھبرا گئے وہ کھلے منہ (بغیر پردہ کے) آپ کے سامنے آ گئی اس وقت حضرت نے فرمایا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے بخار آئے گا اس سے تیرا رنگ متغیر ہو جائے گا

اور رونق تیری اڑ جائے گی اور تجھ پر موت کا فرشتہ نازل ہوکر تیری روح نکال لے گا، یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑی، قسم ہے اللہ کی جب اسے افاقہ (ہوش آیا) ہوا تو وہ توبہ کرنے کے بعد ایسی عبادت گزار بن گئی کہ جس دن وہ مری تو خشک درخت کی طرح تھی۔

(ایضاً حکایت نمبر ۳۵۳ص: ۳۲۹)

ایک اللہ والے کی قبر میں قرآن کی تلاوت

عابدوں میں سے ایک شخص زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھا صالحین میں سے ایک اور شخص تھا اس نے ان کو دریافت کیا تو لوگوں نے کہا ان (زاہد بدوی) کی وفات ہوگئی ہے صالح کہتا ہے کہ قبر کھودنے والے نے مجھ سے کہا کہ جب میں نے بدوی کے واسطے قبر کھودی اور لحد کے برابر کرنے کے واسطے میں اندر گیا تو ایک اینٹ برابر والی قبر کی گر پڑی تو میں نے اس قبر میں دیکھا تو اس میں ایک شخص نہایت چمکتے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے اور صاف ستھرے حرفوں والے قرآن شریف کو گود میں رکھے ہوئے تلاوت کر رہا اس نے مجھے دیکھ کر اپنا سر اٹھایا اور کہا کیا قیامت قائم ہوگئی؟ خدا تجھ پر رحم کرے میں نے کہا نہیں فرمایا اینٹ کو اس کی جگہ پر لگا دو خدا تجھے عافیت دے میں نے اینٹ وہیں لگا دی۔

(ایضاً حکایت ۴۱۸،ص:۳۹۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سمندری قبہ میں موجود شخص سے ملاقات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ بن داؤد علیہ السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے جاؤ؟ ایک عجیب چیز دیکھو گے، حضرت سلیمانؑ اپنے لشکر (جن وانس) کے ساتھ سمندر کے کنارے پر تشریف لے گئے جب ساحل پر پہنچے تو دائیں، بائیں دیکھا تو

کچھ نہ تھا، آپ نے عفریت سے فرمایا کہ اس سمندر میں غوطہ لگاؤ اور وہاں کی حالت مجھے بتاؤ اس نے غوطہ مارا ایک ساعت کے بعد اوپر آیا اور عرض کیا اے اللہ کے نبیؑ میں نے اس ساحل پر اتنے غوطے لگائے ،مگر اس کی تہ تک نہ پہنچا اور نہ کوئی چیز مجھے نظر آئی آپ نے دوسرے عفریت سے فرمایا کہ غوطہ لگائے اس نے بھی غوطہ لگایا اور تھوڑی دیر بعد نکل کر وہی کہا جو پہلے عفریت نے کہا تھا اس نے پہلے والے سے دگنے غوطے لگائے تھے ،اس کے بعد آپ نے آصف ابن برخیا (جو بلقیس ملکہ سبا کا تخت لایا تھا) سے کہا جو کہ آپ کے وزیر تھے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ﴿**وقال الذی عندہ علم الکتاب**......﴾

یعنی کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا، مراد اس سے آصف بن برخیا ہیں۔ کہ سمندر کے اندر جا کر اندر کا حال بیان کرے، انہوں نے فوراً ایک سفید قوی قبہ حاضر کیا جس کے چار دروازے تھے اور تمام دروازوں میں سے ایک قطرہ بھی پانی کا داخل نہیں ہوا تھا حالانکہ وہ قبہ سمندر کی تہ میں تھا جس کا گہرائی اتنا گہرا تھا کہ عفریت نے اول جو غوطہ لگایا تھا اسی طرح آصف تین غوطہ نیچے ہی غوطے لگاتا تو تب تہہ تک پہنچا، آصف نے جب وہ قبہ حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ایک شخص خوبصورت نوجوان صاف شفاف کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا اور فرمایا کہ تجھے اس سمندر میں کس چیز نے پہنچایا۔

اس نے کہا اللہ کے نبی میرا باپ اپاہج تھا اور میری ماں نابینا تھیں میں نے اس کی ستر برس خدمت کی جب میری والدہ وفات پانے لگیں تو انہوں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کی عمر دراز کر تیری عبادت میں گزارنے کی توفیق عطا فرما جب باپ کی وفات کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا اے خدا اس سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ (اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے جو زمین و آسمان کا نہ ہو) چنانچہ جب

میں انہیں دفن کر کے اس ساحل کی طرف آیا تو مجھے یہ قبہ نظر آیا میں اس کی خوبصورتی کے ملاحظہ کے لئے اندر داخل ہوا تو اتنے میں ایک فرشتے نے کہا اس قبہ کو دریا میں اتاردو، حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو کس زمانے میں یہاں آیا تھا؟ اس نے کہا کہ حضرت ابراہیم کے زمانے میں آیا تھا حضرت سلیمانؑ نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا کہ وہ اس کے اندر دو ہزار سال گزار چکا ہے اور وہ بالکل جوان تھا، ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا آپ نے پھر دریافت کیا کہ تم اس سمندر کے اندر کھاتے کہاں سے ہو؟

کہا کہ میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد چیز لاتا ہے جو آدمی کے سر کے برابر ہوتی ہے اور میں اسے کھاتا ہوں مجھے اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزا آتا ہے اور اس سے بھوک پیاس میری جاتی رہتی ہے اور گرمی سردی اور نیند سستی اور اونگھ ،وحشت سب کا سب اس سے دور ہو جاتا ہے حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ تم کیا یہ چاہتے ہو کہ ہمارے ساتھ چلو؟ ہم تمہیں اپنی جگہ پہنچادیں؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے اپنی جگہ پر پہنچادیں، چنانچہ حضرت سلیمانؑ نے آصف سے فرمایا کہ انہیں اپنی جگہ پر پہنچادو چنانچہ آصف نے اس سفید قبہ کو اپنی جگہ پر رکھ دیا، حضرت سلیمانؑ نے لوگوں کو متوجہ ہو کر فرمایا کہ دیکھو ماں باپ کی (عظمت بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہے کہ اس) کی دعائیں کیسے مقبول ہوئی خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے حقوق الوالدین کو پورا کرو، اے اللہ ہمیں بھی والدین کی خدمت کی توفیق عطاء فرمائے آمین ثم آمین۔

(قصص الاولیاء حکایت: ۲۶۳۔ص: ۲۵۸)

ہرنی نے ایک بے سہارا بچی کو اپنا دودھ پلانے کا واقعہ

حضرت ابو جعفر عانیؒ سے مروی ہے کہ ہم اپنے بعض صوفی بھائیوں کے ساتھ دینور میں ٹھہرے چند لوگ ... کچھ اسباب (جہیز وغیرہ) خریدنے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اگر تمہیں معلوم ہو ... یہ اسباب کس کے لئے خریدا جا رہا ہے تو تو جلدی دلوا

دیتا میں نے کہا کہ اس کا قصہ بیان کرو؟ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہماری قوم کا سردار ہے ان کی ایک بیوی ہے جس سے کئی لڑکیاں پیدا ہوئیں انہوں نے ایک حمل میں کہا کہ اگر تو اس مرتبہ بھی لڑکی جنے گی تو تجھے طلاق ہے، اتفاقاً سے ہم لوگوں نے گرمی کے موسم میں مراغہ کی جانب سفر کیا، ایک دن ہم سفر میں چل رہے تھے کہ اس کو پیٹ میں (بچہ ہونے والا) درد شروع ہوا وہ عورت راستہ سے ہٹ کر دور پانی پر گئی گویا کہ وضو کرنا چاہتی ہے وہیں اس کی لڑکی پیدا ہو گئی اس عورت نے وہیں اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک پہاڑ کے غار کے پاس رکھ چھوڑا (اور واپس آ گئی) اور کہا کہ وہ حمل نہ تھا بلکہ صرف ہوا تھی اور وہ نکل گئی۔ ہم وہاں سے چلے گئے اور چھ ماہ تک غائب رہے چھ ماہ کے بعد جب اس کے پاس پہنچے (تو یہ عورت پانی کے بہانے سے اس غار کے پاس گئی جہاں لڑکی رکھی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک ہرنی کھڑی ہے اور اس بچی کو دودھ پلا رہی ہے ہرنی نے جب عورت کو دیکھا تو وہ بھاگ گئی اور عورت اس کے پاس پہنچی اور اسے اٹھالیا تو عورت رونے لگی جب عورت اس کو چھوڑ کر ہٹ گئی تو ہرنی آئی اور دودھ پلانے لگی اور عورت خاموشی سے اپنے قافلہ والوں کے ساتھ مل گئی اور قافلہ والوں کو اس واقعہ کی خبر دی اس کے شوہر نے بھی سنا چنانچہ سارے قبیلہ کے معزز لوگ جمع ہو کر اس غار کے پاس گئے دیکھا تو ہرنی (اسی طرح) بچے کو دودھ پلا رہی تھی ان کی آہٹ سن کر ہرنی بھاگ گئی لوگوں سے بچی مانوس ہوئی اور لوگ اسے اپنے ساتھ لے کر چل دیئے اور وہ ہرنی دور سے کھڑی دیکھ رہی تھی حتیٰ کہ ہم نے وہاں سے سفر کرنے کے ارادہ کیا اور یہ سامان وغیرہ اسی بچی کے جہیز کے لئے خریدا جارہا ہے اب اس بچی کے باپ نے اس کا ایک نیک آدمی سے نکاح کر دیا ہے، پاک ہے اللہ جو مخلوق پر لطف کرتا ہے اور وہ ہر ایک کی خبر رکھتا ہے وہ بڑی قدرت اور بڑے احسان والا ہے بے شک۔

(ایضاً حکایت ۳۹۳، ص: ۳۶۵)

تم اچھے ہو یا میرا کتا؟

تاتاری جب بغداد کی سلطنت پر غالب آگئے تو ان کے اندر احساس برتری پیدا ہوگئی اپنے آپ کو مسلمانوں سے بھی بہت اونچا سمجھنے لگے ایک تاتاری شہزادہ ایک بار گھوڑے پر سوار ہوکر شکار دیکھنے جارہا تھا اس کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا راستے میں ایک مسلمان بزرگ ملے، اس نے مسلمان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا تم اچھے ہو یا میرا کتا، مسلمان بزرگ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوا تو میں اچھا ورنہ تمہارا کتا اچھا ہے، یہ جملہ اس وقت اتنا موثر ثابت ہوا کہ تاتاری شہزادہ کا دل ہل گیا وہ اس ایمان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا جس پر آدمی کا خاتمہ نہ ہو تو کتے سے بدتر ہو جاتا ہے اس بات کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شہزادہ مسلمان ہو گیا۔

(خزینہ از مولانا اسلم شیخوپوری ص ۱۲۷)

ملک الموت کا صدمہ وافسوس اور شداد کی جنت

کہتے ہیں کہ ملک الموت نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی اے مولائے کریم میں نے کروڑوں لوگوں کی جانیں قبض کی ہیں مگر دو جانیں ایسی ہیں کہ جنہیں قبض کرتے وقت مجھے بڑا ہی صدمہ اور افسوس ہوا ہے، میں نے تیرے حکم کی تکمیل ضرور کی مگر نہایت ہی دکھ کے ساتھ اور وہ دو ایک ماں اور ایک بیٹا تھے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک جہاز غرق ہو گیا تھا اور ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ ایک تختے کا سہارا لینے میں کامیاب ہوگئی تختہ دریا میں بہہ رہا تھا اور ماں اور بیٹا اس پر سوار تھے، اے مولا کریم اچانک تیرا حکم ہوا اور میں نے ماں کی جان اس تختہ پر نکال لی، میرے لئے پریشان کن بات یہ تھی کہ ماں مر چکی ہے اب بچے کا کیا حشر ہوگا؟ بچہ ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر سوار ہے اور تختہ ہر آن پانی کی لہروں کے تھپیڑے کھا رہا ہے، جو کسی وقت بھی کسی تیز لہر کی زد میں آکر الٹ سکتا ہے بچے کے لئے نہ

خوراک کا انتظام ہے، نہ کسی نگران کا ندوابست ہے۔

دریا کے کنارے دھوبی کپڑے دھورہے تھے اچانک کسی کی اس بچے پر نظر پڑی تو تخت کو کھینچ کر لائے بڑے حیران ہوئے کہ ماں مرچکی ہے بچہ بے یار و مددگار تختے پہ زندہ وسلامت موجود ہے وہ لوگ اس بچے کو اپنے سردار کے پاس لے گئے سردار بے چارہ بے اولاد تھا سراو خوبصورت بچہ دیکھ کر اس پر اس کا دل آگیا، اور سردار نے بچے کو اپنی نگرانی میں لیکر اسے اپنا بیٹا بنالیا یہ بچہ آٹھ نو سال کی عمر کا تھا کہ اپنے ساتھی بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اتنے میں بادشاہ وقت کی سواری کی آمد کا شور اٹھا سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے مگر یہ بچہ سڑک پر اکیلا کھڑا رہا، بادشاہ کی سواری گزر گئی اس کے پیچھے اس کا عملہ پیدل آرہا تھا ان میں سے ایک سپاہی کو راستے میں سے سرمہ کی ایک پڑیا مل گئی اتفاق سے اس بچے کی نظر بہت کمزور تھی اور سرمہ کی اسے بہت ضرورت بھی تھی، لہذا اس نے وہ سرمہ بحفاظت اپنے پاس رکھ لیا، آنکھوں میں لگانے سے پہلے اسے خیال آیا کہ یہ سرمہ کوئی تکلیف نہ پہنچائے، لگانے سے پہلے کسی دوسرے شخص پر آزمالینا چاہئے، قریب ہی وہ بچہ کھڑا تھا اس نے اس بچہ پر آزمانا چاہا بچے نے سرمہ اپنی آنکھوں میں لگالیا، مگر جوں ہی سرمہ اس نے لگایا اسے زمین کی تہہ میں موجود چیزیں بھی نظر آنے لگیں، اس نے دیکھا کہ زمین کے اندر بہت سے خزانے پوشیدہ ہیں، بچہ ہوشیار تھا اس نے چیخنا چلانا شروع کردیا کہ سرمہ لگانے کی وجہ سے میری آنکھوں میں سخت تکلیف پیدا ہوگئی، (وہ سرمے کی پڑیا پھینک کر چلے گئے) بچہ سرمہ کی پڑیا اٹھا کر گھر پہنچا، اور خوشی خوشی باپ کو سارا واقعہ سنایا سردار بڑا خوش ہوا، باپ نے کہا کہ ہمارے پاس آدمی بھی ہیں اور گدھے بھی ہیں تم سرمہ لگاؤ، ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں جہاں کہیں خزانے پاؤ، ہمیں بتاؤ ہم نکال لیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا بچے کے بتانے پر وہ لوگ خزانے نکالنے لگے اور تھوڑے ہی عرصے میں امیر بن گئے بچہ جوان ہوا تو اس نے بڑے بڑے نکالنے شروع کئے، ان کے پاس دولت کی فراوانی ہوگئی زمین کے تمام خزانے اس کے نظروں

میں تھے اس نے آہستہ آہستہ بہت سے آدمی اپنے ساتھ ملا لئے اس کے بعد تمام سرداروں کو ادھر ادھر کر دیا اور خود سردار بن گیا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس نے بادشاہ کے ساتھ بھی ٹکر لے لی اور اسے مغلوب کر کے خود بادشاہ بن گیا۔

اس بچہ کا نام شداد تھا اور یہ وہی بچہ تھا جس کی ماں تختے پر ہی مر گئی تھی اور یہ اکیلا دریا کی لہروں کے ساتھ بہہ رہا تھا کہتے ہیں کہ جب یہ برسر اقتدار آیا تو اس نے حکم دیا کہ ایک ایسا کمال درجے کا شہر آباد کیا جائے، جس کی ایک اینٹ سونے کی ہو اور دوسری چاندی کی ہو، اس میں ایک عالی شان باغ ہو جس میں دنیا کی ہر چیز میسر ہو جب وہ شہر ہر لحاظ سے مکمل ہو گیا تو شداد نے ارادہ کیا کہ جا کر اس شہر کا نظارہ کیا جائے چنانچہ وہ شہر کو دیکھنے نکلا ابھی وہ دروازے تک ہی پہنچا تھا، کہ ملک الموت کو حکم ہوا اور اس نے وہیں اس کی روح قبض کر لی، اسے اتنا موقع بھی نہ دیا کہ اپنے بے مثال باغ کو ایک نظر دیکھ سکتا ، ملک الموت نے کہا کہ اے مولائے کریم اس شخص کی روح قبض کرتے وقت بھی مجھے نہایت ہی صدمہ پہنچا کہ وہ شخص ہر چیز تیار کر کے اسے دیکھ بھی نہ سکا، اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ وہی بچہ ہے جس کی ماں تختہ پر مر گئی تھی اور اس پر تجھے ترس آیا تھا اس بچے نے بڑے ہو کر نافرمانی کی خدا کے حکم سے بغاوت کی اور سرکشی اختیار کی مگر ہم نے اسے خود ساختہ جنت میں قدم رکھنے کی مہلت بھی نہ دی اور اسے باہر ہی ہلاک کر دیا اسی جنت کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ دنیا میں موجود ہے مگر انسان کی نظروں سے اوجھل ہے امیر معاویہؓ کے زمانے میں ایک صحابیؓ کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اونٹ کی تلاش میں کہیں اس علاقے میں جا نکلا تو اللہ تعالٰی نے اسے وہ سب کچھ دکھلا دیا تھا، وہ صحابی وہاں کی کوئی نشانی بھی ساتھ لایا تھا، اس صحابی نے یہ واقعہ امیر معاویہؓ کے پاس بیان کیا، انہوں نے کافی تلاش کرایا مگر کسی کو وہ جنت نہیں ملی اور اسے اللہ تعالٰی نے پوشیدہ کر دیا۔

(خزینہ ص: ۱۴۳)

محمد کے نام کا احترام

سلطان محمود غزنوی پر اپنے تقوی اور کسر نفسی کی وجہ سے حب رسول کا بڑا غلبہ رہا وہ اپنی زبان پر رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک لانے میں حد درجہ احترام کرتا تھا اس کا ایک خاص خادم تھا اس کا نام محمد تھا وہ اس کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا کرتا تھا، ایک روز سلطان نے اس کو تاج الدین کہہ کر پکارا وہ آیا، اور شاہی حکم کی تعمیل کر کے گھر چلا گیا، وہ خادم تین دن تک سلطان کی خدمت میں حاضر نہ ہوا سلطان نے اس کو گھر سے بلوایا اور اس سے غیر حاضری کا سبب دریافت کیا تو اس نے عرض کیا کہ آقا مجھے ہمیشہ محمد کے نام سے پکارتے تھے اس روز خلاف عادت مجھے تاج الدین کے نام سے پکارا گیا تو میں سمجھا کہ مجھ سے کوئی بدگمانی ہوگئی ہے اس لئے میں نے اپنی صورت نہیں دکھائی، اور یہ تین روز بڑی بے چینی اور بے قراری سے گزارے، سلطان نے اس کو یہ کہہ کر اطمینان دلایا کہ میں نے تم سے بدگمانی نہیں رکھی بلکہ جب میں نے تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا تھا تو اس وقت میں بے وضو تھا مجھے شرم آئی کہ محمد کا نام بے وضو لوں۔

(تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۴۷)

ہم دونوں میں بڑا سخی کون ہے؟

معن بن زائدہ کا بیان ہے کہ ایک زمانے میں خلیفہ منصور مجھ سے بڑا ناراض تھا لہٰذا میں اس کا سامنا کرنے سے کتراتا تھا، منصور نے میری گرفتاری کے لئے انعام بھی مقرر کر دیا میں گھبرا کے اپنا بھیس بدل کر ایک اونٹ پر سوار ہوا، اور بادیہ کی طرف چلا تا کہ وہاں روپوش ہو جاؤں، چلتے چلتے میں جب بغداد کے محلے باب حرب میں پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص تلوار حمائل کئے ہوئے میرا تعاقب کر رہا ہے میں نے تیزی سے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر وہ شخص میرے سامنے آ گیا، اس نے جھٹ میرے اونٹ کی نکیل پکڑ کر اسے زمین پر بٹھا دیا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا میں نے اجنبی بنتے

ہوئے کہا کیا بات ہے؟ وہ بولا تمہیں نہیں معلوم امیر المومنین کو تمہاری تلاش ہے میں نے کہا ہاں اور تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے، میری حیثیت ہی کیا بھلا امیر المومنین مجھے کیوں تلاش کرائیں گے وہ کہنے لگا کیا تم معن بن زائدہ نہیں ہو؟ میں نے کہا ہرگز نہیں کہاں میں اور کہاں معن بن زائدہ وہ ہنسا تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے میں تمہیں خوب اچھی طرح پہچانتا ہوں جتنا تم اپنے آپ کو پہچانتے ہو، اس کی باتوں سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص پیچھا نہیں چھوڑنے والا ہے میں نے اس سے کہا کہ دیکھو یہ جواہر کی ایک قیمتی مالا ہے اس کی قیمت امیر المومنین کے انعام سے بہت زیادہ ہے اسے تم لے لو اور مفت میں میرا خون اپنے سر نہ لو، میں نے مالا اس کو تھما دی وہ کچھ دیر تک مالا کا جائزہ لیتا رہا پھر کہنے لگا اس کی قیمت کے متعلق تمہاری بات قطعاً (صحیح ہے لیکن) تمہیں میری ایک بات کا جواب دینا پڑے گا اس نے سوال کیا کہ بہت لوگ تمہاری سخاوت اور فیاضی کی تعریف کرتے ہیں مجھے بتاؤ کیا تم نے یہ ہار دیکر مجھے اپنی ساری دولت بخشدی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں اس نے پوچھا اچھا تو کیا ایک تہائی بھی نہیں؟ جواب دیا ایک تہائی بھی نہیں اس نے پوچھا اچھا تو کیا دسواں حصہ؟ میں نے جواب دیا ہاں دسواں حصہ سمجھ لو کہنے لگا یہ تو بڑی بات نہیں ہے خلیفہ منصور ہر مہینے مجھے صرف بیس درہم تنخواہ دیتا ہے اور اس ہار کی قیمت لاکھوں درہم ہے لیکن تم اپنے مقابلے میں میری سخاوت دیکھو یہ ہار میں تمہیں بخشتا ہوں تاکہ دنیا سمجھ لے کہ ہم دونوں میں سے زیادہ سخی کون ہے اس نے مالا میری طرف اچھال کر اونٹ کی نکیل چھوڑ دی اور جانے لگا میں نے (اس کی بات) سے جل کر کہا اس توہین وذلت کے مقابلے میں قتل ہی ہو جاتا بہتر ہے تم نے جو کچھ دیا ہے وہ لے لو، اور مجھے گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کر دو وہ ہنسا اور کہا کہ تم مجھ سے زیادہ فیاض بن کر مجھے جھٹلانا چاہتے ہو لہٰذا میں یہ ہار ہرگز نہیں لوں گا اور یہ کہہ کر وہ فوراً چلا گیا۔

(خزینہ ص:۱۲۱)

کیا میری شکل واقعی اعظم طارق جیسی ہے؟

اس قسم کا ایک واقعہ بانی ملت اسلامیہ مولانا اعظم طارق شہیدؒ کے ساتھ بھی پیش آیا فروری ۱۹۹۵ء کا واقعہ ہے حکومت پاکستان کی طرف سے مولانا کو کروڑوں روپے کی لالچ دی گئی تو مولانا نے پیسوں کو ٹھکراتے ہوئے کہا کہ میں نہ تو تمہاری لالچ میں آکر نسوانی حکومت سے تعاون کروں گا نہ کم ازکم مخالفت کروں گا اور میں اس سے دست بردار ہوتا ہوں اور نہ ہی گرفتاری کے اعلان سے خوف زدہ ہوکر اپنے مشن و موقف سے پیچھے ہٹوں گا چنانچہ مولانا نے جھنگ میں ۲۲ فروری ۱۹۹۵ء کو اعلان کر کے روپوشی اختیار کر لی جو کہ چار مہینے تک جاری رہی، پولیس گرفتاری میں ہر بار ناکام رہی۔ چنانچہ اس روپوشی کے ایام میں یہ واقعہ پیش آیا۔

جب مولانا نے جہانیاں (صوبہ پنجاب) سے بس پر ٹوبہ ٹیک سنگھ کی طرف خفیہ سفر کیا اور بس چیچہ وطنی سے آگے گزر چکی تھی کہ مولانا نے محسوس کیا کہ ایک شخص بڑے غور وفکر سے مجھے دیکھ رہا ہے پھر کچھ ہی دیر کے بعد وہ شخص اپنی سیٹ سے اٹھ کر مولانا کے پاس والی سیٹ پر آگیا اور مصافحہ کیا اور سوال کیا کہ کیا آپ مولانا اعظم طارق ہیں؟ مولانا نے اپنے آپ کو قابو پاتے ہوئے فوراً اس سے سوال کر دیا کہ کیا واقعی آپ کو میری شکل مولانا اعظم طارق جیسی لگتی ہے؟ اس شخص نے کہا جی ہاں بالکل ہو بہو آپ مولانا اعظم طارق کی طرح ہیں مولانا نے برجستہ جواب دیا "پہلے بھی کئی لوگوں نے مجھے اس طرح مولانا اعظم طارق ہی کہا ہے اللہ کی قدرت ہے کہ کئی لوگوں کی شکلیں وصورتیں کئی لوگوں سے بہت مشابہ ہوتی ہیں اور وہ شخص مولانا کو جی ہاں کہتے ہوئے واپس اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ (میرا جرم کیا ہے؟ از مولانا اعظم طارق۔ تذکرہ مثالی شہداء)

شہید اور شہید کی ماں

شہانِ چک عقائد کے لحاظ سے شیعہ تھے ان کے ۳۳ سالہ عہد حکومت میں

اہلسنت والجماعت پر سخت مظالم ڈھائے گئے، یعقوب شاہ چک آخری بادشاہ چکان کے زمانے کا واقعہ ہے بادشاہ اور وزیر (محمد بٹ) دونوں اہلسنت کی بربادی کے ملزم اور درپے تھے، جامع مسجد کی تجدید و مرمت کے لئے قاضی موسیٰ نے مسلمانوں کو جمع کر کے ایک تحریک چلائی، یہ قاضی کشمیر کے قاضی القضاء تھے اور علوم وفنون میں ماہر تھے (حکومت چونکہ شیعہ کی تھی) حکومت کو یہ بات ناگوار گزری اور مختلف طریقوں سے تحریک کی مخالفت کی اور قاضی پر ناراضگی کا اظہار کیا مگر قاضی صاحب اپنے ارادے سے نہ ہٹے، آخر حکومت نے قاضی صاحب کو حکم دیا کہ وہ اس امر کا فتویٰ لکھ کر دے کہ مؤذن لوگ اذان کے ساتھ کلمہ ''علی ولی اللہ'' شامل کر کے پڑھا کریں (تو ہم اجازت دیں گے) قاضی صاحب نے اس قسم کا فتویٰ لکھنے سے انکار کر دیا، دربار کی نظروں میں یہ حق گوئی وجسارت صادقہ بہت بڑا جرم تھا، آخر قاضی موسیٰ ایک باغی کے ساتھ رابطہ رکھنے کے مصنوعی جرم میں برسر دربار شہید کر دیئے گئے، وزیر اور بادشاہ کا کلیجہ اسی پر ٹھنڈا نہ ہوا، اور انہوں نے شہید اسلام کی لاش کو ہاتھی کی دم سے باندھ کر پورے شہر میں پھرائی گئی جب لاش اس کے گھر پہنچی تو جانتے ہو اس کی دردرسیدہ اور زخم خوردہ شیر دل ماں نے بیٹے کا یہ حال دیکھ کر کیا کہا ہوگا؟ نہ وہ روئی نہ چلائی اور نہ سر میں خاک ڈالی بلکہ اس نے اپنے عقل مند بیٹے کی ننگی لاش کو اپنے دوپٹے سے ڈھانپ کر کہا، الحمد اللہ میرا بیٹا عالم باعمل نکلا، اس نے دین بیچنے کے لئے نہیں پڑھا تھا بلکہ حق وباطل میں فرق رکھنے کے لئے پڑھا تھا، میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں کہ یہ خدا کی راہ میں شہید ہوا ہے اور میں شہید کی ماں بن گئی ہوں۔ (خزینہ ص:۱۱۵)

دنیا میں زندہ شخص کو عذاب قبر

چند سال قبل ایک جماعت مانسہرہ سے آگے ایک چھوٹے سے قصبے میں گئی اس جماعت میں ایک شخص ڈاکٹر نور محمد تھا ان کا بیان ہے کہ مسجد سے باہر ادھر ادھر کافی لوگ

فارغ بیٹھے تھے ہم لوگ ان کے پاس گئے اور مسجد میں آنے کی دعوت دی تا کہ وہ تعلیم میں شریک ہو سکیں کچھ لوگ ہمارے ساتھ مسجد میں آنے پر تیار ہو گئے، ایک صاحب نے کہا کہ میں نماز کے وقت آؤں گا اور نماز کے بعد عذاب قبر کا ایک واقعہ آپ لوگوں کو سناؤں گا، چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد یہ شخص ہمارے پاس بیٹھ گیا اپنا تعارف کروایا کہ وہ ریٹائرڈ فوجی نوجوان تھا۔

اس فوجی کا بیان ہے کہ: 1965ء کی پاک و ہند جنگ میں ایک قبرستان میں اسلحے کا ایک عارضی ذخیرہ (کیمپ) بنایا گیا تھا اور کچھ نوجوان کے ساتھ اس فوجی کی ڈیوٹی تھی دن کا وقت تھا اور کوئی خاص کام نہیں تھا، چنانچہ اس نے قبرستان میں گھومنا شروع کر دیا اس کا گزر ایک پرانی قبر کے پاس سے ہوا تو یوں محسوس ہوا جیسے قبر کے اندر سے ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز آ رہی ہیں اس فوجی جوان نے بتایا کہ میں نے بندوق کے بٹ کے ساتھ قبر کی اینٹیں ہٹائیں تا کہ دیکھوں کہ یہ آواز کیسی ہے؟ جیسے جیسے میں مٹی ہٹاتا گیا آواز اور تیز ہوتی گئی اور میری دلچسپی اور خوف بھی بڑھتا گیا دن کا وقت تھا روشنی خوب پھیلی ہوئی تھی کیا دیکھتا ہوں کہ قبر کے اندر انسانی ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے اور اس پر چوہے کی شکل کا ایک جانور بیٹھا ہوا ہے اور جب وہ منہ اس ڈھانچہ پر مارتا ہے تو سارا ڈھانچہ اکڑ جاتا ہے اور ہڈیوں کے ٹوٹنے اور چیخنے کی آواز آتی ہے میرے سامنے اس جانور نے تین مرتبہ اپنا منہ ہڈی پر مارا، مجھے بہت ترس آیا کہ یہ جانور اس کو بہت تکلیف پہنچا رہا ہے، چنانچہ رائفل سے جب میں نے اس جانور کو مارنے کا ارادہ کیا تو وہ مٹی میں چھپ گیا، تھوڑی دیر کے بعد وہ جانور قبر سے نکل کر میری طرف لپکا اور میرے اوپر ایسی دہشت سے سوار ہوا کہ میں اسے مارنا بھول کر اپنی جان بچانے کی خاطر بھاگ کھڑا ہوا کافی دور جانے کے بعد میں نے مڑ کر دیکھا کہ وہ جانور میرے پیچھے تیزی سے بھاگا آ رہا تھا، قریب ہی پانی کا ایک گڑھا تھا اس جانور سے بچنے کے لئے میں اس جوہڑ یعنی گڑھے میں داخل ہو گیا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ جانور جوہڑ کے کنارے پر آ کر رک گیا

اور قدرے توقف کے بعد اس نے اپنا منہ پانی میں ڈال دیا یک دم پانی کھولنے لگا میں بھاگ کر جو ہڑ سے نکلا میری ٹانگیں جل رہی تھیں بہت جلد سرخ ہو چکی تھیں اور آبلے (جلے ہوئے پانی والے پھوڑے) بھی پڑ چکے تھے درد کی شدت سے میرا چلنا محال تھا میں نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی، تو جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچھ نہ تھا بلکہ وہ جانور غائب ہو چکا تھا؛ چنانچہ مجھے ایبٹ آباد کے ہسپتال میں داخل کروایا گیا اور پھر وہاں سے راولپنڈی کے بڑے فوجی ہسپتال (G.M.H) میں منتقل کر دیا گیا۔

میری ٹانگوں کا گوشت گلنا شروع ہو گیا اور ہر وقت بدبودار پیپ اور خون رستا رہتا ہے کسی علاج سے افاقہ نہیں ہوا مجھے علاج کے لئے امریکہ بھجوایا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوائی لگائی اور گوشت جاتا رہا، اس وقت دونوں ٹانگوں کی صرف ہڈیاں بچ گئیں ہیں گوشت آہستہ آہستہ گل کر علیحدہ ہوتا جا رہا ہے اور ہر وقت مردے کی سی بدبو آتی رہتی ہے پھر اس شخص نے ہمیں اپنی دونوں ٹانگیں دکھائیں جن پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں (اللہ معاف فرمائے اللہ تعالیٰ ہمیں قبر اور جہنم عذاب سے محفوظ رکھے آمین)

(خزینہ ص:۱۷۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے مخلوقات کی ضیافت

شیخ عبدالرحمن بن سلام المقری نے کتاب العقائد میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب دیکھا کہ اللہ نے ان کے لئے دنیا کو وسیع کر دیا اور دنیا اس کے ہاتھ میں ہو گئی تو کہنے لگے اے میرے معبود! اگر مجھے اجازت دیں کہ میں تیری تمام مخلوقات کو پورے سال کھلاؤں، (تو بہتر ہوتا) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ تو اس پر ہرگز قدرت نہیں رکھتا، پھر درخواست کی یا الٰہی! ایک ہفتہ تو جواب ملا اس پر بھی قدرت نہیں رکھتا پھر درخواست کی یا الٰہی ایک دن فرمایا اس کی بھی قدرت نہیں رکھتا بہرحال اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک دن کی اجازت دے دی تو حضرت سلیمانؑ نے تمام جنات

اور انسانوں کو حکم دیا کہ وہ تمام کے تمام ان چیزوں کو جو (زمین پر حلال ہیں) یعنی گائے، بیل بکریاں، دنبے وغیرہ اور ان تمام چیزوں کو جو جنس حیوان میں سے ہیں یعنی پرندے وغیرہ جب جن وانس نے ان چیزوں کو جمع کر لیا تو اس کے لئے بڑی بڑی دیگیں تیار کی گئیں، پھر ان جانوروں کو ذبح کیا گیا اور ان کو پکایا گیا اور ہوا کو حکم دیا گیا کہ کھانے پر چلے تا کہ خراب نہ ہو پھر کھانوں کو جنگل میں پھیلا دیا گیا اس کا طول ایک مہینے کی مسافت کے برابر تھا اور اس کا عرض بھی اتنا ہی تھا پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے پاس وحی بھیجی اے سلیمانؑ تو مخلوقات میں سے کس سے دعوت شروع کرے گا، تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میں دریا کے جانوروں سے شروع کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے بحر محیط کی ایک مچھلی کو حکم دیا کہ وہ حضرت سلیمانؑ کی ضیافت میں سے کھائے؟ چنانچہ اس مچھلی نے سر اٹھایا اور کہا اے سلیمان! میں نے سنا ہے کہ تو نے ضیافت کا دروازہ کھول دیا ہے اور آج میری ضیافت تو کرے گا؟ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا لے اور کھانا شروع کر، چنانچہ وہ مچھلی آگے بڑھی اور دسترخوان کے شروع سے کھانے لگی، مچھلی نے اس قدر کھایا کہ ایک ساعت میں سارا (کھانا) صاف کر دیا پھر اس مچھلی نے آواز لگائی کہ اے سلیمان! مجھے کھانا کھلاؤ اور میرا شکم سیر کرو حضرت سلیمان نے فرمایا کہ تو تو سارا کھا گئی اور اب بھی تیرا پیٹ نہیں بھرا؟ تو مچھلی نے کہا! کیا اسی طرح میزبان کا جواب ہوتا ہے مہمان کے لئے، اے سلیمانؑ! آپ خوب جان لیجئے کہ میرے لئے ہر روز اس طرح جتنا تو نے پکایا دن میں تین مرتبہ متعین ہے اور آج میرے کھانے کے روکنے کا سبب تو بنا ہے اور تو نے میرے کھانے میں کمی کر دی، اسی وقت حضرت سلیمانؑ اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے اور کہنے لگے پاک ہے وہ ذات جو کفالت کرنے والی ہے، مخلوق کی روزیوں کے ساتھ جہاں سے مخلوق جانتی بھی نہیں کہ کہاں سے آتا ہے۔

(اشرف الادب اردو ترجمہ مجلۃ العرب ص:۱۶۲)

داڑھی بھی گئی اور ملازمت بھی گئی

مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اپنے اصلاحی خطبات میں فرمایا کہ میرے ایک بزرگ نے ایک سچا واقعہ سنایا جو کہ بڑے عبرت کا واقعہ ہے وہ یہ کہ ان کے ایک دوست لندن میں تھے اور وہ کسی ملازمت کی تلاش میں تھے ملازمت کے لئے ایک جگہ انٹرویو دینے کے لئے گئے، اس وقت ان کے چہرے پر داڑھی تھی جو شخص انٹرویو لے رہا تھا اس نے کہا کہ داڑھی کے ساتھ یہاں کام کرنا مشکل ہے اس لئے یہ داڑھی ختم کرنی ہوگی، اب یہ بڑے پریشان ہوئے کہ میں اپنی داڑھی ختم کروں یا نہ کروں، اس وقت تو وہ واپس چلے آئے اور دو تین روز تک دوسری جگہوں پر ملازمت تلاش کرتے رہے اور کشمکش میں مبتلا رہے اور دوسری ملازمت نہیں مل رہی تھی اور بے روزگار اور پریشان تھے آخر میں فیصلہ کرلیا کہ چلو داڑھی کٹوا دیتے ہیں تا کہ ملازمت تو مل جائے چنانچہ اس شخص نے اپنی داڑھی کٹوا دی اور اسی جگہ ملازمت کے لئے پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو انہوں نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے کہا تھا کہ یہ داڑھی کٹوا دو تو تمہیں ملازمت مل جائے گی تو میں داڑھی کٹوا کر آیا ہوں، اس نے پوچھا کہ آپ مسلمان ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں مسلمان ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ آپ اس داڑھی کو ضروری سمجھتے تھے یا غیر ضروری؟ تو جواب دیا کہ ضروری سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے رکھی تھی، اس نے کہا کہ جب آپ جانتے تھے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کے حکم کے تحت داڑھی رکھی تھی۔ اور اب آپ نے صرف میرے کہنے پر اللہ کے حکم کو توڑا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے وفادار نہیں اور جو شخص اپنے اللہ کا وفادار نہ ہو وہ اپنے افسر کا بھی وفادار نہیں ہوسکتا، لہٰذا اب ہم آپ کو ملازمت پر رکھنے سے معذور ہیں ﴿خسر الدنیا والاخرۃ﴾ چنانچہ اس طریقے سے اس کی داڑھی بھی گئی اور ملازمت بھی گئی۔

(اصلاحی خطبات جلد ا ص:۱۷۴)

اللہ نے فرمایا: جاؤ میں نے تمہیں بھی معاف کر دیا

ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ (عمر بن عامرؓ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پچھلی امتوں کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص تھا جس نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا، بڑے بڑے گناہ کئے تھے، اس کی زندگی بڑی خراب گزری تھی، اور جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے وصیت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اپنی زندگی کو گناہوں میں گزاری ہے کوئی نیک عمل نہیں ہے اس لئے جب میں مر جاؤں تو میری نعش کو جلا دیا جائے اور اس کی راکھ کو اس کی ہڈیوں کو بالکل باریک پیس لیا جائے پھر اس راکھ کو مختلف جگہوں پر تیز ہوا میں اڑا دیا جائے، تاکہ وہ ذرات دور، دور تک چلے جائیں یہ وصیت میں اس لئے کر رہا ہوں کہ اللہ کی قسم! اگر میں اللہ کی پکڑ میں آ گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ ایسا عذاب دیگا کہ اس جیسا عذاب دنیا میں کسی اور شخص کو نہیں دیا جائے گا۔

جب اس شخص کا انتقال ہو گیا تو اس کے گھر والوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا اور راکھ کو ہوا میں بکھیر دیا جس کے نتیجے میں اس کے ذرات دور دور تک بکھر گئے (یہ تو اس کی حماقت کی بات تھی، کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ذرات کو جمع کرنے پر قادر نہیں ہوگا) چنانچہ اللہ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس کے سارے ذرات کو جمع کرو جب ذرات جمع ہو گئے تو اللہ نے حکم دیا کہ اس کو دوبارہ مکمل انسان جیسا تھا ویسا ہی بنا دیا جائے چنانچہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ کے سامنے پیش کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے سوال کیا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو یہ سب عمل کرنے کی وصیت کیوں کی تھی؟ اس شخص نے جواب میں کہا "خشیتک یارب" اے اللہ! آپ کے ڈر کی وجہ سے اس لئے کہ میں نے گناہ بہت کئے تھے اور ان گناہوں کے نتیجے میں یقین ہو گیا تھا کہ میں آپ کے عذاب کا مستحق ہو گیا ہوں اور آپ کا عذاب بڑا سخت ہے، تو میں نے آپ کے ڈر سے اس عذاب سے

بچنے کے لئے یہ وصیت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے ڈر کی وجہ سے تم نے یہ عمل کیا تھا، جاؤ میں نے تمہیں پھر بھی معاف کر دیا۔

(ایضاً جلد ۶، ص: ۷۴)

اپنی عزت کو خاک میں ملاؤ اللہ تجھ کو انعام دے گا

حضرت جنید بغدادیؒ کے اولیاء اللہ بننے کا سبب اور واقعہ ''مواعظ درد محبت'' جلد نمبر ۱ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ جس وقت وہ اللہ والے بنے نہیں تھے بلکہ پہلوانی کی روٹی کھاتے تھے، اور یہ شاہی پہلوان تھے جب یہ کشتی لڑتے تو جیتنے پر شاہی خزانوں میں سے لاکھوں روپے ملتے تھے، اور جب پیسہ ختم ہو جاتا تو پھر کشتی لڑتا اور پیسہ کماتا اور کھاتا، ایک دفعہ ایک نہایت کمزور سید صاحب آئے اور کہا کہ میں جنید سے کشتی لڑوں گا، سب ہنسنے لگے کہ بھائی آپ تو بڑے میاں ہیں اور کمزور ہیں انہوں نے کہا کہ دیکھنا کہ میں ایسا داؤ ماروں گا کہ جنید بغدادیؒ بھی کیا یاد کرے گا حالانکہ اتنے کمزور تھے کہ چلنے میں کانپ رہے تھے، بادشاہ نے منظور کر لیا جب میدان میں جنید بغدادی آئے تو وہ بڑے میاں بھی میدان میں آئے اور جنید بغدادی کے کان میں کہا کہ دیکھو میں سید ہوں میری اولاد کو فاقے ہو رہے ہیں، اگر تم آج نبی کریم ﷺ کی اولاد کی محبت میں اور نبی کی محبت میں اپنی آبرو خاک میں ملاؤ گے تو یہ انعام مجھے مل جائے گا تمہاری آبرو تو جائے گی لیکن سرکار دو عالم ﷺ تم سے خوش ہو جائیں، بس اتنا سننے کی دیر تھی یہ سودا بازی کر لی گئی۔

محبت کی بازی اور بازی ہے دانش

خود ہار جانے کو جی چاہتا ہے

بس انہوں نے زور دکھانے کی کچھ ایکٹنگ کی جس کو نورا کشتی کہتے ہیں کہ جس سے جنید بغدادی گر گئے جب جنید بغدادی گر گئے تو میاں اوپر چڑھ گئے اور مکے مارتے رہے حضرت جنید بغدادی اللہ کی محبت میں برداشت کرتے رہے چنانچہ بڑے میاں

سارا انعام لے گئے، اسی رات حضرت جنید بغدادیؒ نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور کہا اے جنید! تو نے میری محبت میں اپنی عزت کو بیچا ہے میں تیری عزت کا ڈنکا سارے عالم میں بجواؤں گا اور اسی وقت سے حضرت جنید بغدادی کا نام اولیاء اللہ میں شمار ہونے لگا۔

(مواعظ دردِ محبت جلد نمبر ۱، ص: ۲۳۸، بحوالہ زادِ آخرت حصہ سوم، ص: ۲۳۱)

دولت مند کو فقیر اور فقیر کو دولت مند بنانے کا واقعہ

ایک صاحب بڑے دولت مند تھے ایک مرتبہ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کھانا بھی اچھا تھا اس لئے بہت شوق سے کھانا کھانے میں مصروف تھے اتنے میں ایک سائل دروازے پر آ گیا، اب کھانے کے دوران سائل کا آنا ان کو ناگوار ہوا چنانچہ انہوں نے سائل کو ڈانٹ ڈپٹ کر ذلیل و خوار کر کے باہر نکال دیا، کچھ عرصہ بعد میاں بیوی میں ان بن شروع ہو گئی اور لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ طلاق کی نوبت آ گئی، اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بیوی نے اپنے میکے آ کر عدت گزاری اور عدت کے بعد اس کا نکاح کسی اور شخص سے ہو گیا وہ بھی ایک دولت مند آدمی تھا، پھر ایک دن وہ عورت اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہی تھی اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا چنانچہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آ چکا ہے مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں اللہ کا غضب نازل نہ ہو جائے، اس لئے میں پہلے سائل کو کچھ دے دوں، شوہر نے کہا دے آؤ، چنانچہ وہ حیران ہو کر واپس آئی اور اپنے شوہر کو بتایا کہ آج میں نے عجیب منظر دیکھا کہ میرا جو پہلا شوہر تھا، جو بہت دولت مند تھا میں ایک دن اسی طرح اس کے ساتھ بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ اتنے میں دروازے پر ایک سائل آ گیا اس نے اس سائل کو جھڑک کر بھگا دیا تھا، جس کے نتیجے میں اب اس کا یہ حال ہو گیا ہے وہ اب میرے اس دروازے پر بھیک مانگ رہا ہے اس

دوسرے شوہر نے کہا کہ میں تمہیں اس سے زیادہ عجیب بات بتاؤں، کہ وہ سائل جو تمہارے شوہر کے پاس آیا تھا وہ کوئی اور نہیں درحقیقت میں ہی تھا۔ اللہ نے اس پہلے شوہر کی دولت دوسرے شوہر کو عطاء فرمادی اور اس کا فقر اس کو دیدیا، اللہ تعالیٰ برے وقت سے محفوظ رکھے، آمین نبی کریم ﷺ نے اس بات سے پناہ مانگی ہے فرمایا:

﴿اللھم انی اعوذ بک من الحور بعد الکور﴾

بہرحال کسی بھی سائل کو ڈانٹ ڈپٹ سے حتی الامکان پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

(اصلاحی خطبات جلد نمبر۵ ص:۲۱۱، اشرف الحکایات ص:۷۷)

کوڑھی، گنجے، اور اندھے کا امتحان

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، ایک کوڑھی دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا خداتعالیٰ نے آزمانا چاہا اور ان کے پاس ایک فرشتہ (انسان کی شکل میں) بھیجا، پہلے وہ کوڑھی کے پاس آیا اور پوچھا کہ تجھے کون سی چیز پیاری ہے، اس نے کہا مجھے اچھی رنگت اور خوبصورت کھال مل جائے، اس سے لوگ گھن کرتے ہیں اور اپنے پاس بیٹھنے نہیں دیتے، اس فرشتہ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیرا تو اسی وقت وہ اچھا ہوگیا اور اچھی کھال اور خوبصورت رنگت نکل آئی پھر پوچھا تجھے کونسے مال سے زیادہ محبت ہے؟ اس نے کہا اونٹ سے۔ پس اس نے ایک گابھن اونٹنی اس کو دیدی اور کہا اللہ اس میں برکت دے۔

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کونسی چیز پیاری ہے؟ اس نے کہا میرے بال اچھے نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے جاتی رہے جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں، فرشتے نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر دیا، وہ فوراً اچھا ہوگیا اور اچھے بال نکل آئے، پھر پوچھا کہ تجھ کو کونسا مال پسند ہے، کہا گائے پس اس کو ایک گابھن گائے دیدی

اورکہا اللہ تعالیٰ اس میں برکت بخشے ،اس کے بعد پھر اندھے کے پاس آیا اور پوچھا تجھ کو کیا چیز چاہئے؟اس اندھے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری نگاہ درست کردے کہ سب آدمیوں کو دیکھوں اس نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا اور وہ اچھا ہوگیا اور پوچھا کہ تجھ کوکون سامال پسند ہے؟اس نے کہا بکری، پس اس کو ایک گابھن بکری دیدی گئی،

تینوں کے جانوروں نے بچے دیئے تھوڑے دنوں میں اس کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا اسی طرح اس کی گائیوں اور بکریوں سے بھی جنگل بھر گیا، پھر وہ فرشتہ خدا کے حکم سے پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں میرے سفر کا سارا سامان ختم ہوگیا ہے،اور منزل مقصود تک پہنچنے کا کوئی سلسلہ نہیں سوائے خدا کے اور تیرے، میں اس اللہ کے نام سے جس نے تجھ کو اچھی رنگت اور عمدہ کھال عنایت فرمائی ،میں تجھ سے ایک اونٹ مانگتا ہوں کہ اس پر سوار ہوکر اپنے گھر پہنچ جاؤں،اس کوڑھی نے کہا، یہاں سے چلا جا مجھے بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں تجھے دینے کی اس میں گنجائش نہیں ہے،فرشتہ نے کہا کہ شاید تجھ کو میں جانتا ہوں کیا تو کوڑھی ہی تھا، کہ لوگ تجھ سے گھن ونفرت کرتے تھے اور کیا تو مفلس نہ تھا پھر تجھ کو خدا نے اس قدر مال عنایت فرمایا ،اس کوڑھی نے کہا واہ کیا خوب، یہ مال تو میری کئی پشتوں سے باپ داد کے وقت سے چلا آرہا ہے،فرشتہ نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کردے جیسا کہ پہلے تھا۔

اس کے بعد دوسرے شخص یعنی گنجے کے پاس آیا اور اسی طرح اس سے بھی سوال کیا، اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا، فرشتے نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو خدا تجھ کو ویسا ہی کردے،جیسا تو پہلے تھا،اس کے بعد پھر اندھے کے پاس گیا اور کہا کہ میں مسافر ہوں،اور میرے پاس سامان نہیں ہے آج بجز خدا کے اور پھر تیرے کوئی میرا وسیلہ نہیں ہے میں اس کے نام پر جس نے دوبارہ تجھ کو نگاہ بخشی میں تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس سے اپنی کارروائی کرکے سفر پورا کروں،اس نے کہا بیشک میں اندھا تھا خدا تعالیٰ نے محض اپنی رحمت سے مجھ کو نگاہ بخشی ،جتنا تیرا دل چاہتا ہے لے جا اور جتنا چاہے چھوڑ جا، خدا

کی قسم میں کسی چیز سے تجھ کو نہیں روکوں گا، فرشتے نے کہا کہ تو اپنا مال اپنے پاس رکھ مجھے کچھ بھی نہیں چاہئے، فقط تم تینوں کی آزمائش مقصود تھی، سو وہ پوری ہوگئی خدا تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہوا۔

(بہشتی زیور حصہ اول)

فائدہ: خیال کرنا چاہئے کہ ان دونوں (کوڑھی، گنجے) کو ناشکری کا کیا نتیجہ ملا کہ ان سے تمام نعمت چھین لی گئی جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے، اور خدا ان سے ناراض ہو گیا، دنیا اور آخرت میں دونوں نامراد ہوئے اس اندھے کو شکر خداوندی کی وجہ سے کیا عوض ملا کہ اس کے مال میں مزید اضافہ ہو گیا خدا اس سے راضی ہوا اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہوا۔

ایک جاہل کا پادری کو دندان شکن جواب

رڑکی (بھارت) میں ایک عیسائی کہہ رہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بیٹا ہے ایک لڑکے نے کہا کہ خدا کے اور بھی بیٹے ہیں یا نہیں؟ پادری نے کہا خدا کا اور کوئی بیٹا نہیں ہے اس لڑکے نے کہا بس تیرے خدا کے اتنے زمانے میں ایک ہی بیٹا ہوا ہے میرے نکاح کو دیکھا اتنے کم عرصے میں اس وقت میرے گیارہ بیٹے ہیں اور اب بھی انشاء اللہ اور بیٹے ہوں گے تو میں تیرے خدا سے ہی اچھا رہا۔

اس لڑکے کا جواب اگرچہ فی نفسہ ایک معقول بات ہے، واقعی اگر خدا کے لئے بیٹا ہونا ممکن ہے تو اس کی کیا وجہ کہ اس کا ایک بیٹا ہی ہوا ہے اس سے زیادہ کیوں نہیں؟ حالانکہ اس کی مخلوقات میں ادنی سے ادنی آدمی کے بہت اولاد ہوتی ہے۔

(اشرف الحکایات ص: ۷)

اہل اللہ کے مال میں تو چوری بھی ممکن نہیں

حضرت رابعہ بصریہؒ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دن ان کے یہاں کچھ مہمان آئے،

گھر میں سوائے دوروٹی کے کچھ نہ تھا تھوڑی دیر کے بعد ایک سائل آیا انہوں نے یہ دو روٹیاں اس سائل کو دیدیں، مہمانوں نے دل میں شکایت کی کہ ہم یہی دو روٹیاں کھالیتے؟ یہ بھی (اللہ کے راستے میں) خرچ کرڈالیں تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے آواز دی، پوچھا گیا کون ہے؟ کہا فلاں شخص نے آپ کے واسطے کھانا بھیجا ہے آپ نے قبول کیا اور روٹی گننا شروع کیں تو اٹھارہ تھیں۔

حضرت رابعہ بصریہؒ نے فرمایا یہ کھانا واپس لے جاؤ یہ میرے واسطے نہیں دیا گیا ہوگا کسی دوسرے کو دیا گیا ہوگا؟ لانے والے نے کہا نہیں حضرت! آپ ہی کا نام لیکر کہا تھا، حضرت رابعہ بصریہؒ نے کہا یہ تو بے حساب ہے کیوں کہ خدا کی راہ میں دو روٹیاں خیرات کیں ہیں اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایک کے بدلے میں کم از کم دس ملیں تو اس حساب سے تو بیس روٹیاں ہونی چاہئیں تھیں اور یہ تو اٹھارہ ہیں، میرا خدا وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اسی وجہ سے یہ کھانا میرے واسطے نہیں ہے، لانے والے نے کہا حضرت آپ کا حساب بالکل صحیح ہے واقعی بیس روٹیاں تھیں دو روٹیاں میں نے چرالی ہیں ان کو ابھی لاتا ہوں آپ کھانا واپس نہ کریں، یہ حصہ معلوم کرکے آپ کو اطمینان ہوا اور کھانا اپنے پاس رکھ لیا۔

واقعی اہل اللہ کے مال کی چوری بھی نہیں چھپتی تو دیکھئے ان بزرگ کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روزی کم نہیں ہوتی بلکہ روزی (دس گناہ) بڑھتی ہے۔ (ایضا ص:۸۵)

تم نے شاہی حکم توڑا میں نے موتی توڑا تو کیا ہوا

ایاز، سلطان محمود کا وزیر تھا لوگوں نے سلطان محمود سے پوچھا کہ آپ ایاز کو زیادہ کیوں چاہتے ہیں؟ اس کے اندر کیا بات ہے، سلطان نے کہا کہ کسی وقت بتادیں گے کہ اس کے اندر کون سی بات ممتاز ہے۔

ایک دن ایسا ہوا کہ سلطان محمود نے خزانہ میں سے ایک بڑا قیمتی موتی نکالا وزیر اعظم سے کہا کہ اس کو توڑ ڈالو، وزیر اعظم نے سمجھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ سلطان کو آج خلل دماغ ہے، عرض کیا کہ حضور پھر ایسا موتی اور نایاب میسر نہ ہوگا اس حکم پر پھر نظر ثانی کر لیجئے، اس کے بعد دوسرے وزیر کو حکم دیا کہ اس کو توڑ دے وزیر ثانی نے سوچا کہ جب وزیر اعظم نے باوجود مجھ سے زیادہ سمجھدار ہونے کے نہیں توڑا تو میں کیوں توڑوں، اس نے بھی عذر کیا، غرض سب نے انکار کر دیا تو آخر میں خلیفہ نے، ایاز کو حکم دیا کہ اس کو توڑے، ایاز نے کہا بہت اچھا، فوراً پتھر، لا کر ایک کے اوپر موتی رکھا اور دوسرے کو اس کے اوپر دے مارا، وہ چکنا چور ہو گیا، وزیر اعظم اور دوسرے وزراء نے ملامت کی کہ ایسا قیمتی موتی توڑ ڈالا، ایاز نے کہا کہ تم سب پاگل ہو تم نے بادشاہی حکم توڑا اور میں نے موتی توڑا کیا ہوا؟......

نقص امراز کسر در دشوارتر

لاجرم بامراد بستہ کمر

موتی کے توڑنے سے حاکم کے حکم کا توڑنا زیادہ جرم ہے اسی لئے میں نے اس کے احکام بجالانے کی کمر باندھ رکھی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی وجود باری تعالیٰ پر ایک انوکھی دلیل

دہریوں کی ایک جماعت نے امام ابوحنیفہؒ پر حملہ کر دیا تھا اور آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے آپ نے فرمایا پہلے ایک مسئلے میں مجھ سے بحث کر لو؟ اس کے بعد اختیار ہے چاہے (زندہ رکھو یا قتل کر دو) وہ مسئلہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہے یا نہیں؟ چنانچہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی اس بات کو منظور کر لیا، اور مناظرہ کی تاریخ اور وقت بھی طے ہو گیا۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ مجلس مناظرہ میں دیر سے پہنچے، انہوں نے اس پر بڑا شور کیا کہ آپ دیر سے کیوں آئے؟

آپؒ نے فرمایا پہلے میری بات سنو، شاید کہ آپ لوگ مجھے اس تاخیر پر معذور سمجھیں انہوں نے کہا اچھا بتایئے، کیا بات ہے۔

آپؒ نے فرمایا کہ آج تو عجیب وغریب صورت دیکھنے میں آئی کہ جب میں دریا کے کنارے پر پہنچا تو وہاں دور دراز تک کوئی کشتی کا نام ونشان نہ تھا، میں حیرت میں تھا کہ دریا کس طرح عبور کروں گا، اسی اثناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت خودبخود کٹ گیا اور خود ہی اس کے تختے بن گئے پھر بغیر کسی کاریگر کے اور بغیر کیلوں کے ان تختوں نے جڑنا شروع کردیا، یہاں تک کہ کشتی تیار ہوگئی پھر وہ بغیر کسی ملاح کے پانی پر چلتی ہوئی میرے پاس آگئی اور میں اس میں سوار ہوگیا وہ کشتی چلنے لگی اور میں یہاں تک کہ دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔

دہریوں نے یہ واقعہ سنا تو اپنی تیز اور قہقہے کی آوازوں سے آسمان سر پر اٹھالیا کہنے لگے ایسا بھی بھلا کہیں ہوسکتا ہے کہ بغیر کاٹنے کے درخت کٹ جائے بغیر کاریگر کے کشتی تیار ہوجائے اور بغیر ملاح کے کشتی چلنے لگے۔ (یہ ناممکن سی بات ہے)

امام صاحب نے فرمایا بدبختو! اگر ایک درخت بغیر کاٹنے والے کے نہیں کٹ سکتا، تختے بغیر جوڑنے والے کے جڑ نہیں سکتے، کشتی بغیر کاریگر کے تیار نہیں ہوسکتی، بغیر ملاح کے چل نہیں سکتی تو کائنات کا یہ سارا نظام، یہ شجر وحجر، یہ نہریں اور دریا، شمس وقمر، یہ حیوان اور انسان، یہ سب کچھ بغیر کسی چلانے کے کیسے چل سکتا ہے اور یہ خودبخود وجود میں کیسے آسکتا ہے؟...... اتنا بڑا کارخانہ عالم خودبخود اور بغیر کسی کے چلانے والے کے کیسے چل رہا ہے کیا اس کو کوئی چلانے والا نہیں؟ ان دہریوں کی سمجھ میں بات آگئی، اور انہوں نے تائب ہوکر ایمان قبول کرلیا۔ (سبحان اللہ)

(ندائے منبر ومحراب جلد ۱ ص:۳۹)

وجود باری تعالیٰ پر ایک بڑھیا کی دلیل

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی چرخے پر سوت لپیٹ رہی تھی اور منہ سے اپنی عادت کے موافق خدا تعالیٰ کا پیارا پیارا نام اللہ اللہ اللہ گنگنا رہی تھی ایک جنٹلمین کو یہ بہت ہی برا لگا اور بڑا ناگوار گزرا اور اس جنٹلمین نے ناک چڑھاتے ہوئے بڑھیا سے پوچھا کہ تو جس خدا کا نام لیتی ہے آخر اس کے ہونے پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے بڑھیا نے چرخہ چلانا چھوڑ دیا اور کہا کہ دلیل تو میں کیا جانوں مجھے تو یہ بتاؤ کہ یہ چرخہ کیوں نہیں چل رہا۔

جنٹلمین نے کہا کہ اس لئے کہ تم اس کو نہیں چلا رہی، جب تم چلاؤ گی تو چل پڑے گا، بڑھیا نے کہا ارے عقل کے اندھے، بدوا اگر ایک چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو اتنا بڑا کارخانہ حیات بغیر کسی چلانے والے کے کیسے چل رہا ہے۔

سورج اپنے وقت پر طلوع ہوتا ہے اور اپنے وقت پر غروب ہوتا ہے، چاند اپنے معینہ تاریخوں میں گھٹتا اور بڑھتا ہے، موسم اپنے مقررہ اوقات میں بدلتے ہیں جنٹلمین اپنا (برا) سا منہ لیکر چل پڑے اور ان کو راہ فرار اختیار کرنا پڑا۔

(ایضاً، جلد ۱، ص: ۴۱)

حضرت لقمان علیہ السلام کا خربوزہ کڑوا

حضرت لقمان علیہ السلام پہلے ایک مالدار شخص کے غلام تھے، وہ شخص آپ کی ذکاوت اور ذہانت کی وجہ سے آپ سے بہت محبت رکھتا تھا، اور وہ آپ کو اپنے ہاتھوں سے کھانا وغیرہ اور کھانے کے لئے لذیذ ترین اشیاء بھی پیش کیا کرتا تھا، ایک دن اس شخص نے خربوزہ کاٹ کر اسکی قاشیں (پھانکیں) آپ کی خدمت میں پیش کیں آپ مزے لے لے کر کھانے لگے، یہاں تک کہ اس شخص نے سارا خربوزہ کھلا دیا، مگر آخری قاش (پھانک) اس نے خود کھائی تو وہ اتنی کڑوی تھی کہ کڑواہٹ کی وجہ سے اس کی زبان

پر آبلہ پڑ گیا، اس نے حضرت لقمانؒ سے کہا کہ تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ خربوزہ کڑوا ہے حضرت لقمانؒ نے فرمایا جس آقا کے ہاتھ سے بے شمار لذیذ اور میٹھی چیزیں کھائیں، آج اس کے ہاتھوں ایک کڑوی چیز ملی تو میری غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ خربوزہ کڑوا بتلا کر اسے شرمندہ کروں۔ (ایضاً ص:۲۷۶)

امام ابوحنیفہؒ کے صبر نے قتل کردیا

ایک شخص امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس گستاخی کی نیت سے آیا اور پوچھا کہ کیا آپ کے والد کا انتقال ہوگیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر پوچھا کہ آپ کی والدہ زندہ ہیں؟ فرمایا ہاں زندہ ہیں، کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی والدہ بڑی حسینہ جمیلہ اور بڑی خوبصورت ہیں اس لئے میں ان سے نکاح کرنے آیا ہوں، آپ ان کا نکاح میرے ساتھ کردیجئے، آپ نے فرمایا وہ عاقل بالغ ہیں انہیں اپنے نکاح کا خود اختیار ہے میں جبر نہیں کرسکتا، البتہ ان سے پوچھ سکتا ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ گھر اپنی والدہ محترمہ سے پوچھنے جاتے ہیں تو اتفاق سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس شخص کی گردن الگ تھی، پوچھنے والے نے پوچھا اس کو کس نے قتل کیا کہا گیا کہ اس کو امام ابوحنیفہؒ کے صبر نے قتل کردیا ہے۔

ہیچ قومے را خدا رسوانہ کرد

تادل صاحب دلے نامد بدرد

کسی قوم کو اللہ تعالیٰ نے رسوا نہیں کیا جب تک کہ اس نے کسی ولی اللہ کے دل کو درد پہنچایا۔ (اشرف الحکایات، ص:۵۵)

حضرت سعید بن زیدؓ پر جھوٹا دعویٰ کرنے والی عورت کا انجام

مشہور مصنف علامہ ابن ابی الدنیاؒ نے اپنے معرکۃ الآراء رسالہ "من عاش بعد الموت" میں اس قسم کے کئی واقعات لکھے ہیں کہ صحابہ کرامؓ پر تبرا بازی کرنے کے

بعد مرتے وقت انہوں نے آگ آگ چلانا شروع کر دیا اور جب ان کو کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی جاتی تو وہ جواب دیتے کہ ہم پڑھ نہیں سکتے، (بلکہ اللہ نے زبان پر کلمہ ہی جاری نہ کیا) اس لئے کہ ہم ایسی جماعت سے متاثر تھے جو حضرات صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرتے تھے۔

اسی طرح کے عبرت ناک واقعات کتب تاریخ میں بکثرت موجود پائے جاتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام سے بغض وعداوت اور بدانجامی کا سب سے بڑا سبب ہے، بعض واقعات اس طرح کے بھی ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے بغض رکھنے والوں کی صورتیں ذلیل جانوروں میں تبدیل کر دی گئیں ہیں، بعض کو مختلف قسم کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزائیں ملی۔

اب چند ایک واقعات صحابہ کرامؓ پر سب شتم کرنے کے جرم میں سزا پانے والوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت سعید بن زیدؓ کا شماران دس خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے جن کو جناب رسول اللہ ﷺ نے دنیا ہی میں جنت کی بشارت مرحمت فرمائی ہے۔

ایک عورت اروی بنت اویس نے حضرت سعید بن زیدؓ پر دعویٰ کر دیا کہ آپ نے اس کے مکان پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے، یہ معاملہ مروان بن الحکم تک پہنچا جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، حضرت سعید بن زیدؓ کو عدالت میں بلایا گیا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ بھلا میں کیسے کسی کی زمین دبا سکتا ہوں جبکہ میں نے خود آپ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالش زمین بھی غصب کرلے تو اس کے نیچے کی ساتوں زمین کی مٹی اس کے گلے میں قیامت کے دن طوق بنا کر ڈالدی جائے گی، مروان نے یہ جواب سن کر کہا کہ اس کے بعد آپ سے مزید کسی ثبوت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے، (لیکن عورت مسلسل دعویٰ کرتی رہی) اس کے بعد حضرت سعیدؓ نے یہ بددعا فرمائی کہ اے اللہ اگر یہ عورت اپنے دعوے میں جھوٹی ہے تو میرے دعویٰ کی سچائی لوگوں پر ظاہر فرما اس عورت کی بنائی

سلب فرما، اور اس کی قبر اسی کے گھر میں بنا دے، راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے کچھ روز بعد ہی مدینہ میں ایسا سیلاب آیا کہ اس سے مکان کے اصل بنا دیں ظاہر ہوگئیں اور حضرت سعیدؓ کی سچائی ظاہر ہوگئی، کچھ عرصہ کے بعد مدعیہ (دعویٰ والی) عورت کی بینائی جاتی رہی اور پھر ایک دن وہ عورت ڈھنڈول کر اپنے گھر میں چل رہی تھی کہ گھر ہی کے ایک کنویں میں گر کر مرگئی۔

(مسلم شریف بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے ص: ۲۳۸)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ پر بہتان لگانے والے کا انجام

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بڑے مستجاب الدعوٰت صحابہ میں شامل میں ہیں، حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں کوفہ کے گورنر تھے، اہل کوفہ میں سے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں شکایتیں حضرت عمرؓ تک پہنچائیں، جن میں ایک شکایت یہ بھی تھی کہ وہ نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے، حضرت عمرؓ نے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو مدینہ منورہ بلوا کر تحقیق فرمائی تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو انہیں آنحضرت کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ واقعی آپ سے یہی امید تھی، پھر حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو مزید تحقیق کے لئے کوفہ بھیجا کہ وہ مسجد جا کر معلوم کریں کہ کوفہ والوں کا حضرت سعدؓ کے بارے میں کیا نظریہ ہے چنانچہ ان لوگوں نے جس مسجد میں بھی تحقیق کی وہاں کے لوگوں نے حضرت سعدؓ کی تعریف کی، مگر جب یہ لوگ ''بنی عبس'' کی مسجد میں پہنچے تو وہاں ایک شخص جس کا نام اسامہ اور کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ جب آپ اللہ کا واسطہ دیکر تحقیق کرتے ہیں تو سنئے! کہ سعد نہ تو جہاد میں جاتے ہیں، اور مال غنیمت کو تقسیم کرنے میں برابری نہیں کرتے اور نہ فیصلوں میں انصاف سے کام لیتے ہیں، اس کے یہ الزامات سن کر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اب میں تین بددعائیں کرتا ہوں۔ (۱)......اے اللہ! اگر یہ تیرا بندہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور محض ریاکاری

اور شہرت کے لئے اس نے یہ جھوٹے الزامات لگائے ہوں تو اس کی عمر لمبی فرما، (۲)...... اس کے فقر و فاقہ کو طویل کر دے، (۳)......اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دے، اسی روایت کے راوی عبدالملک کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس شخص کو اس حال میں دیکھا کہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں اس کی آنکھوں پر لٹک آئی تھیں لیکن وہ راستہ پر چلتی لڑکیوں کو چھیڑ چھاڑ کرنے سے بھی باز نہ آتا تھا اور جب اس سے اس کا حال پوچھا جاتا تو جواب دیتا کہ "شیخ مفتون اصابتنی دعوة سعد" یعنی فتنہ میں مبتلا بوڑھا ہوں مجھے حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ ﴿اللهم احفظنا منه﴾

(بخاری شریف جلد ا،ص: ۱۰۴)

صحابہؓ پر طعن وتشنیع کرنے والے پر حضرت سعدؓ کی بددعا

عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے جو کہ سب کے سب کسی شخص کی گفتگو غور سے سر جھکا کر سننے میں مشغول تھے، آپ نے بھی تحقیق حال کے لئے سر اندر ڈال کر اس کی بات سنی تو دیکھا کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ (بن عوامؓ) پر لعن طعن کر رہا تھا، حضرت سعدؓ نے اسے اس حرکت سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا، تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو! اگر تو نہیں رکے گا تو میں تجھ پر بددعا کر دوں گا، اس نے کہا کہ آپ تو ایسی دھمکی دے رہے ہیں کہ گویا کہ آپ نبی ہوں؟ اس کے بعد حضرت سعدؓ گھر تشریف لے گئے، وضو فرمایا اور دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں بددعا کی کہ "اے اللہ! اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ شخص ایسے لوگوں پر سب وشتم کر رہا ہے جن کے نیک اعمال تیرے دربار میں پہنچ چکے ہیں اور اس نے انہیں برا بھلا کہہ کر تیرا غصہ مول لیا ہے، تو اسے آج ہی عبرتناک نشانی بنادے۔

اب عامر بن سعدؓ کہتے ہیں کہ بددعا مانگتے ہی ایک بدکا ہوا بختی اونٹ سامنے

سے نکل کر مجمع کو چیر پھاڑتا ہوا اس شخص تک پہنچا تو لوگ ڈر کے مارے دور بھاگ گئے اور اس بدکے ہوئے اونٹ نے صحابہ کی شان میں زبان درازی کرنے والے شخص کو اپنے پیروں اور منہ سے اس کے اعضاء چبا چبا کر برسر عام ہلاک کر ڈالا یہ عبرت ناک منظر دیکھ کر لوگ دوڑتے ہوئے حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے اور انہیں خبر سنائی کہ ابو اسحاق (حضرت سعدؓ کی کنیت تھی) اللہ نے آپ کی بددعا کی قبولیت ظاہر کر دی۔

(البدایہ والنھایہ جلد نمبر ۷ ص: ۷۰، بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے ص: ۲۴۰)

یہ چند واقعات ہماری سوچ کے لئے اور آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں، ورنہ تاریخ کے ہر دور میں ایسے واقعات پائے گئے ہیں کہ جن بدنصیبوں نے بھی اللہ کے نیک بندوں کو ستایا ہے ان کا حشر برا ہوا ہے، برے خاتمہ کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب اولیاء اللہ سے بغض اور ان کی شان میں ہرزہ رسائی بھی ہے، حدیث قدسی میں وارد ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب﴾ (بخاری شریف ۲۔۹۶۳) یعنی جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتا ہوں، اس لئے ہر مسلمان کو کسی بھی اللہ والے کی شان میں گستاخی اور زبان درازی سے پوری طرح احتراز کرنا لازمی وضروری ہے، تاکہ وہ حسن خاتمہ کی دولت سے محروم نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بدانجامی سے محفوظ رکھے (آمین ثم آمین)

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ

ایثار و ہمدردی یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے غم اور دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں سے ہے، معاشرہ کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقاء میں اس کا بڑا دخل ہے، اسلامی معاشرہ کی تاریخ میں اسلام کی تعلیم ایثار و ہمدردی کے بڑے عجیب و غریب واقعات ملتے ہیں، ان میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے جو خطیب بغدادیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "تاریخ بغداد" میں امام واقدی کے

حالات میں لکھا ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچی گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ نہیں ہے، بڑے تو صبر کرلیں گے لیکن بچے مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی ایک تھیلی میرے ہاتھ تھمادی، میں گھر آیا ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا اس کے گھر بھی افلاس وغربت نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا اس نے قرض کی رقم طلب کی میں نے گھر میں جا کر اپنی اہلیہ کو قصہ سنایا کہنے لگی کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے؟

میں نے کہا تھیلی کی رقم نصف نصف تقسیم کرلیں گے اس طرح دونوں کا کام چل جائے گا، کہنے لگی بڑی عجیب بات ہے آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ اسے ایک عام آدمی کو عطیہ کا نصف دے رہے ہیں آپ اسے پوری تھیلی کیوں نہیں دے دیتے؟ چنانچہ میں نے وہ تھیلی بغیر کھولے اس کے حوالے کر دی، وہ تھیلی لیکر گھر پہنچا تو میرا تاجر دوست اس (ہاشمی دوست) کے پاس گیا کہا کہ عید کی آمد آمد ہے گھر میں کچھ نہیں ہے کچھ رقم قرض چاہئے، ہاشمی دوست نے وہی تھیلی اس کے حوالے کردی اپنی ہی تھیلی اسی طرح دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ تاجر دوست وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا میں نے اسے پورا قصہ سنایا، درحقیقت تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا، وہ سارا مجھے دیدیا گیا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی کے پاس چلا گیا، ہاشمی نے جب وہ تھیلی حوالے کرنا چاہی تو راز کھل گیا۔

ایثار و ہمدردی کے اس انوکھے واقعے کی اطلاع جب وزیر یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لیکر آئے کہنے لگا، ان میں دو ہزار آپ کے، دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست کے، دو ہزار تاجر دوست کے، اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں کیونکہ وہ تو سب

میں زیادہ قابل قدر اور لائق اعزاز ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۳، ص:۲، بحوالہ کتابوں کی درسگاہ، ص:۸۵)

گدھے کے مالک کی حفاظت اور ڈاکو کا قتل

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ دمشق میں ایک آدمی اپنا گدھا سواری کے لئے اجرت پر دیکر اپنا گزارا کیا کرتا تھا، ایک دن ایک شخص نے آکر کہا کہ فلاں جگہ جانا ہے مجھے لے چلو؟ اس نے سواری بنائی اور چلنا شروع کیا تو وہ شخص ایک ویران راستے سے جانے کے لئے کہنے لگا گدھے کے مالک نے کہا کہ یہ راستہ مجھے معلوم نہیں، اس شخص نے کہا کہ مجھے معلوم ہے، اور یہ راستہ قریب پڑتا ہے، جب اس راستے سے کچھ آگے بڑھے تو ایک خطرناک وادی آئی وہ شخص گدھے سے اترا، اور خنجر نکال کر سواری کے مالک کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اس سواری کے مالک نے اللہ کا واسطہ دیکر کہا کہ گدھا اور اس پر جو کچھ ہے سب لے لو، مجھے چھوڑ دو، لیکن وہ نہیں مانا کہنے لگا کہ وہ تو لینا ہی ہے، مگر تم کو بھی قتل کروں گا، اس گدھے کے مالک نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، اس نے کہا جلدی پڑھو، سواری کے مالک کا بیان ہے کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوا تو خوف کی وجہ سے جو کچھ یاد تھا سب کچھ بھول گیا، قرآن کا ایک حرف بھی حافظ میں نہیں رہا، اچانک میری زبان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جاری فرمائی ﴿امن یجب المضطر اذا دعـا ویکشف السوٓء﴾ ”کوئی ہے جو پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی تکلیف دور کرتا ہے۔“

اتنے میں ایک شہسوار آیا، اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، وہ نیزہ اس نے اس ڈاکو کے سینے پر دے مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا، میں نے شہسوار سے اس کا تعارف پوچھا تو وہ کہنے لگا میں اسی ذات کا بندہ ہوں جو پریشان حال کی دعائیں سنتا ہے، اور مصیبت دور کرتی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۳، ص:۳۷۱۔ کتابوں کی درسگاہ میں، ص:۹۵)

بیت المال کہاں ہے؟

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی دامت برکاتہم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”کتابوں کی درسگاہ میں“ ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ

جس جگہ اس وقت منگلا ڈیم (آزاد کشمیر میں) بنا ہوا ہے، وہاں پر پہلے میرپور کا پرانا شہر آباد تھا جنگ کے دوران اس شہر کے بیشتر حصہ ملبے کا ڈھیر بن گیا تھا، ایک روز میں ایک مقامی افسر کو اپنی جیپ میں بٹھائے اس کے گردونواح میں گھوم رہا تھا، راستے میں ایک مفلوک الحال بوڑھا اور اس کی بیوی ایک گدھے کو ہانکتے ہوئے سڑک پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے دونوں کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے تھے، دونوں کے جوتے بھی ٹوٹے ہوئے تھے، انہوں نے اشارے سے ہماری جیپ کو روک کر دریافت کیا، بیت المال کس طرف ہے؟ آزاد کشمیر میں خزانے کو بیت المال کہا جاتا ہے، پوچھا بیت المال میں تمہارا کیا کام ہے، بوڑھے نے سادگی سے جواب دیا۔

میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر میرپور شہر کے ملبے کو کرید کرید کر سونے چاندی کے زیورات کی دو بوریاں جمع کی ہیں اب انہیں گدھے پر لاکر ہم بیت المال میں جمع کروانے جارہے ہیں۔

ہم نے ان کا گدھا ایک پولیس کانسٹیبل کی حفاظت میں چھوڑا اور بوریوں کو جیپ میں رکھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھالیا تاکہ انہیں بیت المال لے جائیں۔

(کتابوں کی درسگاہ میں، ص:۱۲۵)

غلط فہمی میں اپنی ہی چوری

ہمارے پاکستان کے مشہور ومعروف شاعر جناب محمد امین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غلط فہمی میں لکھتے ہیں۔

ایک روز میرا ایک ”سیانا بیانا (عقلمند سمجھدار) دوست آیا اور ہنس کر کہنے لگا، یار

آج میرے ساتھ ایک عجیب واقعہ ہوا، میں فجر کی نماز کے لئے جب مسجد میں داخل ہوا تو جماعت کھڑی ہوگئی، میں نے جلدی جلدی وضو کیا کہ ابھی دو سنتیں بھی پڑھنی ہیں، کہیں جماعت سے نہ رہ جاؤں، چنانچہ میں وضو کرکے اٹھا ٹوپی اٹھانے لگا تو ساتھ ہی ایک چمکتی ہوئی گھڑی نظر آئی میں نے وہ بھی اٹھا کر جیب میں ڈال لی کہ یقیناً یہ کوئی نمازی یہاں بھول گیا ہے، شیطان نے ورغلایا، بجائے نماز ادا کرنے کے جوتا پہنا اور مسجد سے باہر آگیا، دور جا کر جب میں نے جیب ہاتھ ڈال کر گھڑی نکالی کہ دیکھوں قیمتی ہے یا معمولی، جب گھڑی دیکھی تو مارے حیرت کے وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا کہ وہ گھڑی میری اپنی تھی، جو غلط فہمی میں کسی دوسرے کی سمجھ کر لے بھاگا اور نماز بھی ادا نہ کرسکا، میں نے اپنے آپ کو لعنت ملامت کی، توبہ کی اور واپس آکر تنہا نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی، اصل بات یہ ہی کہ جماعت میں شامل ہونے کا احساس اتنا شدید تھا کہ یہ بھی ذہن سے محو ہوگیا کہ میں نے ٹوپی کے ساتھ گھڑی بھی اتار کر رکھی تھی۔

(غلط فہمی از سید امین گیلانی ص:۲۹)

امام ناصر الدین کا زندہ دفن ہونا اور سورہ یٰسین کی برکت

ایک مرتبہ امام ناصر الدین بستیؒ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہوگیا تھا آپ کے عزیز و اقارب نے آپ کو مردہ تصور کر کے غسل کرا کے اور کفن وغیرہ پہنا کر دفن کردیا، رات کے وقت آپ کو ہوش آیا اور خود کو مدفون دیکھا، سخت پریشان ہوئے، اس حیرت و پریشانی و اضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالت پریشانی میں چالیس مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے، اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے، چنانچہ آپ نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام ناصر الدین نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے چالیسویں مرتبہ آپ نے دھیمی

آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص چور نہ سن سکے، ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ سورہ یٰسین پڑھنا پورا کیا تو ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا، آپ اچانک اٹھ کر قبر سے باہر آئے، کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل ہی پھٹ گیا اور وہ دنیا سے چل بسا، امام ناصر الدین کو خیال آیا کہ میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشانی وحیرت ہوگی، پس آپ رات کو ہی شہر میں گئے اور ہر محلے کے دروازے کے آگے پکارنے لگے کہ میں ناصر الدین بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلط فہمی میں مردہ سمجھ کر دفن کردیا تھا، میں زندہ ہوں اس واقعہ کے بعد امام ناصر الدین بستیؒ نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ (فوائد الفواد مترجم ص:۱۳۹)

ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق کا قرآن سننے کا واقعہ

مشرکین مکہ کا سردار ابوجہل کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ حضور ﷺ جب رات کو قرآن پڑھتے تھے، تو یہ حضورؐ کی چھپ چھپ کر قرأت سنتا تھا اسی طرح ابوسفیان (مسلمان ہونے سے قبل) اور اخنس بن شریق بھی چھپ چھپ کر قرآن سنتے تھے، ایک دوسرے کو خبر نہ تھی، صبح تک تینوں چھپ چھپ کر حضورؐ سے قرآن سنتے تھے جب دن کا اجالا ہونے لگتا تو واپس اپنے اپنے گھر لوٹ آتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ تینوں رات کو قرآن سننے نکلے اور واپسی میں ایک جگہ تینوں کی ملاقات ہوگئی ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے؟ (جب بات کھل کر سامنے آگئی کہ قرآن سننے آئے تھے) تو اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہمیں قرآن سننے کے لئے نہیں آنا چاہئے تھا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے جوان بھی آنے لگیں اور ہم آزمائش میں پڑ جائیں۔

جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان اور خیال کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئیں گے چلو میں ہی قرآن سن لوں، غرض یہ کہ واپسی میں صبح کے قریب پھر اسی جگہ

تینوں کی ملاقات ہوگئی، معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے پر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، بالآخر دوبارہ عہد کیا گیا کہ قرآن سننے اب کہ نہیں جائیں گے۔

سبحان اللہ! قرآن سننا اور وہ بھی سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے بھلا ان کو کب سونے دیتا تھا اسی وجہ سے ان کی نیندیں بھی ختم ہو چکی تھیں، اور جب تیسری مرتبہ رات آئی تو پھر یہ تینوں یہی خیال کرتے ہوئے حضور کی مجلس مبارکہ میں پہنچے اور قرآن سنا اور واپسی میں پھر ملاقات ہوگئی اب کہ تو ایک دوسرے کے منہ کی طرف تکتے رہے اور آخر صبح کو پھر معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے تو ہرگز سننے نہیں جائیں گے۔

اب اخنس بن شریق ابوسفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے ابوحنظلہ تمہاری کیا رائے ہے؟ تم نے محمد ﷺ سے جو قرآن سنا ہے تم اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

ابوسفیان کہنے لگا، اے ابوثعلبہ! خدا کی قسم میں نے جو باتیں سنی ہیں ان کو خوب پہچانتا ہوں لیکن بعض ایسی باتیں ہیں جن کا مقصد اور معنی نہیں سمجھ سکا، تو اخنس نے کہا ابو سفیان خدا کی قسم میری بھی یہی حالت ہے۔

اس کے بعد اخنس بن شریق ابوجہل کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوالحکم! تم نے محمد ﷺ سے جو کچھ سنا ہے اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اور تم نے کیا سنا؟ تو ابو جہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف مقام شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست وگریباں رہے ہیں، انہوں نے دعوتیں کیں ہم نے بھی کیں، انہوں نے خیر وسخاوت کی ہم نے بھی کی حتیٰ کے ہم کو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے ہمارے پاس تو خدا کا ایک پیغمبر ہے، اس پر آسمان سے وحی اترتی ہے تو اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں، خدا کی قسم ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہیں کریں گے، اخنس بن شریق یہ سن کر چلا گیا۔ افسوس کہ حق کو حق سمجھ کر بھی ایمان نہ لائے اور یوں ہی جھوٹی چودھراہٹ کے تحفظ میں جہنم کی آگ کا سودا کر بیٹھے۔

(تفسیر ابن کثیر، بحوالہ صحیح اسلامی واقعات۔ ص:۹۹)

اگر مرد عبادت کر سکتے ہیں تو ہم عورتیں کیوں نہیں کر سکتیں؟

عبید بن عمیر تابعی گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فصیح زبان دی تھی ان کی مجلس میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی بیٹھے تھے، اوران کے دل پر اثر کرنے والی گفتگو سے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے یہ تابعی پرہیز گار متقی بھی تھے۔

مکہ میں ایک خوبصورت عورت تھی اور وہ شادی شدہ تھی اللہ تعالیٰ نے اسے معمولی حسن سے نواز رکھا تھا۔

یہ حسن بھی عجیب چیز ہے بڑے بڑے بہادر پہلوان اس کے ایک انداز غلط نگاہ کے وار سے ڈھیر ہو کر بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، وہ بہادر اور پہلوان جو کسی وار میں نہ آتا ہو بسا اوقات حسن کی ایک بھولی سی نظر سے اس کے قلب وجگر کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ یہ عورت ایک دن آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی اور اپنے شوہر سے کہنے لگی کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو میرا چہرہ دیکھے اور وہ اس پر فریفتہ نہ ہو؟ شوہر نے کہا، ہاں ایک شخص ہے کہنے لگی کون ہے؟ اس کے شوہر نے کہا عبید بن عمیرؒ۔ اس عورت کو اب شرارت سوجھی کہنے لگی، اگر آپ مجھے اجازت دیں میں ابھی انہیں اسیر محبت بنائے دیتی ہوں (شوہر کو کیا پتا تھا کہ خود شکار ہو جائے گی) شوہر نے کہا، اجازت ہے

چنانچہ وہ عورت عبید بن عمیرؒ کے پاس (پردے کی حالت میں) آئی اور کہا، مجھے آپ سے تنہائی میں ایک مسئلہ پوچھنا ہے، چنانچہ عبید بن عمیرؒ مسجد حرام کے ایک گوشے میں اس کے ساتھ الگ کھڑے ہوئے، تو اس عورت نے اپنے چہرے پر سے پردہ اٹھا دیا اور اس کا چاند سا چہرہ قیامت ڈھانے لگا، عبید بن عمیرؒ نے اس کو بے پردہ دیکھ کر فرمایا خدا کی بندی، اللہ سے ڈرو، عورت کہنے لگی، میں آپ پر فریفتہ ہو گئی ہوں آپ میرے متعلق غور کر لیں۔ دعوت گناہ کی طرف اشارہ تھا، عبید بن عمیرؒ اس کے جالے میں پھنسنے والے کہاں تھے ان کی حالت تو کہہ رہی تھی۔

اے بادِ بہار درامت چھیڑ نہ ہمیں لگ رہ اپنی
تجھے اٹکلیاں سوجھی ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں

عبید بن عمیرؒ نے اس عورت سے کہا کہ میں تجھ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اگر تو نے صحیح اور درست جوابات دیئے تو میں تیری دعوت پر غور کر سکتا ہوں، اس عورت نے ہاں بھرلی اور حضرت عبید بن عمیرؒ نے فرمایا، موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آجائے اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا؟ وہ عورت کہنے لگی ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا جواب درست، پھر فرمایا لوگوں کو ان کے اعمال نامے دیئے جا رہے ہوں اور تجھے اپنے اعمال نامے کے متعلق نہ معلوم ہو کہ وہ دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں ہاتھ میں تو اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا؟ کہنے لگی ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا جواب درست، پھر فرمایا پل صراط کو عبور کرتے ہوئے تجھے اس گناہ کی خواہش ہوگی؟ کہنے لگی ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا جواب درست، پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کے سوال و جواب کے لئے جس وقت تو کھڑی ہوگی اس وقت اس گناہ میں تجھے رغبت ہوگی؟ کہنے لگی ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا جواب درست اس کے بعد عبید بن عمیرؒ نے اسے مخاطب ہو کر کہا کہ اے اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر اللہ نے تجھ پر انعام واحسان کیا ہے اس کی نافرمانی نہ کر اور اس سے ڈرتی رہ۔

چنانچہ جب وہ عورت گھر لوٹی تو اس کے دل کی کائنات ہی بدل چکی تھی، دنیوی لذتیں اور شوخیاں اسے بے حقیقت معلوم ہونے لگیں، شوہر نے اس عورت سے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگی مرد اگر خدا کی عبادت کر سکتے ہیں تو ہم عورتیں کیوں نہیں کر سکتیں؟ ہم کیوں پیچھے رہیں، اور وہ عورت اس کے بعد نماز روزہ اور عبادت میں منسلک ہو کر ایک عابدہ، زاہدہ اور پرہیزگار خاتون بن گئی، اس کا آزاد منش شوہر اس کی یہ حالت دیکھ کر کہا کرتا تھا "مجھے عبید بن عمیر کے پاس شرارت کے لئے اپنی بیوی بھیجنے کا کس نے مشورہ دیا تھا؟ اس نے تو میری بیوی کو بگاڑ کر رکھ دیا، پہلے تو ہماری ہر رات سب زفاف تھی اب اس

کی ہر رات عبادت بن گئی ہے، وہ راتوں کو عبادت میں مشغول ہو کر راہبہ بن چکی ہے۔ (سبحان اللہ)

(کتاب الثقات للعجلی جلد ۲، ص: ۱۱۹ بحوالہ کتابوں کی درس گاہ میں)

یہ کوئی بزرگی کی علامت نہیں ہے

ایک بزرگ تھے ان کی ایک شخص نے دعوت کی جب وہ کھانا کھانے کے لئے بلانے کے لئے آیا تو وہ بزرگ اس کے ساتھ تشریف لے گئے، جب گھر پہنچے تو اس شخص نے کہا کہ آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا کہ بھائی تم نے ہماری دعوت کی تھی اسی وجہ سے آیا ہوں، وہ شخص کہنے لگا کہ آپ بھی عجیب آدمی ہیں لوگوں کے سر پڑتے ہیں (یعنی کہ ہم نے دعوت کی نہیں آپ ایسی ہی ہمارے گلے پڑ رہے ہیں) جاؤ کیسی دعوت ہے۔

چنانچہ وہ بزرگ واپس چلے آئے، وہ شخص پھر آیا اور کہا کہ آپ بھی عجیب شخص ہیں آپ اس قدر نخرے باز ہیں آپ کی دعوت کی تھی چلتے کیوں نہیں؟ چنانچہ یہ بزرگ پھر اس کے ساتھ ہو لئے اور جب گھر پہنچے تو پھر وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے تو دعوت نہیں کی آپ خواہ مخواہ آئے ہیں جان نہ پہچان خواہ مخواہ بنتے ہیں آپ میرے مہمان، یہ بزرگ پھر چلے گئے۔

وہ شخص تیسری مرتبہ پھر آیا اور کہا کہ آپ بڑے متکبر ہیں کیا آپ کو دس دس دفعہ بلایا جائے گا؟ آپ آتے کیوں نہیں؟ چنانچہ یہ بزرگ پھر ساتھ چلے، غرض اس ظالم شخص نے تین چار مرتبہ ایسا ہی کیا اور وہ بزرگ ہر دفعہ آتے تھے اور یہ شخص اس کو ذلیل وخوار کر کے بھگا دیتا تھا، اس کے بعد وہ شخص پاؤں میں گر پڑا اور کہا کہ حضرت خدا کے واسطے میرا قصور معاف فرما دیں؟ میں نے یہ حرکت قصداً آپ کا امتحان لینے کے لئے کی تھی، معلوم ہو گیا کہ آپ واقعی بزرگ ہیں۔

اس بزرگ نے فرمایا کہ بھائی یہ تو کوئی علامت بزرگی کی نہیں ہے، یہ خصلت تو

کتے میں بھی ہوتی ہے کہ روٹی دکھلا دو آجائے گا اور دھتکا دو تو چلا جائے گا۔

(اشرف الحکایات، ص:۱۳۰)

ایک باندی کی عقلمندی

خلیفہ ہارون الرشید کے ہاں ایک بہت بڑا جشن تھا اس کے اندر ہارون الرشید نے مختلف قسم کی چیزیں رکھوائی ہوئی تھیں ہارون الرشید نے مجلس حاضرین سے کہا جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا وہ چیز اسی کی ہو جائے گی، سب نے اپنی اپنی پسندیدہ چیز پر ہاتھ رکھ دیا۔

ایک باندی خلیفہ ہارون الرشید کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی اس نے خلیفہ ہارون الرشید کی کمر پر ہاتھ رکھ دیا، ہارون الرشید نے غضب ناک ہو کر کہا، یہ کیا حرکت ہے؟ اس باندی نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے وہ چیز اسی کی ہو جائے گی، استثناء حضور نے نہیں فرمایا تھا، پس میں نے حضور ہی کو پسند کیا ہے اس لئے کہ جب حضور میرے ہو گئے یہ سب چیزیں میری ہو گئیں، خلیفہ کو اس کی ذہانت پر بڑا تعجب ہوا اور اس کو اپنے خواص یعنی گھر والوں میں شامل کر لیا۔ (ایضاً، ص:۳۵)

عبداللہ بن تامر کی ایمان افروز آزمائش اور اس کی شہادت

امام نسائیؒ، امام احمدؒ امام ترمذیؒ اور امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں بروایت صہیب رومی حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے (ان نقول میں کسی قدر کمی زیادتی ہے مگر ہم خلاصہ نقل کرتے ہیں) کہ کوئی بڑا جلیل القدر بادشاہ تھا اس کے یہاں ایک کاہن یا ساحر (جادوگر) تھا جو اپنے فن میں کمال رکھتا تھا اس کی سلطنت گویا اسی کے جادو کے بل بولتے پر قائم تھی، بادشاہ کے دشمنوں کو وہ اپنے جادو کے زور سے ہلاک کر دیتا تھا، لڑنے بھڑنے کی ضرورت نہ پڑتی تھی، امرائے سلطنت اور ارکان دولت اگر بادشاہ سے ناراض ہوتے یا سرتابی کرتے تو یہ اپنے جادو سے ان کا رخ بادشاہ کی طرف موڑ دیتا تھا، اس طرح وہ ہر کام

جادو سے کرالیتا تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا اور اس کو اپنی زندگی سے ناامیدی ہوئی تو اس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں میری عمر اخیر ہونے کو ہے، آپ کوئی ذہین اور سمجھدار لڑکا میرے سپرد کریں تا کہ میں اس کو اپنا علم سکھادوں، تا کہ میرے بعد وہ آپ کے امور سلطنت کو درست رکھے، چنانچہ بادشاہ نے ایک عاقل اور ہوشیار لڑکا اس کے حوالے کر دیا، وہ لڑکا اس جادوگر کے پاس صبح شام حاضر ہونے لگا اور جادو کا فن سیکھنے لگا، راستے میں ایک راہب (درویش) اپنے صومعہ (عبادت خانہ) میں رہتا تھا۔

(معمر راوی کہتے ہیں کہ اس وقت راہب لوگ اپنے اصلی دین عیسوی پر قائم تھے،) ایک دن اس لڑکے نے دیکھا کہ بہت سے لوگ صومعہ (عبادت خانہ) سے نکل رہے ہیں اس لڑکے نے معلوم کیا کہ یہاں کون رہتا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہاں ایک راہب (عابد) رہتا ہے یہ سن کر وہ لڑکا بھی اس راہب کے پاس پہنچا اور اس کی باتیں سنیں، راہب کی باتوں سے اس کا قلب متاثر ہوا۔

راہب نے اس لڑکے کو دین حق اور توحید کی تعلیم دینی شروع کی تو وہ لڑکا ایمان لے آیا، یہ لڑکا جادوگر کے پاس جاتے ہوئے راستے میں راہب کے پاس ٹھہر جاتا تھا، اور دیر ہوجانے کی وجہ سے جادوگر اس لڑکے پر غصہ ہوتا تھا اور زدوکوب کرتا، لڑکا کہہ دیتا کہ مجھے گھر میں دیر ہوگئی، آخر جادوگر نے بادشاہ کے پاس شکایت کی، بادشاہ نے لڑکے کو تاکید کی کہ ساحر کے پاس سویرے پہنچا کرو، اس کے درباریوں نے کہا کہ یہ لڑکا سویرے گھر سے آتا ہے، راستے میں دیر کرتا ہے، تو بادشاہ اور ساحروں نے یہ خیال کیا کہ کھیل میں لگ جاتا ہوگا، اس لئے دونوں نے لڑکے کو خوب تنبیہ کی، لیکن لڑکا درویش کے پاس جاتا رہا۔

ایک دن یہ لڑکا راہب کے پاس سے بادشاہ کی طرف واپس ہورہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ کسی مہلک جانور (شیر یا اژدھے) نے راستہ روک رکھا ہے لوگ ادھر ادھر (دونوں طرف) رکے کھڑے ہیں، لڑکے نے دل میں خیال کیا کہ آج امتحان لیتا ہوں کہ راہب

حق پر ہے یا ساحر حق پر ہے؟ یہ خیال کر کے اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اٹھایا کہ اے خدا اگر اس راہب کا مذہب حق ہے تو اس پتھر سے اس جانور کو ہلاک فرما، اور وہ پتھر اس کو مار دیا اور وہ جانور اس سے فوراً ہلاک ہو گیا، لوگوں نے یہ واقعہ دیکھا تو کہنے لگے کہ اس کو جادوگری میں کمال حاصل ہو گیا ہے، لڑکے کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی اور اس کی خوب شہرت ہو گئی۔

آہستہ آہستہ یہ خبر راہب تک بھی پہنچ گئی اس نے لڑکے کو تنہائی میں بلا کر کہا بیٹا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی و کمال سے نوازا ہے، میں جانتا ہوں کہ تیرا مرتبہ بہت بلند ہوگا، اور تو کسی آزمائش میں مبتلا ہوگا لیکن یاد رکھنا میں بہت کمزور اور بوڑھا ہوں کسی کو میرا پتہ نہ دینا، لڑکے سے قول و قرار لیکر راہب مطمئن ہو گیا، ادھر راہب کی صحبت اور انجیل مقدس کی تلاوت و اتباع کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس لڑکے کو ولایت عظمیٰ سے نوازا، یہاں تک کہ کوڑھی، مادرزاد نابینا، اور لاعلاج مریض اس لڑکے کی دعا سے شفایاب ہونے لگے لڑکا خوب مشہور ہو گیا، اس شہرت کو سن کر اس بادشاہ کا نابینا مصاحب اس کے پاس آیا اور خوب تحفے نذرانے پیش کر کے عرض کیا کہ مجھ پر بھی توجہ فرمایئے، اور میری آنکھیں بھی اچھی کر دیجئے، لڑکے نے کہا کہ مجھے کوئی نذرانہ ہدیہ درکار نہیں اور شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ شفا دینے والا ہے، اگر آپ اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لائیں اور شرک و بت پرستی سے توبہ کر لیں تو میں اللہ سے دعا کروں گا پروردگار عالم آپ کی بینائی واپس عطاء فرما دیں گے، وہ اندھا اسی وقت مجلس میں مشرف بایمان ہوا اور لڑکے نے دعا کی اور اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں، معمول کے مطابق جب یہ شخص بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو بادشاہ کو اس کی بینائی پر تعجب ہوا؟ اس سے معلوم کیا کہ میری مملکت کے تمام معالج تیری آنکھ کے علاج سے عاجز ہو گئے تھے آخر تجھ کو کس سے شفا حاصل ہوئی؟ مصاحب نے کہا کہ میرے پروردگار نے اپنی قدرت سے مجھے بینائی عطاء فرمائی ہے

بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا تیرا پروردگار کون ہے؟ مصاحب نے کہا کہ میرا اوراس کا اوراس ساری کائنات کا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، بادشاہ غضب ناک ہوا اوراس مصاحب کو سخت سزا دی اور پوچھا کہ یہ عقیدہ تجھ کو کس نے سکھایا؟ سختی سے گھبرا کراس نے لڑکے کا نام بتادیا، بادشاہ نے لڑکے کو بلایا اور کہا کہ تجھ کو میری پرورش اور میرے جادوگر کے فیض سے یہ کمال حاصل ہوا ہے، لڑکے نے کہا کہ میرے اور آپ کے اور جادوگر کے ہاتھ میں شفا نہیں ہے یہ اللہ کی قدرت پر موقوف ہے، بادشاہ سخت ناراض ہوا اوراس کو کڑی سزا دلوائی اور کہا یہ لڑکا بہت غائب رہتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی جگہ جاتا تھا وہاں اس کے خیالات بدل گئے، جادوگر نے بھی دربار میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یہ لڑکا مدت سے غائب ہے، میرے پاس نہیں آتا۔

بادشاہ نے کہا اس سے سختی سے پوچھا جائے کہ یہ مدت سے کہاں رہا اور کس کے پاس آتا جاتا ہے جب سختی حد سے بڑھ گئی تو لڑکے نے مجبور ہوکر گوشہ نشین راہب کا نام بتادیا، بادشاہ نے راہب کو گرفتار کرکے حاضر دربار کیا اوراس سے کہا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پھیرے گا تو تجھ کو آرے سے چیر دیا جائے گا، راہب نے کہا کہ میں ہرگز اپنے دین برحق سے نہ پھیرو گا، اور جو مصیبت آئے گی اس پر صبر کروں گا۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو آرے سے چیر دیا گیا، پھر مصاحب کو بلا کر یہی کہا، مصاحب نے بھی دین برحق کو چھوڑنے سے انکار کردیا اوراس کو بھی آرے سے چیر کر شہید کردیا گیا، پھر لڑکے کو بلا کر سمجھایا گیا کہ اگر تجھ کو زندگی محبوب ہے تو باز آجا ورنہ تو ان دونوں کا انجام دیکھ چکا ہے، تیرا حشر بھی یہی ہوگا لڑکے نے بادشاہ کی بات ماننے سے انکار کردیا، تو بادشاہ نے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجاؤ اوراس کو خوب سمجھاؤ اگر مان گیا تو اس کو بڑا مقام دوں گا اور اپنا مصاحب بنالوں گا ،اوراگر یہ باز نہ آئے تو پہاڑ کی چوٹی پر سے اس کو دھکیل دینا تاکہ اس کے اعضاء پاش پاش ہوجائیں۔

جب اس کو پہاڑ پر لے گئے اور سمجھایا دھمکایا تو لڑکے نے اللہ سے اپنی حفاظت کی دعا کی، اسی وقت پہاڑ پر زلزلہ پیدا ہوگیا اور شاہی لوگ پہاڑ پر سے گر کر ہلاک ہوگئے، لڑکا بعافیت گھر واپس آیا، بادشاہ نے پوچھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں؟ جو تجھ کو لے گئے تھے، لڑکے نے جواب دیا کہ میرے پروردگار نے ان کے شر سے میری حفاظت کی اور ان کو ہلاک کر دیا، بادشاہ نے دوسرے چند آدمیوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی میں سوار کر کے دریا میں لے جاؤ یہ اپنے دین سے باز آئے تو بہتر ہے ورنہ دریا میں پھینک دو، چنانچہ وہ اس کو دریا میں لے گئے، اور سمجھایا، لڑکے نے پھر دعا کی تو کشتی الٹ گئی اور شاہی لوگ غرق ہوگئے، اور لڑکا صحیح سالم واپس آیا گیا، بادشاہ نے ماجرا پوچھا تو لڑکے نے پورا قصہ بیان کر دیا۔

اس لڑکے نے کہا اے بادشاہ تو مجھے مار نہیں سکتا ہاں تجھ کو میرا قتل ہی مقصود ہے تو اس کی تدبیر میں بتاتا ہوں، اگر وہ تدبیر اختیار کرے گا تو تو مجھ کو مار سکے گا، بادشاہ نے تدبیر پوچھی، تو لڑکے نے کہا، اس شہر کے تمام لوگوں کو شہر سے باہر ایک میدان میں جمع کر لے اور مجھ کو سولی پر چڑھا کر ایک تیر اپنی ترکش سے نکال کر کلمہ "بسم اللہ رب ھذ الغلام" کہہ کر وہ تیر میرے مار تو میں مر جاؤں گا، بادشاہ نے یہی کیا تو تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر لگا، اس لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھ لیا، اور یہ کہتا ہوا شہید ہوگیا کہ میں اپنے پروردگار کے نام پر شہید ہو کر کامیاب ہوگیا۔

اور اس واقعہ کو دیکھنے پر تمام لوگوں نے بآواز بلند کہا کہ ﴿امنا برب الغلام امنا برب الغلام﴾ یہ سن کر بادشاہ کے درباریوں نے کہا آپ نے ان تینوں کو ہلاک کر دیا ہے جو آپ کے مذہب کے خلاف تھے، مگر اب تو سب ہی لوگ آپ کے خلاف ہو گئے، یہ بات سن کر بادشاہ نہایت غضبناک ہوا اور ترشندگی سے چلا اٹھا اور خندقیں کھدوا کر اس میں آگ دہکانے کا حکم دیدیا، چنانچہ خندق میں آگ دہکائی گئی، اس کے کنارے پر اعیانِ سلطنت کرسیاں بچھا کر بیٹھ گئے اور سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا

اور کارندوں سے کہا کہ سب سے معلوم کرو، جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو آگ میں ڈالدو، چنانچہ شاہی فرمان کے مطابق ایمان والوں کو آگ میں ڈالنا شروع کیا گیا، یہاں تک کہ ایک ایسی عورت کو بھی لایا گیا جس کی گود میں بچہ تھا عورت کو جب آگ میں ڈالنے لگے تو وہ ہچکچائی، بادشاہ نے کہا کہ عورت کو رہنے دو پہلے اس کے بچے کو آگ میں ڈال دو شاید اس طرح وہ اپنے ایمان سے واپس ہو جائے۔

چنانچہ اس کے بچے کو آگ میں پھینک دیا گیا، بچے نے آواز بلند کہا، اماں جی! آپ صبر کریں اور بلا گھبراہٹ بسم اللہ پڑھ کر آگ میں کود پڑو یہ آگ گل وگلزار بن جائے گی، عورت یہ سن کر بغیر کسی گھبراہٹ کے آگ میں کود گئی، اور وہ آگ ایسی بھڑکی کہ اس نے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو جو کہ کرسیوں پر بیٹھے مظلوموں کو جلنے کا تماشہ دیکھ رہے تھے، سب کے سب کو جلا کر خاک کر دیا۔

حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کے آگ میں گرنے سے پہلے ہی ان کی روح قبض کر لی تھی، اس طرح ان کو اس آگ کی تکلیف سے اللہ نے محفوظ رکھا، محمد بن اسحاقؒ نے اس واقعہ کو بہت تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس لڑکے کا نام عبداللہ بن تامر بتایا ہے۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ یمن کے شہر نجران میں پیش آیا تھا، اور اس حادثہ میں اس ظالم بادشاہ (ذونواس) نے تقریباً بیس ہزار آدمیوں کو آگ میں ڈال کر شہید کیا تھا اس بارے میں دوسرے بھی اقوال ہیں، محمد اسحاق کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ لڑکا عبد اللہ بن تامر جس مقام میں مدفون تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں اتفاق سے کسی ضرورت کی بنا پر وہ زمین کھودی گئی تو اس میں عبداللہ بن تامر کی لاش صحیح وسالم اس طرح برآمد ہوئی کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے، اور اسکا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھا ہوا تھا، کسی دیکھنے والے نے ان کا ہاتھ جگہ سے ہٹایا تو خون جاری ہو گیا پھر وہ ہاتھ اسی جگہ رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا۔

اس عبداللہ بن تامر کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جس پر اللہ ربی کندہ تھا، عامل یمن نے اس واقعہ کی اطلاع فوراً حضرت عمر فاروقؓ کو دی حضرت فاروق اعظم نے جواب میں لکھا کہ ان کو ان کی سابقہ حالت پر انگوٹھی سمیت دفن کرو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

(درسی تفسیر عم پارہ ص:۱۴۱ تا ۱۴۴)

ایک نوجوان کے قبول اسلام کی کہانی خود اس کی زبانی

میں ۱۹۲۲ء میں ضلع جہلم کے ایک دور افتادہ گاؤں میانی میں ایک ہندو خاندان میں پیدا ہوا۔ والدین نے میرا نام کرشن لال تجویز کیا، میرے خاندان کے تمام افراد سناتن دھرمی عقائد کے مالک تھے اور شروع شروع میں میرا میلان طبع بھی انہی عقائد ونظریات کی طرف تھا۔ لیکن جب آٹھویں جماعت میں پہنچا تو میرا رجحان خود بخود دین اسلام کی طرف ہونے لگا اسی اثنا میں بوچھال کلاں ضلع جہلم کے ایک عالم دین مولانا عبدالرؤف صاحب سے میری ملاقات ہوئی انھوں نے متعدد نشستوں میں مجھ پر اسلام کی حقانیت واضح کی۔ میں ان کے مواعظ سے بہت متاثر ہوا لیکن میں ابھی بچپن کی منزل ہی کا راہی تھا اس لئے اپنے آبائی مذہب اپنے خاندان، اپنے بہن بھائیوں، اپنے والدین اور گھر بار کو چھوڑنے کا خیال بھی میرے ننھے سے دل میں قیامت خیز زلزلہ برپا کر دیتا۔ میرا معصوم سا ذہن ایسی سوچ سے لرز جاتا۔ جب بھی مجھے اسلام قبول کرنے کا خیال آتا دل میں ماں اور بھائیوں کی محبت کا بہاؤ تیز ہو جاتا تھا بچپن کی ناتجربہ کاری اور ناپختگی میرے آڑے آتی اور میں کسی حتمی فیصلہ پر نہ پہنچ پاتا۔ یکم مارچ ۱۹۳۸ء کی سہانی اور مبارک رات میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے عین سامنے کھڑا ہوں، سید الاولین والآخرین محمد رسول اللہ ﷺ (فداہ روحی، ابی، امی) دیوار کعبہ سے تکیہ لگائے میرے سامنے جلوہ افروز ہیں اور ارد گرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما ہیں۔ میں والہانہ جذبہ شوق کے عالم میں صحابہؓ کے درمیان

سے گزرتا ہوا سیدالانبیاء کی بارگاہ اقدس میں پہنچا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آنحضرت ﷺ نے اٹھ کر اپنے مبارک ہاتھوں میں میرا ہاتھ تھام لیا۔ جس سے میرے بدن کے ہر رگ وریشہ میں مسرت وشادمانی کی ایک عجیب سی لہر دوڑ گئی۔

فرمایا! کہو کیسے آئے ہو؟

''مشرف باسلام ہونے کے لئے آیا ہوں'' میں نے عرض کیا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ کا پرانوار چہرہ مسرت سے چمک اٹھا۔

میرا ہاتھ اپنے مقدس ہاتھوں میں تھام کر آپ ﷺ نے کچھ پڑھا جسے میں اس وقت سمجھ نہیں سکا۔ پھر فرمایا اب تم دولت اسلام سے بہرور ہو گئے ہو۔

حسب معمول صبح آنکھ کھلی تو میرا ننھا سا دل خوشی کے جذبات سے معمور تھا۔ جب والدہ محترمہ کے پاس بیٹھ کر کھانا کھانے لگا تو انھوں نے مجھ سے خلاف معمول اس قدر خوش خوش نظر آنے کی وجہ پوچھی میں اس بات کو ٹال گیا۔

اسکول کے اوقات میں مولانا عبدالرؤف صاحب سے مل کر انہیں جب رات کا پرلطف خواب سنایا تو انھوں نے فرمایا روزانہ سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کیا کرو۔ تین مارچ ۱۹۳۸ء کو جمعرات کا دن تھا میں رات کو حسب معمول سو رہا تھا کہ خواب میں یوں محسوس ہوا جیسے اسکول بند ہونے پر میں میانی کے تمام طلبہ کے ساتھ گھر آ رہا ہوں۔ راستے میں ایک قوی ہیکل۔ دیوقامت اور کریہ المنظر شخص کھڑا ہے جسے دیکھ کر ہم سب پر لرزا طاری ہو گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا یہ دجال ہے ہم میں سے جس سے بھی یہ پوچھے کہ تم کس کے بندے ہو وہ یہی جواب دے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔

پھر وہ میرے ساتھیوں سے فرداً فرداً سوال کرنے لگا اور جو طالب علم اس کی مرضی کے مطابق جواب دیتا اسے قسم قسم کے کھانے مزے مزے کے پھل اور طرح طرح کے کھلونے دیتا اور جو اس کی بات نہ مانتا اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ آخر میں جب

میری باری آئی تو اس نے پوچھا کس کے بندے ہو؟

''اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں'' میں نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ یہ سنتے ہی اس نے میرے اس زور سے گھونسا رسید کیا کہ میں کئی گز دور جا گرا، اور رونے لگا۔ دجال نے تحکمانہ لہجے میں آواز دیتے ہوئے کہا۔ اِدھر آؤ۔ میں ڈرتا کانپتا ادھر چلا ہی تھا کہ میرے کانوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شیریں آواز پڑی۔ پہلے میرے پاس آؤ'' آپ کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ ابھی دو دن پہلے تو میں نے آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں دیکھا تھا آج یہاں کیسے تشریف لائے۔ میں دجال کی سخت مار کی وجہ سے روتا ہوا آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں پہنچا۔ آپ ﷺ نے میری کمر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا! دیکھو میں صرف تمہاری خاطر یہاں آیا ہوں۔ دجال کی بات ہرگز نہ ماننا میں تمہارے لئے دعا کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تم ناکامی کا منہ نہیں دیکھو گے'' یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ جب تشریف لے گئے تو میں دجال کے پاس پہنچا۔

اس نے پھر وہی سوال دہرایا۔ اور میں نے بھی حسب سابق وہی جواب دے دیا۔

اس پر وہ مارے غضب کے لال پیلا ہو گیا اور اس نے جب جھلا کر میرے منہ پر تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مارے دہشت کے میری چیخ نکل گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی اور پھر صبح تک مجھے نیند نہ آسکی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج بوجھال کلاں پہنچ کر قبول اسلام کا اعلان کر دوں گا۔ والدہ محترمہ نے جب صبح کو کھانا تیار کیا تو میں نے ان کے پاس بیٹھ کر کھایا، اس وقت دل میں جذبات کا تلاطم برپا تھا۔ جانتا تھا کہ آج ہمیشہ کے لئے ماں اور بھائیوں سے جدا ہو رہا ہوں۔ پھر اس گھر میں جہاں زندگی کی کئی بہاریں دیکھی ہیں شاید ہی قدم رکھنا نصیب ہو۔ بھائیوں کی محبت و شفقت نے مجھے مجبور کیا تو بہانے بہانے میں نے ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دل کو تسکین دی۔ اسی طرح حیلے بہانے سے پیاری ماں کے قدم چھو کر ہدیہ عقیدت و احترام پیش کیا۔ کھانے سے

فارغ ہوا تو بستہ اٹھایا اور اپنے گھر، تینوں بھائیوں اور محترمہ والدہ کی طرف حسرت بھری نگاہ ڈالی اور پرنم آنکھوں سے میں اپنے آبائی گھر سے رخصت ہو گیا۔

۴ مارچ ۱۹۳۸ء کو جمعہ کا مبارک دن اور محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ میں دوپہر کے وقت تیار ہو کر سیدھا مسجد میں داخل ہوا، مولانا عبدالرؤف صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا، اور غازی احمد نام تجویز ہوا۔

میرے اسلام لانے کی اطلاع جب گھر پہنچی تو کہرام سا مچ گیا سب نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ میرے والد صاحب کشمیر میں ملازم تھے انھیں اور دوسرے رشتہ داروں کو بذریعہ تار مطلع کیا گیا۔ ابھی تین چار روز بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ والد صاحب نے دوسرے رشتہ داروں سے ملکر مولانا عبدالرؤف اور ملک محمد طفیل ہیڈ ماسٹر پر مقدمہ دائر کر دیا کہ انہوں نے ہمارے نابالغ بچے کو ترغیب و ترہیب سے زبردستی مسلمان بنالیا ہے۔ ایس۔ ڈی۔ ایم کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ ایک طرف والد محترم اور متعدد ہندو رشتہ دار تھے اور دوسری طرف میں اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ۔عدالت میں میرے بیان ہوئے میں نے کہا! میں اپنی رضا و رغبت سے مسلمان ہوا ہوں میرے قبول اسلام میں کسی فرد و بشر کا ہاتھ نہیں میں مسلمانوں ہی کے پاس رہوں گا۔ والدین کے پاس مجھے جان کا خطرہ ہے۔ جب فیصلہ میرے حق میں ہوا تو مسلمان خوشی سے نعرے لگاتے ہوئے عدالت سے واپس لوٹے۔

میرے والد صاحب بھلا کب نچلے بیٹھنے والے تھے۔ انھونے مختلف عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر انہیں کہیں بھی کامیابی نصیب نہ ہو سکی پولیس نے ہندوں کے دباؤ میں آکر بڑی تحقیق و تفتیش سے کام لیا۔ مگر میرے رشتہ داروں کو اپنا مقصد حل ہوتا نظر نہ آیا۔ ہر عدالت میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان میرے ساتھ ہوتے ۔ جو اکثر اوقات بوچھال کلاں سے پیدل چل کر جایا کرتے۔ اس کے بعد والد محترم نے سیشن جج جہلم کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ میرے نابالغ لڑکے کو زبردستی مسلمان بنالیا گیا ہے۔ جہلم کے

سرکردہ ہندؤان کے ساتھ تھے جنہوں نے مل ملا کر جج صاحب پر دباؤ ڈالا۔
عدالت میں پیشی ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ جج کا رویہ میرے بارے میں ٹھیک نہیں ہے۔اس پیشی پر دو تین حضرات میرے ساتھ تھے جج صاحب نے مجھے دوسری تاریخ پیشی تک والد کے سپرد کیا۔جب میں نے اپنے والد محترم کیساتھ جانے سے انکار کیا تو مجھے زبردستی کار میں بٹھادیا گیا اور دریا کے کنارے ایک مندر میں مجھے لایا گیا جہاں سارا دن میں نے رورو کر گزارا۔والدہ محترمہ کو جہلم بلایا گیا۔انہوں نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے ان کے حق میں بیان نہ دیا تو وہ گھر پر زندہ نہیں جائیں گی بلکہ دریا میں کود کر خودکشی کرلے گی۔دوسرے ہندو بھی وقتاً فوقتاً آکر مجھے سمجھاتے بجھاتے اور قسم قسم کا لالچ دیتے رہتے۔

اس اثناء میں والد صاحب نے ہندؤاکابر کے اثر ورسوخ سے کام لے کر ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر جہلم سے میرے نابالغ ہونے کا سرٹیفکٹ حاصل کرلیا اور اسے مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے ہی عدالت میں پیش کردیا۔جج صاحب نے جب مجھ سے پوچھا کہ آپ والدین کے پاس رہنے میں خوش ہیں؟ تو میں نے نفی میں جواب دیا۔لیکن افسوس کہ میری بات کسی کو وقعت نہ دی گئی اور زبردستی مجھے والدین کے سپرد کردیا گیا۔
تعجب تو اس بات پر تھا کہ والد محترم کے حق میں فیصلہ دینے والے جج صاحب مسلمان تھے۔والد محترم بتایا کرتے تھے کہ انھوں نے ان صاحب کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرایا تھا۔

اسی دن والد محترم مجھے ساتھ لے کر کشمیر روانہ ہوگئے۔دو تین دن جموں میں ایک پنڈت صاحب کے ہاں فروکش ہوئے۔پنڈت صاحب نے بھی مجھے رام کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ان کے غیر معقول دلائل مجھے ذرا بھی متاثر نہ کرسکے۔ یہاں پہنچ کر میں نے مولانا عبدالرؤف صاحب کو خط لکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوسکا۔

والد محترم نے وہ خط میری جیب سے نکال کر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ چوتھے دن والد بھدرواہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ بٹوت تک بس کے ذریعے پھر بھدرواہ تک پیدل ہی راستہ طے کیا۔ دوسرے دن میرے والد مجھے ایک پنڈت کی معیت میں گاؤں سے باہر ایک بلند پہاڑی پر لے گئے اور اپنے پاس بٹھا کر کہا! دیکھو میں اس مقدمے میں تم پر دس ہزار روپے خرچ کر چکا ہوں تم نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ خاندان میں میری ذرہ بھی عزت نہیں رہی۔ یہ کہا اور میرے والد کے آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ میں نے اپنی زندگی میں شاید پہلی اور آخری بار ہی والد کے آنکھوں میں اس طرح آنسو دیکھے تھے، میرا دل پسیج گیا مگر معاً مجھے رحمت ایزدی نے سہارا دیا اور حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے وہ تمام حالات میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ میں نے اپنے والد محترم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ کی پریشانیوں اور تکالیف کا احساس ہے آپ نے میرے لئے بہت کچھ کیا مگر میں دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ میرا دل ترک اسلام کا تصور تک بھی نہیں کر سکتا۔ اگر آپ مجھے اسلام پر قائم رہنے کی اجازت مرحمت فرمادیں تو تمام عمر آپ کی غلامی میں بسر کر دوں گا۔

والد نے یہ سنتے ہی چھڑی ہاتھ میں لے کر مجھے پیٹنا شروع کر دیا اور اتنا پیٹا کہ بدن سے خون بہہ کر سارے کپڑے خون آلود ہو گئے۔ اس پر بھی والد محترم کو نہ رحم آیا اور نہ ان کے ہاتھ کی حرکت میں کمی آئی۔ میں آدھ موا ہو کر بھی پڑا ٹھوکریں کھاتا رہا۔ آخر جب دل کا غبار اچھی طرح نکال چکے تو پنڈت سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

کیوں نہ میں اسے دریا میں دھکیل دوں۔ شاید اسی طرح کلنک کا یہ ٹیکا میرے ماتھے سے اتر جائے پہاڑی کی دامن میں بچھرتا ہوا دریا میرے سامنے تھا۔ اپنی موت کے خوف سے میں لرز گیا مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے میرے پائے ثبات میں لغزش نہ آنے دی اور میرے دل میں یہ خیال بار بار ابھرنے لگا کہ اگر والد مکرم نے مجھے

دریا میں پھینکا تو میں اپنے پیارے نبی ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کروں گا۔ میرے آقا آپ نے مجھے اسلام کی جو دولت بخشی تھی میں اس کو صحیح وسالم لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔

پنڈت صاحب جو مارے خوف کے کانپ رہے تھے۔ والد محترم سے کہا بچہ ہے۔ بڑا ہو کر سنبھل جائے گا۔ آپ کوئی سخت اقدام نہ کریں۔ والد صاحب نے اس کی بات مان لی اور مجھے ساتھ لے کر چپ چاپ گھر کی راہ لی گھر پہنچ کر والد نے خود میری مرہم پٹی کی۔ چھڑی کی مار اور بوٹوں کی ان گنت ٹھوکروں سے جسم کا رواں رواں زخمی تھا حتی کہ ناک، منہ اور آنکھیں تک متورم تھیں۔ تقریباً ہفتہ بھر بستر ہی پر دراز رہا۔ پھر والد محترم نے مجھے بھدرواہ ہائی اسکول میں داخل کرا دیا۔ میں ہندو لڑکوں کی نگرانی میں روز اسکول آنے جانے لگا۔ مسلمان طلبہ کو میرے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ہندو لڑکے ہی نہیں ہندو اساتذہ بھی مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ اسکول میرے لئے جہنم سے کم اذیت ناک نہ تھا۔ آخر کار میں نے دوست محمد نامی ہم جماعت سے تعلقات بڑھائے اور اس کے توسط سے مولانا عبدالرؤف صاحب کو خط لکھا اور بتایا کہ میں بفضل اللہ تعالیٰ اسلام پر قائم ہوں حضور نبی اکرم ﷺ کی دعاؤں کی برکت ہے کہ مجھے کوئی جسمانی تکلیف اسلام سے برگشتہ نہیں کر سکی۔ مولانا نے خط ملتے ہی قصبے کے سارے لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کوئی ہے جو جان پر کھیل کر ایک مسلمان کو کافروں کے عذاب سے چھٹکارا دلائے؟ اس پر ایک غریب لیکن جذبۂ شہادت سے سرشار شخص اٹھا اور اس نے اس خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس کا نام جان محمد تھا۔

جان محمد صاحب اسکول کے اوقات ہی میں بھدرواہ پہنچ گئے اور دوست محمد کی وساطت سے جب مجھے ان کی آمد کا پتہ چلا تو میں تفریح کے بعد روتا ہوا اپنے ماسٹر صاحب کی خدمت میں پہنچا اور کہا میرے پیٹ میں سخت درد ہے۔ مجھے چھٹی عنایت

فرمائی جائے ماسٹر صاحب نے چھٹی دے دی۔میں نے بستہ اٹھایا چھپتا چھپاتا آنکھ بچاتا ہوا مدرسہ سے نکل آیا۔

جام محمد صاحب نے ایک مسلمان رہبر کو ساتھ لیا اور ہم بھدرواہ سے بھاگ نکلے راتوں رات سفر کرتے ہوئے ریاست کشمیر سے نکل کر ریاست چنبہ کی حدود میں داخل ہوگئے ۔پھر مسلمان رہبر واپس ہوگیا اور ہم دونوں تقریباً ساٹھ میل سفر طے کر کے دوسرے دن صبح ڈلہوزی پہنچے۔تھکان سے میرا بُرا حال تھا کپڑے میلے اور پاؤں متورم تھے۔

شام کو براستہ پٹھان کوٹ جب امرتسر پہنچے تو میں نے اپنا آبائی لباس اتار کر دوسرے کپڑے پہنے اور امرتسر سے کھیوڑا کی راہ بوچھال کلاں پہنچ گئے بس اسٹینڈ پر لوگوں کا ایک ہجوم پذیرائی کے لئے موجود تھا۔

والد کو جب میرے فرار کا علم ہوا تو انھو نے تمام راستوں کی ناکہ بندی کرنے کے لئے تاریں دلا دیں۔لیکن جس راستے کو ہم نے اختیار کیا تھا وہ والد صاحب کے علم میں بھی نہ تھا،اس لئے ہم بچ نکلے۔

چند روز بعد والدہ صاحبہ سے ملاقات ہوئی،انھو نے اشکبار ہوکر فرمایا"بیٹا ہمیں اس قدر ذلیل ہی کرنا تھا تو پہلے بتا دیا ہوتا۔تاکہ خرچ کرنے سے تو بچ جاتے۔میں نے عرض کیا اماں جی!میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اسلام کو ترک کرنے پر کسی بھی صورت بھی امادہ نہیں ہوسکتا۔آپ میرے لئے کچھ نہ کریں۔ہاں ویسے میں آپ کا غلام ہوں۔آپ کی ہر خدمت میرے لئے سعادت کا موجب ہے مجھے آپ کے وہ احسانات یاد ہیں کہ جب بھی میرے خاندان والوں نے مجھے ختم کرنے کی کوئی سازش کی تو آپ نے مجھے اس سے پہلے ہی مطلع کر دیا۔اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

میں نے والدہ صاحبہ سے صلح کر لی تھی اور اکثر والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔مگر والد محترم کو میں نے چھ سال بعد دیکھا تھا راستے میں اچانک آمنا سامنا

ہوگیا۔ مگر وہ بغیر توجہ دیئے ہوئے میرے پاس سے گزر گئے میں بھی انہیں بلانے یا ان سے ہاتھ ملانے کی جرأت نہ کرسکا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے موقع پر میرے خاندان کے تمام افراد ہندوستان چلے گئے اور میں اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ پاکستان میں رہا اور اپنے آبائی مکان میں منتقل ہوگیا ۱۹۵۰ء میں والد کی وفات ہوگئی اور والدہ مکرمہ اور تین بھائی انبالہ کے قریب ایک گاؤں میں مقیم ہیں ۱۹۴۱ء میں میٹرک کا امتحان میں نے اسکول میں اول رہ کر امتیازی حیثیت سے پاس کرلیا بعد ازاں میں نے علوم دینیہ کی طرف توجہ دی، چنانچہ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۸ء تک مدرسہ خادم الشریعہ پنڈی گھیپ، مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن گجرات اور دارالعلوم دیوبند میں علوم دینیہ کی تکمیل کی ۱۹۴۸ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور صوبے بھر میں اول رہا۔

میرا ایمان ہے کہ یہ ساری کامرانیاں آنحضرت ﷺ کی دعا کی مرہون منت ہیں، ۱۹۵۴ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور دونوں میں اللہ کے فضل وکرم سے فرسٹ ڈویژن حاصل کی ۱۹۵۷ء میں بی ایڈ کیا ۱۹۵۸ء میں ایم اے عربی صوبے بھر میں اول رہ کر امتیازی حیثیت سے پاس کیا ۱۹۵۹ء میں ایم۔اے علوم اسلامیہ کا امتحان دیا اور صوبے بھر میں اول رہا۔ ان تمام عنایات پر میں اپنے مالک حقیقی کا شکر گزار ہوں۔
اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے اپنے اندر ایک بہت بڑا ذہنی روحانی انقلاب محسوس کیا۔ ورنہ اسلام لانے سے پہلے میں ایک متوسط ذہن کا مالک تھا۔ اسلام کے سایہ عافیت میں پناہ لینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی ترقی کے دروازے بھی میرے لئے کھول دیئے دوسری بات جو میں نے اپنی علمی زندگی میں محسوس کی وہ نبی اکرم کی دعا کا اثر ہے کہ مجھے آج تک کسی امر میں ناکامی کا سامنا نہیں ہوا اور آنحضرت کی دعا ہی میری زندگی کا سب سے قیمتی سرمایا ہے اور انشاء اللہ قیامت کے دن یہی دعا میری نجات کا باعث ہوگی۔ آمین ثم آمین۔

(از "من الظلمات الی النور")

حصہ دوم

فکر انگیز لطائف

(۱) چار بیوقوف

چار بیوقوف کہیں جا رہے تھے، راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت عمارت بنی ہوئی ہے، ان میں سے ایک نے کہا یار ہمیں بھی ایسی عمارت بنانی چاہئے تو دوسرے نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم بنا سکتے ہیں باقی دو نے کہا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا کہ تم میرے اوپر کھڑے ہو جاؤ تمہارے اوپر یہ تیسرا اور اس کے اوپر چوتھا کھڑا ہوگا، چنانچہ چاروں ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو گئے۔ ایک پولیس والا آیا اس نے دیکھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ پریشان ہوا اور غصہ کی حالت میں پولیس والے نے سب سے نیچے والے بیوقوف کو ایک زوردار طمانچہ مارا تو اوپر والے شخص نے کہا ارے فلانے ذرا نیچے دیکھو کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے نیچے والے بیوقوف نے کہا ”بھائی صاحب پولیس رشوت لینے آئی ہے۔“

(۲) دو شخص کے درمیان دلچسپ فیصلہ

دو آدمی ایک بکرے کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے دونوں نے بکرے کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا اس دوران ان کے درمیان ایک شخص آیا پوچھا کہ تم کیا کر رہے ہو؟ دونوں نے اس سے کہا تم جو فیصلہ کرو گے وہ ہمیں منظور ہے اس شخص نے کہا اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف اٹھائے کہ جو میرا فیصلہ نہ جانے گا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی (یعنی کلما کی طلاق ہے) تو دونوں نے حلف اٹھالیا پھر اس نے

کہا کہ اس بکری کے دونوں کان چھوڑ دو؟ تو دونوں نے کان چھوڑ دیئے اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لیکر چلتا بنا (کہ اس کا یہی فیصلہ تھا) دونوں دیکھتے ہی رہ گئے اس سے بات کرنے پر بھی قادر نہ رہے (کہ اگر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی)

(۳) امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا داؤد کو موقع محل جواب

امام شعبیؒ کے بارے میں مجاہدؒ سے منقول ہے کہ امام شعبیؒ حمام میں داخل ہوئے داؤد ازدی کو پاجامہ کے بغیر دیکھا تو اپنی دونوں آنکھوں کو بند کرلیا، داؤد نے کہا اے ابو شعبیؒ کب سے اندھے ہوگئے ہو؟ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کردیا۔ (لطائف علمیہ)

(۴) ہارون الرشید کے سوال اور امام ابو یوسفؒ کا دلچسپ جواب

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسفؒ سے پوچھا کہ فالودہ اور لوزینہ کے بارے میں آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ دونوں میں سے کون سا اعلیٰ ہے؟ آپ نے کہا اے امیر المومنین فریقین جب تک حاضر نہ ہوں میں فیصلہ نہیں کیا کرتا۔ ہارون الرشید نے دونوں چیزیں منگوادیں، اب امام ابو یوسفؒ نے لقمہ پر لقمہ مارنا شروع کردیا کبھی فالودہ میں سے کھاتے کبھی لوزینہ میں سے کھاتے تھے جب دونوں پیالے آدھے ہوگئے تو بولے اے امیر المومنین میں نے اب تک کوئی دو حریف ان میں سے زیادہ لڑنے والے نہیں دیکھے جب میں نے ان میں سے ایک کے حق میں فیصلہ دینے کا ارادہ کیا تو فوراً دوسرے نے اپنی دلیل پیش کردی۔

(ایضاً)

(۵) توجہ کپڑوں کی طرف کرو

بعض فقہاء کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ

جب میں کپڑے اتار کر اور نہر میں داخل ہو کر غسل کروں تو قبلہ کی طرف توجہ کروں یا کسی دوسری طرف؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنے کپڑوں کی طرف توجہ کرو جو کہ تم نے اتارے ہیں (کیونکہ وہ کنارے پر رکھے ہوئے ہیں تاکہ کوئی ان کو اٹھا کر لے نہ جائے)

(لطائف علمیہ باب نمبر ۱۳ صفحہ ۱۲۹)

(۶) ایک نصرانی کا شراب نہ پینے کی شرط پر اسلام لانا

ایک نصرانی محاک بن مزاحم کے پاس آیا کرتا تھا انہوں نے نصرانی سے کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا؟ اس نصرانی نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اس کو چھوڑ نہیں سکتا، انہوں نے کہا کہ اسلام لے آ اور پیتا رہ چنانچہ یہ نصرانی اسلام لے آیا، پھر اس ضحاک بن مزاحم نے کہا کہ اب تو مسلمان ہو چکا ہے اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کریں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے (چنانچہ اس نے شراب پینا ہی چھوڑ دی)

(۷) حجاج بن یوسف اور ابو ثور کا مکالمہ

ابوالحسن بن بلال الصابی سے...... مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جدا ہو گیا اور ایک باغ والے کے پاس پہنچ گیا جو کہ درختوں کو پانی دے رہا تھا، حجاج نے اس سے کہا کہ حجاج کی حکومت میں تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا خدا اس پر لعنت بھیجے وہ نیک لوگوں کا قاتل ہے اور کینہ رکھنے والا ہے، اللہ اس سے جلدی بدلہ لے، حجاج نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، بولا کہ میں حجاج ہوں، حجاج نے دیکھا کہ اس کا خون خشک ہونے لگا، پھر اس شخص نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کے ہاتھ میں تھا اور کہنے لگا کہ تو مجھے پہچانتا ہے؟ حجاج نے انکار کر دیا وہ شخص بولا میں ابو ثور مجنون ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور وہ اپنے منہ سے جھاگ نکالنے لگا اور بلبلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر پر مارنے کا ارادہ کیا، حجاج یہ حرکت

دیکھ کر ہنس پڑا اور چلا گیا۔

(لطائف علمیہ)

(۸) میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل ہوتا ہوں

اسی طرح کا ایک اور لطیفہ ہے ابو اسحاق جہمی کہتے ہیں کہ جب حجاج (ملک میں) گھومتا تھا تو اس نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ آؤ ہم بھیس بدل لیں اور اندازہ کریں کہ لوگوں کا ہمارے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو دونوں نے بھیس بدل لئے اور چل دیئے، ان کا گزر ابولہب کے غلام مطلب پر ہوا انہوں نے اس غلام سے کہا کہ اے شخص تو حجاج کا حال جانتا ہے وہ کیسا ہے؟ اس غلام نے کہا کہ حجاج پر خدا کی لعنت ہو وہ بڑا ظالم ہے، انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے کب گزرے گا؟ اس غلام نے جواب دیا کہ خدا اس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لے۔ مجھے کیا خبر، حجاج نے کہا کیا تو مجھے جانتا ہے؟ اس غلام نے کہا کہ نہیں، حجاج نے کہا کہ میں حجاج بن یوسف ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ کیا تو مجھے جانتا ہے؟ حجاج نے کہا کہ نہیں اس نے کہا کہ میں مطلب ہوں ابولہب کا غلام، مجھے سب جانتے ہیں میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل رہتا ہوں اور آج اس کا پہلا دن ہے۔ (حجاج نے اس کو چھوڑ دیا اور ہنستا ہوا آگے چل دیا)

(لطائف علمیہ، باب: ۱۸، صفحہ: ۱۸۴)

(۹) قاتلوں کو ان کا اپنا مرتبہ دینا

سکندر کے زمانے میں دو آدمیوں نے ایک بادشاہ پر حملہ کر کے قتل کر ڈالا، سکندر نے کہا کہ جس نے اس کو مارا وہ بڑے کارنامے انجام دینے والا شخص ہے اگر وہ ہم پر ظاہر ہو جائے تو ہم اس کو وہ جزا دیں گے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور لوگوں پر اس کو بلند کر دیں گے جب اس کی خبر ان دونوں (قاتلوں) کو ہوئی تو وہ ظاہر ہو گئے اور انہوں نے قتل کا اقرار کر لیا۔ سکندر نے کہا کہ ہم تم کو وہ جزا دیں گے جس کے تم مستحق ہو، جس شخص نے

اپنے سردار کو قتل کیا ہو حالانکہ اس نے اس کا مرتبہ بلند کیا مگر اس نے پھر بھی اپنے آقا سے غداری کی وہ صرف قتل ہی کا مستحق ہے اور لوگوں پر تمہیں بلند کرنا اس طرح ہوگا کہ میں تم کو اتنی بلند لکڑی پر پھانسی دوں گا، جس قدر زیادہ سے زیادہ بلند فراہم ہونا ممکن ہے۔

(لطائف علیہ: باب ۱۹ صفحہ ۱۹۴)

(۱۰) عبداللہ بن عامر کا حضرت معاویہؓ کو جواب

مروی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے عبداللہ بن عامر سے کہا مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے، کیا تم اسے پورا کرو گے؟ عبداللہ نے کہا ہاں اور مجھے بھی تم سے ایک حاجت ہے تم اسے پورا کرو گے؟ انہوں نے بھی اقرار کیا، عبداللہ نے کہا کہ آپ اپنی حاجت بیان کیجئے، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنے سب مکان اور جائیداد جو کہ طائف میں ہے سب کے سب ہبہ کردو، عبداللہ نے کہا میں نے ہبہ کر دیا، حضرت معاویہؓ نے کہا کہ اب تم اپنی حاجت بیان کرو؟ عبداللہ نے کہا وہ سب مجھے واپس کردو اب ان کو بھی کہنا پڑا اچھا میں نے بھی واپس کر دیا۔

(لطائف علیہ، باب نمبر: ۲۰ صفحہ: ۱۹۸)

(۱۱) وہ تو جانوروں کا اسپتال ہے

ایک شخص کے پاس ایک گدھا تھا، وہ اس گدھے پر سواری کرتا تھا یہ شخص ایک روز اس پر چڑھا تو گدھے نے اس کو زمین پر پٹک دیا، آدمی کو سخت چوٹ آئی۔ مالک کی چوٹ دیکھ کر گدھا سنجیدہ ہو گیا اور اس کو دوبارہ اپنی پیٹھ پر بٹھا کر روانہ ہوا، مالک خاموش رہا کہ دیکھتے ہیں یہ گدھا کہاں جاتا ہے؟ گدھا اس کو لیکر سیدھا اسپتال پہنچا اس شخص کے محلے والوں کو جب معلوم ہوا کہ گدھے نے اس کو پیٹھ پر سے گرا دیا تھا اور اس کے بعد اس کو اٹھا کر اسپتال لے گیا تو لوگوں نے اس شخص کو مبارک باد دی کہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم کو اتنا اچھا گدھا ملا ہے کہ تم کو خود ہی اسپتال لے گیا، اس شخص نے کہا ہاں گدھا تو

بہت اچھا ہے مگر وہ مجھ کو جہاں لے گیا تھا وہ تو جانوروں کا اسپتال تھا۔

(۱۲) نام کی نسبت قابل فخر چیز ہے

سعید بن یحییٰ اموی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے نوجوان تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے تو ان میں سے ایک نوجوان نے جو حضرت ابو بکر اور حضرت طلحہ کی اولاد میں سے تھا تیر چلایا تو ٹھیک نشانہ پر بیٹھا تو اس نے (فخریہ انداز میں) کہا کہ میں ابن القرنین رسول سے دو مصاحب خاص کا بیٹا ہوں، پھر دوسرے نے تیر چلایا جو حضرت عثمان غنی کی اولاد میں سے تھا وہ بھی نشانہ پر لگا تو اس نے (فخریہ انداز میں) کہا میں شہید کا بیٹا ہوں پھر ایک شخص نے جو آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا تیر چلایا تو وہ بھی نشانہ پر ٹھیک لگ گیا تو اس نے کہا میں اس کا بیٹا ہوں جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا تھا، لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا حضرت آدمؑ۔

(لطائف علمیہ: باب ۴۲: ص: ۲۱۷)

(۱۳) ہنڈیا (پتیلے) کو گوشت کی ضرورت ہے

یزید کے چند دوست اس کے پاس آئے اور کھڑے ہو گئے جب وہ ہنڈیا (گوشت کی) پکا رہا تھا ان میں سے ایک نے ہنڈیا میں سے گوشت کی ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ مزید ہنڈیا سرکہ چاہتی ہے، پھر دوسرے نے ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا مصالحہ مانگتی ہے، تیسرے نے بھی ایک بوٹی نکال کر کھائی اور کہا کہ ہنڈیا کو نمک کی ضرورت ہے اب مزید پکانے والے نے ایک بوٹی نکالی اور کھا کر کہا کہ ہنڈیا کو گوشت کی ضرورت ہے۔

(۱۴) جس طرح بھی ہمارا دل چاہے سو جائیں

چند لوگ ایک دعوت میں جمع ہوئے ان میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا کہ اس جماعت میں اس کا محبوب بھی تھا جب لوگوں نے سونا چاہا تو یہ محب بھی کھڑا ہو گیا

اور چراغ بجھا دیا اور اپنے ہاتھ میں تکیہ اٹھالیا تا کہ سب دیکھ لیں کہ تکیہ سر کے نیچے رکھ کر سو گیا ہے (اب اس نے سب کو غافل دیکھ کر محبوب کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو) جب اس جگہ تک پہنچ گیا تو ایک لڑکی شمع (چراغ) لئے ہوئے نکل آئی، اب اس شخص نے (یہ حرکت کی کہ وہیں کھڑے ہوئے) تکیہ دیوار کے ساتھ لگا کر اس پر سر لگا کر سہارا لے لیا اور خراٹے لگانا شروع کر دیئے، لڑکی نے دیکھ کر کہا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ کہ کھڑا ہوا سو رہا ہے اور خراٹے بھی لے رہا ہے اس شخص نے لڑکی کو جواب دیا کہ تجھے اس سے کیا مطلب جس طرح بھی ہمارا دل چاہے سو جائیں۔

(اشرف الحکایت)

(۱۵) میں اسلام لایا تو تو یہودی بن گیا

ایک ذہین شخص نے مسجد میں نماز پڑھی (وہ ابھی مسلمان ہوا ہی تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے چلا آیا) اس دوران کسی نے اس کا جوتا اٹھا کر ایک یہودی کے کنیسہ (چرچ) میں رکھ دیا جو کہ مسجد کے قریب ہی تھا جب وہ شخص نماز پڑھ کر واپس باہر آیا تو اس نے اپنا جوتا نہ پایا اور ڈھونڈ نا شروع کر دیا تو اس کا جوتا کنیسہ میں رکھا ہوا تو مل گیا یہ تو جوتے کو مخاطب ہو کر کہنے لگا تیرا برا ہو میں اسلام لایا تو تو یہودی بن گیا۔

(۱۶) میں اسی پر تو ہنس رہا ہوں

ایک شخص ایک آدمی کے پاس بطور مہمان ٹھہرا (اور میزبان نے مہمان کو اپنے گھر کے نیچے حصے میں سولا دیا) جب رات کو میزبان کی آنکھ کھلی تو اس نے مہمان کے ہنسنے کی آواز اوپر کے بالا خانے میں سنی تو اس نے مہمان کو پکارا تو مہمان نے جواب دیا کہ میں حاضر ہوں (یعنی میں موجود ہوں) میزبان نے کہا تم تو نیچے لیٹے ہوئے تھے اور اوپر کیسے چلے گئے؟ مہمان نے کہا لڑھکتا ہوا آ گیا ہوں، میزبان نے کہا سب لوگ اوپر سے نیچے لڑھکتے ہیں مگر تم کیسے لڑھکتے ہو کہ نیچے سے اوپر چلے گئے مہمان نے جواب

دیا کہ میں اسی پر تو ہنس رہا ہوں۔

(لطائف علمیہ باب ۲۲، صفحہ: ۲۲۵)

(۱۷) تو میں آپ کی بدولت حج کرلوں گا

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں تیرے تھپڑ ماردوں تو تجھے مدینہ پہنچادوں گا (یعنی مدینہ جا کر گرے گا) دوسرے نے کہا کہ پھر تو بہت اچھا ہوگا، اگر آپ ایک اور ماردیں تو شاید میں آپ کی بدولت حج کرلوں گا۔

(۱۸) یہودی کا ایک لڑکے کو مسکت جواب

ایک لڑکے نے ایک یہودی سے کہا کہ چچا جان! ذرا ٹھہرو میرا ایک تھپڑ کھاتے جاؤ، اس نے جواب دیا کہ مجھے جلدی ہے یہ تھپڑ میرے بڑے بھائی کے ماردیں (یعنی کہ اپنے باپ کے منہ پر ماردے۔)

(۱۹) جو چیز کھاؤ تو دیکھ کر کھاؤ

ایک شخص نے ایک طبیب سے اپنے پیٹ کے درد کی شکایت کی طبیب نے پوچھا کہ تم نے کیا چیز کھائی تھی اس نے کہا کہ میں نے جلی ہوئی روٹی کھائی تھی تو طبیب نے ایک ذرور (آنکھوں میں ڈالنے کا سفوف) منگایا تا کہ اس کی آنکھ میں لگائے، اس نے کہا کہ طبیب صاحب میرے پیٹ میں درد ہے آنکھ میں نہیں، طبیب نے کہا میں سمجھ چکا ہوں لیکن میں تیری آنکھوں میں سفوف اس لئے ڈالنا چاہتا ہوں کہ آئندہ جلی ہوئی چیز نظر آجایا کرے گی اور تو اس جلی ہوئی روٹی کو نہ نگل سکے گا۔

(لطائف علمیہ، باب ۲۶، ص: ۲۷۰)

(۲۰) اب تو مجھے شرم آرہی ہے

علی بن المحسن بن علی القاضی نے اپنی اولاد سے نقل کیا ہے کہ سفر میں ایک طفیلی

ایک شخص کے ساتھ ہولیا، اس نے طفیلی سے کہا ذرا (بازار) جا کر ہمارے لئے گوشت تو خریدلاؤ؟ اس نے کہا کہ واللہ میں اس پر قادر نہیں (اور لانے سے منع کر دیا) تو وہ خود جاکر گوشت لے آیا، پھر اس شخص نے اس طفیلی سے کہا کہ اٹھ کر سالن پکالے، اس نے جواب دیا کہ مجھ سے ٹھیک نہیں پکے گا تو اس شخص نے خود ہی پکالیا، اس شخص نے پھر کہا کہ اٹھ کر ثرید بنالے، تو جواب دیا کہ واللہ میں تو بہت سست ہو رہا ہوں، تو اس شخص نے خود ہی ثرید بھی بنالی، اس شخص نے کہا کہ اس کو پیالو میں تو ڈال لو تو وہ بولا کہ مجھے ڈر ہے کہ کوئی کچھ میرے کپڑوں پر نہ گر جائے اور میرے کپڑے خراب ہو جائیں گے، تو اس شخص نے خود ہی پیالوں میں اتارلیا، پھر اس شخص نے کہا کہ اب تو اٹھ کر کھالو؟ تو طفیلی نے کہا کہ اب تو مجھے شرم آہی گئی کہ کہاں تک میں تیری بات ٹالتا رہوں گا اور وہ اٹھ کر کھانے میں مصروف ہوگیا۔

(ایضاً ۲۷ صفحہ ۲۷۶)

(۲۱) علیؓ کے ساتھ معاویہؓ بھی ہو تو اچھا ہے

میں (راقم الحروف) صدر (کراچی) میں ایک دوست (ضمیر بھائی) کی کیسٹوں کی دوکان (الحرمین اسلامک ریکارڈنگ سینٹر) میں تھا اور وہ مجھ سے مشورہ لے رہا تھا کہ دوکان کو سامنے منتقل کیا جارہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ نام بھی تبدیل ہو جائے، ہمارے ساتھ ہی ایک شیعہ لڑکا (جس کا نام علی تھا کھڑا تھا اس کی دوکان بھی سامنے تھی اس نے (ہمیں چھیڑتے ہوئے اور بات کو بگاڑنے کی غرض سے) فوراً کہا "عزیزو! اگر دوکان کا نام رکھنا ہے تو "علی ریکارڈنگ سینٹر" کیسا رہے گا؟ اس پر ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں تھا کہ حضرت علیؓ کا نام رکھا جائے کیونکہ ہم خود حضرت علی المرتضیٰ سے محبت رکھتے ہیں، اس کے اس سوال کے جواب میں ضمیر بھائی کچھ کہتے لیکن ان سے قبل ہی میں نے کہا "بالکل صحیح اور درست ہے اگر علیؓ کے ساتھ معاویہؓ بھی ہو جائے تو سونے پر سہاگہ لگ

جائے گا، وہ شیعہ (علی) یہ سن کر لاجواب ہوا اور خاموشی سے وہاں سے چلتا بنا۔

(۲۲) ہردم نام محمد کالے

ایک شخص کا نام ''محمد کالے'' تھا اور وہ نظم میں اپنا نام استعمال کرنا چاہتا تھا اس نے کئی لوگوں سے کہا مگر سب نے انکار کر دیا کہ محمد تو گورے تھے کالے کہاں تھے، اس میں جوڑ کیسے ملائیں وہ مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کے پاس پہنچا تو آپ نے شعر کہا: ''ہردم نام محمد کالے''۔

(۲۳) دندان شکن جواب

مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کے سامنے ایک شخص نے دوران بحث یہ کہا کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے، سید شاہ اسماعیل شہیدؒ نے پوچھا وہ کیوں؟ کہنے لگا کہ اس لئے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوتی لہذا داڑھی منڈانی چاہئے، شاہ صاحب نے کہا پھر تو تم اپنے دانت بھی توڑ ڈالو کیونکہ یہ بھی خلاف فطرت ہیں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے منہ میں دانت بھی کہاں ہوتے ہیں؟ حضرت تھانویؒ نے فرمایا سید اسماعیل صاحب نے خوب دندان شکن جواب فرمایا۔

(خزینہ صفحہ:۲۶۳)

(۲۴) تم میرے باپ کو لائے ہو

حضرت مولانا (اشرف علی) تھانویؒ نے حاضرین مجلس کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ کوئی چھوٹا بچہ لایا جائے خیال یہ تھا کہ بچہ کی بے تکلفانہ گفتگو سے لطف ہو جائے اور اس بچے سے دل لگی ہو جائے، ایک صاحب اپنے بچے کو لائے مگر لانے سے پہلے اسے بہت سختی سے تاکید کر دی کہ حضرت کی مجلس میں خاموش رہنا شرارتیں اور الٹی سیدھی باتیں نہ کرنا، حضرت تھانوی نے جب اس بچے سے سوال وجواب کرنا شروع کئے تو وہ صم بکم بنا بیٹھا رہا اور ایک لفظ بھی بول کر نہ دیا حضرت تھانویؒ نے فرمایا تم بچے کو نہیں

لائے ہو بلکہ میرے باپ کو اٹھا لائے ہو۔

(۲۵) ہمارے تو زندہ بھی نہیں سنتے

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطاب فرمارہے تھے، دوران خطاب کسی شخص نے سوال کیا حضرت مردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے؟ آپ نے ایک انداز میں الزامی سوال کیا کیوں بھئی کوئی ضروری کام ہے؟ سائل کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا نہیں حضرت کام تو کچھ بھی نہیں بس یوں ہی پوچھ رہا تھا، آپ نے فرمایا تو پھر خواہ مخواہ کیوں پریشان ہوتے ہو جب تم مروگے تو تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے خطیبانہ انداز میں فرمایا لوگ مردوں کے بارے میں جھگڑے کررہے ہیں کہ وہ سنتے ہیں یا نہیں؟ جن جن کے مردے سنتے ہوں گے ٹھیک ہے مانا سنتے ہوں گے مگر ہمارے تو زندہ بھی نہیں سنتے تو مردے کیا سنیں گے۔

(خزینہ ص:۲۶۷)

(۲۶) حکم نامہ دو لفظوں میں ہو

سلطان سعود کے دور میں کسی صوبیدار نے ایک شخص کا مال و اسباب چھین لیا تھا وہ شخص سلطان سعود کے دربار میں فریادی بن کر حاضر ہوا، سلطان سعود نے ایک طویل فرمان لکھ کر صوبیدار کو بھیجا۔ جب صوبیدار کو فرمان موصول ہوا تو اس نے ایک صاحب کو فرمان پڑھنے کا حکم دیا اور دوسرے شخص کو یہ ہدایت کی کہ جب تک فرمان پڑھا جائے فریادی کو تھپڑ مارے جائیں، چنانچہ اس ہدایت پر عمل کیا گیا تو فریادی نے دوبارہ سلطان سعود سے شکایت کی سلطان سعود نے کاتب کو دوبارہ فرمان لکھنے کو کہا، ابھی کاتب نے قلم دان سنبھالا ہی تھا کہ فریادی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا کہ سلطان معظم گستاخی معاف اس دفعہ حکم نامہ صرف دو لفظوں میں لکھوا دیجئے گا۔ (ایضاً، ص:۲۷۷)

(۲۷) کہیں میرا جوتا نہ پہن جائیں

سید سردار مرزا ایک دن شام کے وقت سے ملنے پہنچے، تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس چلنے لگے تو غالب شمع دان (چراغ) اٹھا کر فرش تک لائے تا کہ روشنی میں جوتے نظر آنے لگیں سردار نے کہا قبلہ! آپ نے کیوں تکلیف فرمائی میں اپنا جوتا خود ہی پہن لیتا، غالب نے جواب دیا میں شمع دان آپ کا جوتا دکھانے نہیں لایا بلکہ اس لئے لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن جائیں۔

(ایضاً ص:۲۸۳)

(۲۸) یہ چراغ تجھ جیسے اندھوں کے لئے ہے

تاریکی رات تھی ایک شخص نے ایک نابینا کو دیکھا کہ وہ اپنے کندھے پر پانی کا گھڑا (مشکیزہ) رکھے ہوئے ہاتھ میں چراغ اٹھائے آرہا ہے، اس شخص نے کہا کہ تو تو اندھا ہے تجھے چراغ سے کیا فائدہ ہوگا؟ اندھے نے جواب دیا کہ میں نے یہ چراغ تجھ جیسے اندھوں کے لئے لیا ہے۔

(ایضاً ص:۲۸۸)

(۲۹) پتھر باندھے ہوئے ہیں

ایک شاعر چوروں کے پاس گیا اور چور کی بہت تعریف کی چور نے حکم دیا اس شاعر کے کپڑے اتار لو اور گاؤں سے باہر نکال دو، اب وہ شاعر ننگا سردی میں جارہا تھا، کتے اس کو اجنبی سمجھ کر پیچھے پڑ گئے اس شاعر نے چاہا کہ پتھر اٹھاؤ اور کتوں کو مار کر بھگاؤ جب زمین پر ہاتھ مارا تو پتھر برف میں جما ہوا تھا جب یہ اٹھانے پر عاجز ہوا تو کہا کہ (اس بستی کے لوگ) کیسے حرام زدہ (شریر) ہیں کہ کتے کھولے ہوئے ہیں پتھر باندھے ہوئے ہیں۔

(بہارستان شرح اردو گلستان حکایت نمبر ۱۰ باب چہارم)

(۳۰) کیا یہ تیرا کمایا ہوا چمڑا ہے؟......

بغداد شہر میں ایک شریف زادہ شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک موچی کے ساتھ کر دیا، شب زفاف میں اس بے رحم موچی نے اس لڑکی کے ہونٹ پر ایسا کاٹا کہ اس سے خون ٹپکنے لگا صبح کو اس لڑکی کے باپ نے اس کا یہ حال دیکھا تو غصے کی حالت میں کہا اسے کمینے! ایسے بھی کیا دانت ہیں تیرے کہ تو نے اس کے ہونٹ کو ایسا چبایا کیا تو نے اس کے ہونٹوں کو اپنا کمایا ہوا چمڑا سمجھا تھا۔

(گلستان اردو شرح حکایت نمبر ۴۴ باب دوم)

(۳۱) ادب کہاں سے سیکھا ہے؟

حکیم لقمان سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ادب کس سے سیکھا؟ انہوں نے فرمایا کہ بے ادبوں سے کیونکہ ان کا جو فعل مجھ کو پسند نہ آیا میں اس سے پرہیز کرتا۔

(۳۲) مجھے ڈر ہے کہ طلاق نہ دیدے

ایک فقیہ کی نہایت بدصورت لڑکی تھی اور وہ جوان ہو چکی تھی باوجود مال وجہیز کے کوئی اس سے نکاح کرنے کو تیار نہ تھا چنانچہ اس لڑکی کے باپ نے اس کا نکاح مجبوراً ایک اندھے سے کر دیا، کہتے ہیں کہ ایک مشہور حکیم ان ہی دنوں میں جزیرہ لنکا سے وہاں آیا تھا وہ حکیم اندھی آنکھوں کا علاج کر کے روشن کرتا تھا، لوگوں نے اس فقیہ سے کہا تم اپنے داماد کا علاج اس حکیم سے کیوں نہیں کراتے؟ اس نے جواب دیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ بینا ہو کر میری بیٹی کو طلاق دیدے۔

شوئے زن زشت روئے نابینا بہ

(گلستان اردو شرح باب دوم)

(۳۳) پہلوان ایک گالی برداشت نہ کر سکا

ایک اللہ والے نے ایک پہلوان کو غصے سے بھرا ہوا اور غصہ کے جوش میں منہ سے جھاگ گراتے ہوئے دیکھا تو اس اللہ والے نے لوگوں سے دریافت کیا، اس کو کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں آدمی نے اس کو گالی دی ہے انہوں نے فرمایا یہ کم بخت ہزار من کا پتھر اٹھالیتا ہے لیکن ایک بات کو بھی برداشت نہ کر سکا۔

مردانگی اور زور آوری کا دعویٰ چھوڑ دے

کمینہ نفس عاجز و شکست خوردہ آدمی کا کیا مرد کیا عورت؟

(ایضاً حکایت ۴۱ باب دوم)

(۳۴) اختیارات ہمیں نہیں ہیں

ایک رئیس صاحب کسی وزیر سے ملنے گئے، یہ رئیس بہت دبلے ہورہے تھے اس حاکم (وزیر) نے پوچھا کہ آپ اتنے دبلے کیوں ہورہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آج کل رمضان کا مہینہ ہے روزہ رکھنے کی وجہ سے دبلا ہورہا ہوں، وزیر کہنے لگا کہ آپ اپنے پادریوں سے کمیٹی کرا کر ان کو فروری (یعنی سردیوں کے مہینے) میں کیوں نہیں کرا لیتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جناب اس قسم کے اختیارات تو آپ ہی کی کمیٹی کو ہیں ہمارے علماء کی کمیٹی کو ایسے اختیارات نہیں ہیں۔

(ضرورۃ العلم بدین، جلد: ۳، ص: ۱۷)

(۳۵) تو اتنا بدصورت

مشہور ہے کہ ایک حبشی چلا جارہا تھا کہ راستے میں ایک آئینہ پڑا ہوا ملا، اس نے آئینہ کبھی نہ دیکھا تھا، اس کو اٹھا کر دیکھا تو اس کو اپنی کالی بدصورت شکل نظر آئی کہنے لگا تو اتنا بدصورت! اس لئے اتنا بدصورت ہونے کی وجہ سے تجھے کسی نے نہیں اٹھایا اور اس آئینہ کو پھینک دیا۔

(وعظ طریق النجات دعوات، جلد: ۵، ص ۵ بحوالہ کتابوں کی درس گاہ میں)

(۳۶) آپ نے ساری عمر کھودی

ایک نحوی دریا کا سفر کر رہا تھا یہ علم النحو سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتا تھا اور جاہلوں کو حقیر سمجھتا تھا، جب یہ کشتی میں سوار ہوا تو ملاح سے دریافت کیا کہ ارے میاں! تم نے نحو بھی پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں صاحب میں نے نحو نہیں پڑھی، فرمانے لگے کہ تو نے تو اپنی آدھی زندگی ایسے ہی کھودی وہ بے چارہ یہ سن کر غم زدہ ہو کر خاموش ہو گیا، اتفاق سے کشتی بھنور میں آ گئی اب اس ملاح کو موقع مل گیا، اور دریافت کیا صاحب جی! آپ نے تیرنا بھی سیکھا ہے فرمانے لگے نہیں، تو ملاح نے کہا کہ جناب آپ نے تو ساری عمر کھودی، کیونکہ کشتی اس بھنور میں ڈوبتی ہے اور اپنی جان کو بچائیں۔

(امثال عبرت از حضرت تھانویؒ، ص: ۳۲۵)

(۳۷) آپ بڑے بیوقوف ہیں

ایک ملاح سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے باپ کہاں مرے؟ کہا دریا میں اور ماں کہاں مری؟ کہا دریا میں اور دادا کہاں مرے؟ کہا کہ دریا میں اس شخص نے کہا کہ تم بڑے بیوقوف ہو کہ پھر بھی دریا نہیں چھوڑتے، ملاح نے پوچھا حضرت آپ کے والد کہاں مرے؟ کہا گھر میں، آپ کے دادا کہاں مرے؟ کہا وہ بھی گھر میں مرے اس ملاح نے کہا آپ بھی بڑے بیوقوف ہیں کہ پھر بھی اسی گھر میں رہتے ہو۔

(ایضاً صفحہ: ۳۴۸)

(۳۸) آنسو تو مفت کے ہیں

ایک اعرابی سفر پر تھا اس کا کتا بھی اس کے ساتھ تھا کتا سفر میں مرنے لگا تو وہ اعرابی کتے کے پاس بیٹھا رو رہا تھا، لوگوں نے پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا میرا رفیق (ہم سفر کتا) بھوک سے مر گیا ہے، سامنے ایک تھیلہ رکھا ہوا تھا کسی نے پوچھا کہ اس میں

کیا ہے؟ کہنے لگا روٹیاں ہیں پوچھا گیا کہ پھر رونے کی کیا بات ہے؟ اس کو بھی کھلا دیتے تاکہ نہ مرتا کہنے لگا کہ اتنی محبت نہیں کہ خریدی ہوئی چیز کھلاؤں اور آنسو تو مفت کے ہیں جتنے چاہوں بہادوں۔ (ایضاً ص: ۳۴۸)

(۳۹) ایک اناڑی طبیب

ایک طبیب تھا، اس کا ایک صاحبزادہ اناڑی تھا اس کا باپ کسی مریض کو دیکھنے کے لئے گیا تو انہیں بھی ساتھ لے گیا، طبیب نے جب مریض کی نبض دیکھی تو نبض سے اتنا معلوم ہوا کہ کوئی بد پرہیزی ہوئی ہے، اتفاق سے وہاں چارپائی کے نیچے نارنگی کے چھلکے بھی پڑھے تھے تو طبیب نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہوگی، واقعی مریض نے نارنگی کھائی تھی، اب اس اناڑی صاحبزادے نے ایک قاعدہ سمجھ لیا کہ جو چیز چارپائی کے نیچے پڑی ہوگی پس وہ ضرور مریض کی کھائی ہوئی ہوتی ہے حکم الٰہی سے حکیم کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا اس کا قائم مقام بن گیا، چنانچہ یہ ایک مریض کو دیکھنے گئے تو اس مریض کی چارپائی کے نیچے نمدہ (مصالحہ پیسنے کا آلہ) پڑا ہوا تھا، کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ اس مریض نے نمدہ کھایا ہے، اس مریض نے کہا صاحب! کیا نمدہ بھی کھایا جاتا ہے؟ حکیم صاحب کہنے لگا نبض سے تو یہی پتہ چلتا ہے، مریض نے کہا اس طبیب کو نکالو اس کی کمر پر نمدہ مارو۔

(۴۰) جب بھی دیکھا تو انہیں کے ساتھ دیکھا

ایک شیعی (شیعہ) سنیوں کی مسجد میں (اپنی) نماز کے لئے آیا مسجد میں محراب کے اوپر لکھا ہوا تھا۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر

ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ

غصے میں آکر حضرت علیؓ کے نام کو مخاطب ہوکر کہنے لگا کہ ہم تو تمہارے لئے اپنی

جان نچھاور کر دیتے ہیں اور تم کو جب بھی ہم دیکھتے ہیں تو انہی کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں۔ (اشرف الحکایات، ص:۱۳۰)

(۴۱) جب انگلی خالی دیکھو تو یاد آ جاؤں گا

ایک بخیل کا کوئی دوست تھا اس نے اس بخیل سے انگوٹھی مانگی کہ تمہاری نشانی ہمارے پاس رہے گی جس سے تم یاد آ جایا کرو گے۔ تو بخیل نے کہا کہ جب تم اپنی انگلی خالی دیکھو گے تو یاد لینا کہ کسی دوست سے انگوٹھی مانگی تھی اس نے نہیں دی تھی۔

(۴۲) ایک بہرہ ایک مریض

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں ایک بہرے کی حکایت لکھی ہے کہ بہرہ اپنے دوست کی عیادت کرنے کے لئے گیا، راستے میں اس نے سوچا کہ میں تو بہرہ ہوں مجھے مریض کی بات سمجھ میں نہیں آئے گی اس لئے ابھی سے ہی حساب لگا لینا چاہئے کہ میں جا کر کیا کہوں گا؟ وہ اس کا کیا جواب دے گا پھر مجھ کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہئے۔

چنانچہ اس نے حساب لگایا کہ پہلے میں اس سے پوچھوں گا کہ مزاج کیسا ہے وہ کہے گا شکر ہے پہلے سے افاقہ ہے، میں کہوں گا الحمد اللہ! حق تعالیٰ اور زیادہ کرے پھر میں کہوں گا کہ علاج کون سے حکیم کا ہے؟ وہ کہے گا فلاں حکیم کا ہے، میں کہوں گا سبحان اللہ بہت ہی لائق طبیب ہیں، بڑی شفقت فرماتے ہیں، ان سے علاج ترک نہیں کرنا چاہئے، پھر پوچھوں گا کون سی دوا استعمال میں ہے؟ وہ کسی دوا کا نام لے گا، میں کہوں گا خدا اس کو آپ کی رگ میں پیوستہ کرے اور خوش گوار فرمائے، چنانچہ بہرہ یہ حساب لگا کر پہنچے۔

بیمار (مریض) نے بہرہ کی جب صورت دیکھی تو گھبرا اٹھا کہ یہ کم بخت کہاں سے آ گیا ہے، اب یہ میرا دماغ کھائے گا، اور اپنی سب کچھ کہہ سنائے گا اور میری ایک

بات نہ سنے گا، اب بہرے میاں نے مریض سے مزاج کے بارے میں پوچھا کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ مریض نے چلا کر کہا حال کیا بتاؤں مر رہا ہوں، بہرے نے کہا الحمد اللہ خدا اور زیادہ کرے مریض اور بھی چلایا پھر پوچھا کہ کون سے حکیم صاحب کا علاج ہے اس نے کہا کہ ملک الموت کا علاج ہے، بہرے نے کہا سبحان اللہ بڑے لائق طبیب ہیں، ان کا علاج ترک نہ کرنا ماشاء اللہ یہ بڑے ہی شفیق ہیں پھر پوچھا کہ آج کل کون سی دوا استعمال کرر ہے ہو اس مریض نے غصے میں چلا کر کہا زہر پی رہا ہوں، بہرے نے کہا ماشاء اللہ شہد ہے خدا تعالیٰ اس کو آپ کی رگ رگ میں پیوستہ کرے اور خوشگوار فرمائے۔

(الکمال فی الدین للنساء بحوالہ اشرف الحکایات، ص: ۳۸)

(۴۳) لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے

ایک دیہاتی کاشتکار ہل چلا رہا تھا کہ اتنے میں ایک تعلیم یافتہ بابو آ گئے اور اس نے اس دیہاتی سے خدا کے وجود کے بارے میں بحث شروع کر دی کاشتکار نے تنگ آ کر پوچھا تو مجھے اتنا بتا دے کہ جب خدا کوئی نہیں تو یہ دنیا کا نظام کیسے چل رہا ہے؟ بابو جی کہنے لگا کہ یہ سارا نظام کشش ثقل کی وجہ سے چل رہا ہے، ہر بڑی چیز چھوٹی چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تو اس طرح نظام خود بخود چل رہا ہے،

کاشتکار کو غصہ آ گیا اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا اس کو ڈنڈے مار مار کر بابو جی کی کھوپڑی لہولہان کر دی، بابو جی اول تو بکنے لگا، کاشتکار نے کہا بابو جی ناراض کیوں ہوتے ہو؟ یہ جو کچھ ہوا کشش ثقل کا نتیجہ ہے تمہارے کھوپڑی نے مقناطیسی قوت کی طرح میرے ڈنڈے کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا، اب آپ بتائیں کہ قصور میرا ہے یا آپ کی کھوپڑی کا؟ ظاہر بات ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

(ندائے منبر و محراب، جلد ۱، ص: ۴۱)

(۴۴) میری انگلیاں تمہارے منہ میں ہیں

ایک جعلی پیر صاحب تھے وہ اپنے مریدوں کو خوابوں کی تعبیریں بتار ہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ فلاں عرس کے موقع پر اتنے بکرے بھیج دینا، فلاں عرس کے موقع پر اتنے پیسے بھیج دینا، ایسے ہی ایک عقلمند شخص بھی بیٹھا ہوا تھا اس نے اپنا خواب سنایا کہ حضرت مجھے خواب میں آپ کی زیارت ہوئی ہے دیکھتا ہوں کہ آپ کی انگلیوں کو شہد لگا ہوا ہے اور میری انگلیوں کو پاخانہ لگا ہوا ہے،

جعلی پیر بہت خوش ہوا اور کہا بد بخت تو تو ہر وقت دنیا داری میں لگا رہتا ہے دین کی تجھے کوئی فکر نہیں ہم اللہ والے ہیں شب و روز امت کی فکر میں رہتے ہیں اب تجھے ایسے خواب آئیں گے نہیں تو اور کیا ہوگا،

مرید نے کہا حضرت پوری بات تو سنیں میں نے تو ابھی آدھا خواب سنایا ہے، پیر صاحب نے کہا کہ اچھا جی آگے چلئے اور خواب سناؤ،

اس بھولے بھالے مرید نے کہا کہ حضرت میری انگلیاں آپ کے منہ میں ہیں اور آپ کی انگلیاں میرے منہ میں ہیں،

پیر صاحب نے گستاخ بے ادب اور نا معقول کہہ کر ڈانت دیا، لیکن حقیقت یہی ہے اس کا خواب بالکل صحیح تھا اس لئے کے مرید تو پیر صاحب کے پاس ہدایت کی تلاش میں آتے ہیں لیکن اس قسم کے پیروں کی نظر مریدوں کے بینک بیلنس اور جیبوں پر ہوتی ہے۔ (ایضاً، ص: ۲۴۵)

(۴۵) فرشتوں کے گھوڑوں کی لید میری چار پائی پر؟

ایک شخص تھا جو ہر بات پر اپنی بیوی کی پٹائی کرتا تھا، ایک رات گرمیوں کے موسم میں دونوں میاں بیوی مکان کی چھت پر اپنی اپنی چار پائی پر لیٹے ہوئے بڑے خوش گوار موڈ میں باتیں کررہے تھے، میاں نے اپنی بیوی سے پوچھا بیگم! یہ جو میری چار پائی

کے ٹھیک اوپر ستاروں کی ایک سڑک سی بنی ہوئی ہے یہ کیا ہے؟ وہ بیچاری دیہات کی سیدھی سادھی عورت تھی اس نے کہا میرے سرتاج مجھے زیادہ معلومات تو نہیں ہے میں بچپن میں سنا کرتی تھی کہ یہاں سے فرشتوں کے گھوڑے گزرتے ہیں گویا یہ اس کے آنے جانے کا راستہ ہے۔

میاں صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ دیکھا جوتا اٹھایا بیوی کی پٹائی شروع کردی، بیوی نے روتے ہوئے پوچھا مجھے میرا قصور تو بتاؤ؟ تم نے بلاوجہ میری پٹائی شروع کردی، میاں نے جواب دیا، بدبخت تو نے میری چارپائی یہاں اس لئے ڈالی ہے تاکہ گھوڑوں کی لید مجھ پر گرے۔ (ایضاً)

(۴۶) یہ لڑکا نہیں لڑکی ہے میں والدہ نہیں والد ہوں

مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں آج کل معاشرہ میں یہ چیز زیادہ مقبول ہورہی ہے کہ لڑکیوں کا لباس لڑکوں کو اور لڑکوں کا لباس لڑکیوں کو پہنائے جاتے ہیں اور نوجوان مرد وعورت اس سیلاب میں زیادہ بہہ رہے ہیں یہ طرز عمل یورپ اور امریکہ کے تابکاروں سے شروع ہوا ہے اور ان کے نزدیک یہ فیشن اور فخر کی چیز ہے۔

ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ دعوت تھی، مرد اور عورت ایک ہی جگہ موجود تھے ایک نوعمر کو دیکھا گیا کہ رواج کے مطابق میز پر کھانا لگا رہا ہے کسی کی زبان سے یہ نکلا کہ ''یہ لڑکا بڑا ہونہار اور ہوشیار ہے بڑے سلیقہ مندی سے کام کررہا ہے'' اس بات پر پیچھے سے کسی دوسرے نے کہا ''میاں صاحب کیا فرمارہے ہیں یہ لڑکا نہیں میری لڑکی ہے'' ان صاحب نے پیچھے مڑکر دیکھا اور ایک نظر ڈال کر کہا معاف کیجئے گا مجھے، معلوم نہ تھا کہ آپ اس کی والدہ ہیں، اس نے فوراً جواب دیا کہ میاں صاحب آپ صحیح دیکھا کیجئے میں والدہ نہیں اس کا والد ہوں۔

(ترقی ص: ۵۲، از مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہریؒ)

(۴۷) جوتا تو آپ کے پاؤں میں ہے

ایک مرتبہ قتادہ کہنے لگا کہ میں آج تک کوئی چیز نہیں بھولا ۔اس کے بعد غلام کو آواز لگائی ذرا میرے جوتے لے آنا،غلام نے ادب سے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا حضرت !جوتے تو آپ کے پاؤں میں ہیں۔

(المستطرف ص:۳۰۷ بحوالہ ترقی)

(۴۸) میرا سب کچھ تباہ ہو گیا

حجاج بن یوسف نے ایک (دیہاتی) اعرابی کو کسی علاقے کا والی بنا کر بھیجا وہ ایک مدت تک اپنے اہل وعیال سے دور قیام پزیر رہا،ایک مرتبہ اس کی بستی کا کوئی شخص اس کے دروازے پر پہنچا وہ بھوک کی شدت سے نڈھال ہو رہا تھا اعرابی نے اپنے اہل وعیال کی خیریت معلوم کرنے کی غرض سے اس کی بڑی آؤ بھگت کی اس کے سامنے کھانا پیش کیا پھر اپنے اہل خانہ کے بارے میں پوچھنے لگا،

اعرابی:میرے کتے کا کیا حال ہے؟

مہمان:آپ کا کتا تو مر گیا ہے،

اعرابی:(خیریت تو تھی)وہ کیسے؟

مہمان:آپ کے اونٹ کی کوئی ہڈی اس کے حلق میں پھنس گئی تھی۔

اعرابی(حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر) کیا میرا اونٹ بھی مر گیا ہے؟مگر وہ کیسے؟

مہمان:عمیر کی ماں (یعنی اعرابی کی بیوی) کی قبر کے لئے پانی کی ضرورت تھی جسے بار بار لانے کی وجہ سے بے چارہ جان سے ہی چلا گیا،

اعرابی:(چلاتے ہوئے) کیا عمیر کی ماں (یعنی میری بیوی) بھی چل بسی؟

مہمان:(ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے) بے چاری محبت کی ماری ماں بیٹے کی جدائی کا غم آخر کب تک برداشت کرتی۔

اعرابی: (بھری ہوئی آواز میں) کیا میرا بیٹا بھی اس دنیا میں نہ رہا۔
مہمان: ہائے افسوس وہ تو بے چارہ تو مکان کی چھت گرنے سے نیچے دب گیا تھا،
اعرابی: (سر پکڑ کر) کیا میرا مکان بھی گر گیا ہے؟
مہمان: افسوس تمہارا مکان بھی گر گیا ہے،

یہ سن کر اعرابی نے ڈنڈا اٹھایا اور اس کے پیچھے دوڑ پڑا مہمان آگے میزبان (اعرابی) پیچھے یہاں تک کہ مہمان دروازے سے باہر نکل گیا۔

(المستطرف صفحہ: ۱۸۷ بحوالہ کتابوں کی درسگاہ میں، ص: ۱۲۱)

(۴۹) میں ان کی والدہ کا دوست ہوں

مولانا عبدالحقؒ نے اپنے ایک مضمون ''آئی سی ایس'' میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے، ایک کالا انگریز اپنے کسی دوست کے گھر میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک اس دوست کے والد بے تکلفی کمرے میں چلے آئے، ان کی دیہاتی وضع قطع ایسی تھی کہ صاحب بہادر کو اپنے دوست انگریز کے سامنے انہیں اپنا والد بتاتے ہوئے شرم آئی لہذا یہ کہہ کر متعارف کرایا کہ یہ میرے والد کے ایک دوست ہیں...... ان کے والد کو غصہ آ گیا انہوں نے بیٹے کے دوست انگریز کو مخاطب ہو کر کہا میں ان کے والد کا دوست نہیں ہوں بلکہ اس کی والدہ کا دوست ہوں۔

(خانہ بگوش کے قلم سے (الحق، صفحہ ۲۸، کتابوں کی درسگاہ میں، صفحہ: ۱۳۸)

(۵۰) تمہارا جوش کرتا تھا ہمارا نعرہ لگتا تھا

حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے پشاور میں تقریر فرمانے کے بعد ایک کمرے میں قیام فرمایا تو حضرت فاروقی شہیدؒ نے ایک پٹھان سے پوچھا لالہ جی میں نے جو تقریر کی ہے وہ آپ کی سمجھ میں بھی آئی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا حضرت تقریر و قریر تو ہمیں سمجھ میں نہیں آتا تھا بس تمہارا جوش کرتا تھا اور ہمارا نعرہ لگتا تھا۔ اللہ حامی و ناصر ہو

اختتامی کلمات

میں آج بحمد اللہ تعالیٰ بروز جمعرات ۷ اشعبان المعظم ۱۴۲۶ھ (بمطابق) ۲۲ ستمبر ۲۰۰۵ء صبح ۱۰ بجے بندہ کا سابق مادر علمی جامعہ احتشامیہ جیکب لائن کراچی میں اس مختصر سی تحریر ''مثالی فکر انگیز واقعات ولطائف'' کا اختتام کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خداوند کریم اس مختصر کاوش کو میرے اور میرے ساتھیوں (جنہوں نے میرے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرمایا ہے) کے لئے نافع اور جزائے خیر و برکت بنائے۔ (آمین)

آخر میں قارئین سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ جب آپ اسلاف دین اور اکابرین اہل حق کے لئے دعائے خیر فرمائیں تو اس بندہ ناچیز اور اس کے والدین کو بھی اپنی دعاؤں میں ضرور بضرور یاد فرمالیجئے گا۔

سخن کی قدردانی زندگانی میں نہیں ہوتی
یہاں تو جب شمع بجھ جاتی ہے تب پروانہ آتا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

خاکسار اہل حق وطلبگار دعاء

عبدالرحمٰن راشد

ناظم ومدرس: اقراء اصلاح الاطفال

میرپورخاص (سندھ)

❀❀❀❀❀❀

ماخذ و مراجع

اس کتاب کی ترتیب میں مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے (مرتب)

۱۔معارف القران........................مفتی شفیع دیوبندیؒ

۲۔تفسیر القرآن العظیم للامام الکثیر........................

۳۔البدایۃ والنھایۃ........................حافظ اسماعیل بن کثیرؒ

۴۔تفسیر بن کثیر........................حافظ ابن کثیرؒ

درسی تفسیر........................مولانا محمد نعیم احمد غازی مظاھری

۵۔صحیح بخاری........................الامام ابو محمد بن اسماعیل بن بروزبتہ البخاریؒ

۶۔مشکوٰۃ شریف........................ابو محمد الحسین بن مسعودؒ

۷۔مسلم شریف........................الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیریؒ

۸۔اسد الغابہ........................الامام عزالدین بن الاثیر الجزریؒ

۹۔کتاب الثقات للعجلی........................

۱۰۔فوائد الفواد مترجم........................ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

۱۱۔الفوائد البہیہ........................

۱۲۔المستطف فی کل فن مستطرف........................

۱۳۔وعظ طریق النجات دعوات........................

۱۴۔ضرورۃ العلم بدین........................

۱۵۔قصص الاولیاء مترجم مولانا تھانویؒ........................امام جلیل ابی محمد عبداللہ بن اسعدی یمنیؒ

۱۶۔ لطائف علمیہ (اردو ترجمہ کتاب الاذکیاء)...امام ابن جوزی بغدادی مترجم مولانا اشتیاق
۱۷۔ اخبارالاخبار..........شیخ عبدالحق محدثؒ
۱۸۔ حلیۃ الاولیاء..........ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد
۱۹۔ گلستان..........شیخ شرف الدین المعروف شیخ سعدیؒ
۲۰۔ تاریخ فرشتہ..........
۲۱۔ اللہ سے شرم کیجئے..........مفتی سلمان منصوری (شاہی مرادآبادی)
۲۲۔ کتاب مجابی الدعوۃ..........امام ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیاؒ
۲۳۔ اصلاحی بیانات..........مفتی عبدالروف سکھروی
۲۴۔ خزینہ..........مولانا محمد اسلم شیخوپوری
۲۵۔ اشرف الادب (اردو ترجمہ نفحۃ العرب)..........مولانا عبدالحفیظؒ کمبوہ
۲۶۔ اکابر کا سلوک واحسان..........
۲۷۔ افاضات یومیہ..........
۲۸۔ حضرت تھانویؒ کے پسندیدہ واقعات..........مولانا قاری ابوالحسن اعظمی
۲۹۔ شذرات الذھب..........
۳۰۔ عقود الجمان..........
۳۱۔ امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات..........
۳۲۔ بوستان..........شیخ شرف الدین المعروف شیخ سعدیؒ
۳۳۔ بہشتی زیور..........مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
۳۴۔ ارواح ثلاثہ..........
۳۵۔ ندائے منبر ومحراب..........مولانا محمد اسلم شیخوپوری
۳۶۔ غلط فہمی..........جناب سید امین گیلانیؒ
۳۷۔ تاریخ بغداد..........احمد خطیب بغدادیؒ

۳۸۔اشرف الحکایات..............تصیر حسین نقشبندی غفوری
۳۹۔حدائق الحنفیہ..............فقیر محمد جہلمیؒ
۴۰۔فضائل خدمت خلق..............مولانا اشرف علی تھانویؒ
۴۱۔تاریخ مدینہ..............
۴۲۔فضائل مسواک..............مولانا اظہر حسینؒ
۴۳۔بکھرے موتی..............مولانا محمد یونس پالن پوریؒ
۴۴۔حیاۃ الحیوان..............
۴۵۔ٹی وی کی تباہی کاریاں (کتابچہ)..............مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی
۴۶۔سفر نامہ ابن بطوطہ..............
۴۷۔اصلاحی خطباب..............مولانا مفتی تقی عثمانی
۴۸۔امثال عبرت..............مولانا اشرف علی تھانویؒ
۴۹۔زادآخرت..............حاجی سرفراز خان پیر پیاوی
۵۰۔کتابوں کی درسگاہ میں..............مولانا ابن الحسن عباسی
۵۱۔فضائل صدقات..............مولانا محمد زکریاؒ
۵۲۔خطبات فاروقی شہیدؒ..............مرتب کردہ محمد نعیم معاویہ
۵۳۔اردو برائے متوسطہ (سوم)..............وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۵۴۔سیرت خطبات (تقاریر فاروقیؒ)..............مرتب کردہ مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی
۵۵۔مومنات کا قافلہ اوران کا کردار..............(مترجم مفتی ثناء اللہ شیخ) مولانا عبداللہ بدران
۵۶۔صحیح اسلامی واقعات..............حافظ عبدالشکور
۵۷۔الکمال فی الدین للنساء..............مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہریؒ
۵۸۔ترقی..............مولانا عاشق اللہ ہی بلند شہری
۵۹ خانہ بگوش..............مولانا عبدالحقؒ

۶۰۔النعیم المقیم..............................مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
۶۱ بصیرت افروز واقعات..............................مولانا طارق جمیل صاحب
۶۲ ماہنامہ انوار مدینہ..............................لاہور
۶۳ تذکرہ مثالی شہداء..............................عبدالرحمٰن راشد
۶۴ میرا جرم کیا ہے؟..............................مولانا محمد اعظم طارق شہیدؒ
۶۵ ضرب مؤمن (جنوری 2005ء)..............................کراچی

❁❁❁❁❁❁

اللہ کی

اپنے بندوں پر رحمت اور شفقت کے واقعات

قرآن وحدیث اور بزرگان دین کے ایمان افروز
اور دلگداز واقعات کا حسین مرقعہ جنہیں پڑھکر
رحمت خداوندی کی طرف توجہ نصیب ہوتی ہے

تالیف : مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

ناشر مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی نمبر 4 کراچی
021-4594144
03343432345

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی

رحمت اور شفقت کے واقعات

کتب سیرت وتاریخ سے ماخوذ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت
وشفقت کے سینکڑوں واقعات
معاشرتی تعلقات کا ایسا باب
جس پر عمل پیرا ہوکر اسلامی معاشرہ
کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

تالیف: مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

ناشر مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی نمبر 4 کراچی
021-4594144
03343432345

دین کے نام پر پھیلنے والی بے دینی سے باخبر رہنے کے لیے ہر فرد کی ضرورت

قرآن مجید اور مقدس اوراق کے متعلق

خطرناک کوتاہیاں

جس میں

☆ مروجہ محافل قراءت ☆ قرآنی اذکار کے موبائل ٹونز ☆ مقدس اوراق کی بے حرمتی ☆ قرآنی اذکار کی جھنکار میں پڑھی جانے والی نظموں اور قرآنی کی تصویری خطاطی سمیت کئی کوتاہیوں کی نشاندہی اور شرعی حکم واضح کیا گیا ہے

تقریظ:

حضرت مفتی عبدالمنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی دارالعلوم کراچی

تالیف:

محمد طفیل قاسمی

ناشر

مکتبہ عمر فاروق

شاہ فیصل کالونی 4 کراچی